تاریخِ اسلام

عہدِ رسالت

بنی اُمیّہ

تالیف

شاہ معین الدین احمد ندوی

مکتبہ اسلامیہ

تاریخ اسلام
حصہ دوم
تالیف
شاہ معین الدین احمد ندوی
مکتبہ اسلامیہ

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حصہ دوم

بنی اُمیہ

خلافت راشدہ کے بعد خاندان بنی امیہ کی حکومت قائم ہوئی۔ اس کے قیام کے حالات اس کتاب کے پہلے حصہ میں گزر چکے ہیں۔ اس جلد میں اس حکومت کی تاریخ ہوگی۔

خاندان بنی امیہ

قبیلہ قریش کی چھوٹی بڑی دس شاخیں تھیں۔ (۱) بنی ہاشم (۲) بنی امیہ (۳) بنی نوفل (۴) بنی عبدالدار (۵) بنی اسد (۶) بنی تیم (۷) بنی مخزوم (۸) بنی عدی (۹) بنی جمح اور (۱۰) بنی سہم۔ یہ دسوں شاخیں نسبی اعزاز میں قریب قریب برابر تھیں' ان سب میں قریش کے نظام اجتماعی کا کوئی نہ کوئی عہدہ تھا۔ لیکن بنی ہاشم اور بنی امیہ دنیاوی وجاہت اور عظمت وشان میں ان سب میں ممتاز تھے۔ بنی ہاشم تولیت کعبہ کی وجہ سے سارے عرب میں معزز اور محترم سمجھے جاتے تھے اور بنوامیہ کو امارت اور کثرت تعداد کی بنا پر عظمت وشان حاصل تھی۔ ان دونوں شاخوں کی بنیاد عبدمناف سے پڑتی ہے۔ یہ قصی کی اولاد میں بڑے نامور تھے۔ ان کے متعدد اولادیں تھیں' جن میں ہاشم اور عبدشمس بڑے نامور تھے۔ انہیں سے یہ دونوں خاندان چلے۔ بنی امیہ کے مورث اعلیٰ امیہ عبدشمس کے لڑکے تھے' بنی عبدمناف کی عظمت انہی دونوں سے وابستہ تھی۔ ابتدا میں قریش کی سپہ سالاری کا عہدہ بنی مخزوم میں تھا' لیکن عبدشمس کے زمانے سے یہ منصب بنی امیہ میں منتقل ہوگیا تھا اور پھر ان کی نسل میں ان کا سلسلہ چلا۔ عکاظ' فجار اول' فجار دوم اور ذات نکیف کی لڑائیوں میں جو زمانہ جاہلیت میں قریش اور دوسرے خاندانوں کے درمیان ہوئیں عبدشمس کے پوتے حرب بن امیہ سپہ سالار تھے۔ [1] حرب کے بعد ان کے لڑکے ابوسفیان اس عہدہ پر سرفراز ہوئے۔ ظہور اسلام کے زمانہ میں یہی سپہ سالار تھے۔ قریش اور مسلمانوں کی پہلی جنگ بدر میں ابوسفیان قریش کے کاروان تجارت کے ساتھ گئے ہوئے تھے اس لیے

[1] عقد الفرید ج ۲' ص ۳۱۔

ان کے بجائے عتبہ بن ربیعہ نے سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے تھے۔ اس کے بعد احد اور غزوۂ احزاب وغیرہ میں ابوسفیان حسب معمول اس عہدہ پر تھے۔ [1]

ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا ایک سبب ان کے عہدہ کی ذمہ داری بھی تھی' مسلمانوں کے علاوہ اگر کسی اور جماعت سے قریش کا مقابلہ ہوتا تو ان کے مقابلہ میں بھی ابوسفیان کی یہی سرگرمی ہوتی۔ قریش کے اور خانوادوں کی طرح بنی امیہ بھی تجارت پیشہ تھے۔ ان کا بڑا وسیع کاروبار تھا' مصر و شام تک ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی۔ ہرقل فرمانروائے سعر کے نام جب رسول اللہ ﷺ نے دعوت اسلام کا خط لکھا تھا' اس زمانہ میں ابوسفیان تجارت کے سلسلہ میں سعر میں موجود تھے۔ چنانچہ ہرقل نے آنحضرت ﷺ کے متعلق انہی سے تحقیقات کی تھیں۔ [2]

تجارت کے شغل کی وجہ سے بنی امیہ بڑے صاحب ثروت تھے اور ان کی ثروت قومی کاموں میں صرف ہوتی تھی۔ جنگ فجار کی صلح میں حرب بن امیہ نے مقتولین کی دیت اپنے پاس سے ادا کی تھی۔ اس میں انہیں اتنی زیرباری ہوئی کہ اپنے لڑکے ابوسفیان کو رہن رکھنا پڑا۔ [3]

دو ممتاز اور برابر کے خاندانوں کی طرح بنی امیہ اور بنی ہاشم میں بھی چشمک تھی' مگر ظہور اسلام سے قبل تک چونکہ دونوں کی دنیاوی وجاہت و اعزاز میں کوئی بڑا فرق نہ تھا' اس لیے یہ چشمک ہلکی تھی' لیکن جب اللہ نے بنی ہاشم کو نبوت کے شرف سے نوازا اور بنو امیہ کے مقابلہ میں ان کا پلہ بھاری ہوگیا تو بنی امیہ کی چشمک تیز ہوگئی اور چونکہ فوج کی سرداری بنی امیہ میں تھی اس لیے ان کی مخالفت زیادہ نمایاں ہوئی' ورنہ بنو امیہ کو بنی ہاشم یا آنحضرت ﷺ کے ساتھ کوئی خاندانی عناد نہ تھا' البتہ وہ عام سردارانِ قریش کی طرح اسلام اور مسلمان کے دشمن تھے۔ تاہم دونوں خاندانوں میں باہم جو قدیم رشتہ داریاں اور عزیزانہ تعلقات تھے' وہ زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں قائم رہے۔ خود آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ابوالعاص ابن ربیع اموی سے بیاہی ہوئی تھیں۔ [4] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے آپ ﷺ کی دو صاحبزادیاں منسوب ہوئیں۔ خود ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سب سے بڑے مخالف تھے' لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ان کے بڑے گہرے تعلقات تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ ہی نے انہیں لے جا کر عفو تقصیر کے لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تھا بلکہ ابوسفیان کی حمایت میں' ان میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں جھڑپ بھی ہوگئی تھی۔ بنی امیہ میں

---

[1] تاریخ مکہ ازرقی ج۔ اول' ص ۶۶۔ [2] بخاری کے مختلف ابواب میں اس کی پوری تفصیل ہے۔

[3] ابن اثیر ج۔ ۱' ص ۲۱۷۔ [4] سیرت ابن ہشام ج ۲' ص ۲۷۶۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کی ساری دولت اسلام کے دور عسرت میں اس کی خدمت کے لیے وقف تھی' البتہ یہ ضرور ہے کہ بنی امیہ کے اکثر ارکان اسلام کے غلبہ تک اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رہے۔ فتح مکہ کے بعد جب کفار قریش کا زور ٹوٹا' اس وقت قریش کے اکثر خانوادوں کی طرح بنی امیہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کو لے جا کر بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا' ان کے دماغ میں ریاست کی بوتھی اور فخر پسند آدمی تھے' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا اعزاز بڑھانے کے لیے ان کے گھر کو دارالامن قرار دیا کہ جو شخص ان کے گھر میں چلا جائے وہ مامون ہے۔ (1) ان کے بیٹے معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتب وحی بنایا' ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی تالیف قلب کے لیے ان کو حنین کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ عطا فرمائے۔ فتح مکہ کے بعد اموی خاندان کے ایک رکن عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو مکہ کا عامل مقرر کیا اور فرمایا: عتاب! تم کو معلوم ہے کن لوگوں کا میں نے تم کو عامل بنایا ہے؟ اہل اللہ کا' اگر مکہ والوں کے لیے تم سے زیادہ موزوں آدمی نظر آتا تو اس کو بناتا۔ (2) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس خاندان کے اعزاز کا خیال رکھا چنانچہ شام کی فوج کشی میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے بیٹے یزید کو فوج کے ایک حصہ کا سردار بنایا۔ ان لوگوں نے بھی تلافی مافات کی پوری کوشش کی اور گذشتہ لغزشوں کا حق ادا کر دیا۔ شام کے جہاد میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا پورا گھرانہ' وہ خود' ان کے دونوں بیٹے یزید و معاویہ رضی اللہ عنہ' ان کی بیوی ہند رضی اللہ عنہا تک شریک تھیں۔ وہ میدان جنگ میں مسلمانوں کو ابھارتی تھیں۔ (3) شام کی لڑائیوں میں آل ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے بڑے کارنامے دکھائے۔

دمشق کی فتح کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یزید رضی اللہ عنہ کو یہاں کا حاکم بنایا' چند ہی دنوں کے بعد عمواس کے تاریخی طاعون میں ان کا انتقال ہو گیا' تو ان کی جگہ ان کے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں ان کو پورے صوبہ شام کا والی بنایا۔ ان دونوں زمانوں خصوصاً عہد عثمانی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے' اس کے حالات جلد اول میں گزر چکے ہیں۔

غرض بنی امیہ کا گھرانہ ہر دور میں نہایت ممتاز تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت ملی' اس کی تفصیل اس کتاب کے پہلے حصہ میں گزر چکی ہے۔ اس کا اجمالی ذکر اس کتاب میں بھی آئے گا۔

بنی امیہ کی حکومت قریب قریب ایک صدی تک رہی اور اس میں بارہ فرمانروا ہوئے۔

ذیل کے نقشہ سے ان کا شجرہ معلوم ہوگا۔

---

(1) بخاری کتاب المغازی ابواب فتح مکہ۔ (2) اسد الغابہ ج ۳' ص ۳۵۸۔ (3) فتوح البلدان ص ۱۴۲۔

اُمیہ بن عبد شمس بانی خاندان بنی اُمیہ
حرب بن اُمیہ
ابوسفیان بن حرب
(۱) معاویہ اول بن ابوسفیان (بانی دولت امویہ)
(۲) یزید اول بن معاویہ
(۳) معاویہ ثانی بن یزید
ابوالعاص بن اُمیہ
حکم بن العاص
(۴) مروان بن حکم
(۵) عبدالملک بن مروان
(مجدد دولت امویہ)
عبدالعزیز بن مروان
(۸) عمر بن عبدالعزیز
محمد بن مروان
(۱۳) مروان ثانی بن محمد
(۶) ولید اول بن عبدالملک
(۱۲) یزید ثالث بن ولید
(۷) سلیمان بن عبدالملک
(۹) یزید ثانی بن عبدالملک
(۱۱) ولید ثانی بن یزید ثانی
(۱۰) ہشام بن عبدالملک

معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما (بانی دولت امویہ)

(۴۱ھ تا ۵۹ھ مطابق ۶۶۱ء تا ۶۶۹ء)

ترجمہ معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے۔ ان کا نسب پانچویں پشت عبد مناف پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے' نسب نامہ یہ ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف اموی قریشی۔

ظہور اسلام کے زمانہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابوسفیان رضی اللہ عنہ سپہ سالاری کے عہدہ پر تھے۔ اس لیے کفار مکہ اور مسلمانوں کی لڑائیوں میں وہ پیش پیش رہتے تھے' لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام اس سلسلہ میں کہیں نظر نہیں آتا۔ غالباً اس کا سبب ان کی کمسنی تھی۔ فتح مکہ میں اپنے والد کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے' یہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری زمانہ تھا' اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیادہ صحبت و خدمت کا موقع نہ مل سکا' البتہ کتابت وحی کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ان کے کارناموں کا آغاز عہد صدیقی سے ہوتا ہے۔ شام کی فوج کشی میں ان کا پورا گھر شریک تھا۔ ان کے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فوج کے ایک حصے کے افسر تھے' ان کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی کارنامے دکھانے کا موقع ملا اور بعض موقع پر انہوں نے فوج کی قیادت کے فرائض بھی انجام دیئے۔ [1]

صیدا' عرقہ اور بیروت وغیرہ شام کے ساحلی علاقوں کی مہم میں یزید کی ماتحتی میں مقدمۃ الجیش کی کمان معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں تھی' عرقہ تمام تر انہی کی کوششوں سے فتح ہوا۔ [2] ساحلی علاقہ کے بہت سے قلعے فتح کیے۔ قیساریہ کا معرکہ' جس میں اسی ہزار رومی مارے گئے تھے انہی نے سر کیا تھا۔ [3]

۱۸ھ میں جب ان کے بھائی یزید رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا' اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ [4] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں ان کو پورے شام کا والی بنا دیا۔ اس دور میں انہوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے' جس کی تفصیل اس کتاب کے پہلے حصہ میں گزر چکی ہے' اس لیے دوبارہ اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں' مختصر یہ کہ اپنے دور امارت

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۲۳۔ [2] فتوح البلدان بلاذری ص ۱۳۳۔

[3] طبری ص ۲۳۹۷۔ [4] استیعاب ج۔۱ ص ۲۱۶۔

میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے شام کے تمام سرحدی علاقوں کو فتح کر کے اس کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ کر دیا۔ طرابلس الشام انہی کے دور میں فتح ہوا' عموریہ پر فوج کشی ہوئی' ملطیہ پر قبضہ ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اجازت سے بحری بیڑا قائم کر کے جزیرۂ قبرص فتح کیا۔ یہ بیڑا اس دور کے عظیم الشان بیڑوں میں تھا۔ پہلے رومیوں کے بحری حملوں کا مسلمانوں کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس بیڑے سے مسلمانوں کی بحری طاقت بھی مضبوط ہوگئی۔ [1]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے خون کے قصاص کی دعوت لے کر اٹھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ہوا' دونوں میں مدتوں جنگ جاری رہی۔ آخر میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حکم قرار پائے۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو معزول کر دیا' لیکن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو معزول کر دیا لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برقرار رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس نامنصفانہ فیصلہ کو نہ مانا اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوئے لیکن آپ کی فوج نے ساتھ نہ دیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام کے آزاد حکمران ہو گئے' اس کے بعد انہوں نے حضرت علی کے مقبوضات پر تاخت شروع کی جس کا سلسلہ دو سال تک جاری رہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام اور مغرب کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ایران اور عراق وغیرہ مشرقی ملکوں کے حکمران رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ جانشین ہوئے۔ ان کی تخت نشینی کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عراق پر فوج کشی کر دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لیے نکلے' لیکن عراقیوں نے کمزوری دکھائی۔ حسن رضی اللہ عنہ بڑے نرم خو' حلیم و بردبار تھے' جنگ وجدال اور خونریزی سے ان کو طبعی نفرت تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ بغیر ہزاروں مسلمانوں کا خون بہے ان کی خلافت قائم نہیں رہ سکتی' اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اپنا گزارہ مقرر کرا کے ان کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے۔ ان سب کی تفصیل پہلے حصہ میں گزر چکی ہے۔

خلافت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد ۴۱ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سارے عالم اسلام کے خلیفہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے زمانہ میں تمام اندرونی اور بیرونی مخالف طاقتوں کا قلع قمع کیا۔ اسلامی حکومت کا رقبہ بڑھایا اور اس کو مختلف حیثیتوں سے ترقی دی۔ ان کے زمانہ میں مسلمانوں میں تین

[1] فتوح البلدان ص ۱۶۰۔

سیاسی پارٹیاں تھیں۔

شیعیان علی رضی اللہ عنہ

یہ خلافت کو صرف اہل بیت کا حق سمجھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سخت مخالف تھے' لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد ان کی ہمت پست ہو چکی تھی' اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زیادہ تر خاموش رہے' اگر کہیں کسی معمولی سازش کا پتہ چلا تو فوراً اس کا تدارک ہو گیا۔ کوئی شورش وانقلاب کی صورت نہ پیدا ہونے پائی۔

شیعیان بنی امیہ

یہ گروہ بنی امیہ کا حامی تھا۔

خارجی

حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو گمراہ اور ان کے حامیوں کو مباح الدم سمجھتے تھے۔ یہ اپنے عقائد میں بڑے پختہ اور بڑے بہادر اور جانباز تھے۔

خارجیوں کی شورش

یہ تیسرا گروہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بڑے زور شور سے اٹھا اور ۴۱ھ میں ایک خارجی سردار فروہ بن نوفل نے کوفہ کے قریب علم بغاوت بلند کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں۔ فروہ نے انہیں شکست دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ اس میں اہل کوفہ کا بھی ہاتھ ہے اس لیے انہوں نے ان کو بھی لکھ بھیجا کہ ''اس کی ذمہ داری تمہارے اوپر ہے۔ اگر تم لوگ فروہ کو گرفتار کر کے حوالہ نہ کرو گے تو اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا''۔ اس حکم پر اہل کوفہ نے اسے گرفتار کر لیا۔ اس کی گرفتاری کے بعد خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحوساء کو سردار بنا لیا۔ کوفیوں نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد جوثرہ بن وداع نے اس کی جگہ لی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عوف کو مقابلہ کے لیے بھیجا' جوثرہ مارا گیا لیکن خارجیوں کی جانبازی میں کوئی فرق نہ آیا۔ ایک سردار مارا جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا تھا۔ اس طرح ان کی شورش کا ایک سلسلہ قائم ہو گیا۔ خارجیوں کا زور دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جو بڑے آزمودہ کار اور نامور مدبر تھے۔ خارجیوں کی طاقت توڑنے کے لیے کوفہ کا والی مقرر کیا۔ ان کے آنے کے بعد بھی کچھ دنوں تک خوارج کی

شورش قائم رہی اور شبیب بن بجرہ' معین بن عبداللہ' ابی مریم اور ابی لیلیٰ وغیرہ اٹھے لیکن مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک سال کے اندر ان کا زور توڑ دیا۔ کچھ دنوں تک امن رہا۔ ۴۳ھ میں ایک خارجی سردار مستورد بن علقمہ نے خفیہ سازش کی کہ یکم شوال ۴۳ھ کو جب لوگ نماز عید کے لیے جائیں تو دفعۃً حملہ کر دیا جائے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر مل گئی۔ انہوں نے فوراً اس کا تدارک کیا اور جس گھر میں یہ سازش ہو رہی تھی۔ اس کا محاصرہ کرا لیا۔ مستورد تو نکل گیا اور اس کی جماعت کے چند آدمی گرفتار کر کے قید کر دیئے گئے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ طبعاً خون ریزی پسند نہ کرتے تھے اور آخری درجہ پر تلوار اٹھاتے تھے' چنانچہ انہوں نے اہل کوفہ کو جمع کر کے حسب ذیل تقریر کی۔

> ''لوگو! میں ہمیشہ تمہارے لیے عافیت پسند کرتا ہوں اور تکلیفوں اور مصیبتوں کو تم سے روکتا ہوں' مجھ کو خطرہ ہے کہ میرے اس طرز عمل سے احمق لوگ بدآموز نہ ہو جائیں۔ البتہ اچھے اور حلیم لوگوں سے اس کی امید نہیں ہے۔ اللہ کی قسم مجھے ڈر ہے کہ میں جاہل احمقوں کے ساتھ سنجیدہ' بھلے اور ناکردہ گناہ لوگوں کے مواخذہ پر مجبور نہ ہو جاؤں۔ اس سے پہلے کہ تم پر کوئی عام مصیبت آئے اپنے احمقوں کو روکو' مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ کچھ لوگ نفاق اور مخالفت کا بیج بو رہے ہیں۔ اللہ کی قسم وہ لوگ عرب کے جس قبیلہ سے ہوں گے میں ان کو ہلاک کر ڈالوں گا اور ان کو ان کے بعد والوں کے لیے عذاب کا نمونہ بناؤں گا'' [1]

ان کی اس تقریر پر ایک سردار معقل بن قیس نے کہا' آپ ایسے لوگوں کا ہم کو پتہ بتایئے اگر وہ ہماری جماعت سے ہیں تو آپ اطمینان رکھیں' ہم خود اس کا تدارک کر لیں گے اور اگر ہم میں سے نہیں ہیں تو ہم ان کے قبائل کو حکم دیں گے کہ وہ اپنے ناعاقبت اندیش لوگوں کو پکڑ کر آپ کی خدمت میں حاضر کریں۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھے ان لوگوں کا نام نہیں معلوم' معقل نے کہا تو پھر ہر قبیلہ کا سردار اپنے قبیلہ کی ذمہ داری لے اور میں اپنے قبیلہ کا ذمہ لیتا ہوں۔ یہ تجویز معقول تھی' اس لیے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے سرداران قبائل کو طلب کر کے ان سے کہا کہ تم لوگ اپنے اپنے قبیلوں کے ذمہ دار ہو' ورنہ اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔ اس دھمکی پر قبائل کے سرداروں نے اپنے اپنے قبیلہ کے ناعاقبت اندیش لوگوں کی روک تھام شروع کر دی۔ یہ صورت دیکھ کر مستورد اپنے قبیلہ کو چھوڑ کر اپنے اتباع کے ساتھ نکل گیا۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلہ کے لیے معقل کی ماتحتی میں فوجیں روانہ کیں۔ ان میں اور مستورد میں بڑے بڑے معرکے ہوئے۔ ان سب میں خارجی غالب رہے اور آخر میں معقل اور

---

[1] ابن اثیر ج ۳' ص ۱۷۰۔

مستورد دونوں نے ایک دوسرے کا خاتمہ کر دیا۔ ان معرکوں میں خارجیوں کی بڑی تعداد کام آئی۔ مستورد کے قتل کے بعد بڑی حد تک خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا۔

زیاد بن ابی سفیان

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرب کے تمام نامور مدبروں کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ صرف زیاد جو ابوسفیان کا لڑکا کہا جاتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں میں رہ گیا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا سخت مخالف تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے فارس کا والی چلا آ رہا تھا۔ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت تسلیم نہ کی تھی' وہ اسے ہر طرح ملانے کی کوشش کر چکے تھے' مگر کامیاب نہ ہوئے تھے' آخر میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس کو حسن تدبیر سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت پر آمادہ کر لیا اور ۴۲ھ میں وہ ان کے پاس چلا آیا اور فارس کی آمدنی اور خرچ کا جو حساب وکتاب پیش کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے مان لیا اور اسے مغیرہ کی مدد کے لیے کوفہ بھیج دیا' پھر ۴۴ھ میں بعض شہادتوں کی بنا پر کہ ابوسفیان نے زمانہ جاہلیت میں اس کی ماں کے ساتھ نکاح کیا تھا' اسے اپنا سوتیلا بھائی تسلیم کر لیا۔ عام خیال یہ ہے کہ یہ محض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی پولیٹکل تدبیر تھی' ورنہ درحقیقت وہ ابوسفیان کا لڑکا نہ تھا' بہرحال زیاد کے ملنے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ایک اور مدبر کی حمایت حاصل ہو گئی۔

بصرہ کی ولایت

عراق کا پورا خطہ شورش پسند واقع ہوا تھا۔ کوفہ کی حالت تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے درست کر لی تھی لیکن بصرہ کی حالت نہایت خراب تھی۔ یہاں کے والی عبداللہ بن عامر اتنے نرم خو اور حلیم الطبع تھے کہ مفسدوں پر بھی سختی نہ کرتے تھے' زیاد نے انہیں تلوار اٹھانے کا مشورہ دیا' انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے کو بگاڑ کر کسی کی اصلاح کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ کی حالت روز بروز بگڑتی گئی۔ اہل بصرہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہاں کی بدامنی اور ابن عامر کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے ان کو معزول کر کے حارث بن عبداللہ ازدی کو ان کی جگہ مقرر کیا' لیکن بصرہ کی حالت درست کرنے کے لیے کسی سخت گیر والی کی ضرورت تھی' اس لیے چار مہینہ کے بعد ۴۵ھ میں زیاد کا تقرر ہوا۔ اس نے آنے کے ساتھ جامع بصرہ میں ایک شعلہ بار تقریر کی' یہ تقریر زور بیان اور شکوہ الفاظ کے اعتبار سے عربی زبان کی بہترین تقریروں میں شمار کی جاتی ہے اور تاریخوں میں خطبہ بتراء کے نام سے مشہور ہے' اس کے آخر میں اس نے کہا:

''میرے اور قوم کے درمیان جو کینہ تھا' وہ آج میں نے اپنے پیروں کے نیچے دبا دیا۔ میں کسی سے محض دشمنی کی بنا پر مواخذہ نہ کروں گا اور نہ کسی کی پردہ داری کروں گا' تاآنکہ وہ خود میرے سامنے بے نقاب نہ ہو جائے' بے نقاب ہونے کے بعد بھی میں اس سے چشم پوشی کروں گا۔ تم میں سے جو محسن ہو اس کو اپنے احسان میں زیادتی کرنی چاہیے اور جو برا ہو اسے اپنی برائیوں سے باز آنا چاہیے' اللہ تم لوگوں پر رحم کرے' تم لوگ اطاعت و فرمانبرداری سے میری مدد کرو''۔ [1]

زبانی فہمائش کے ساتھ اس نے پولیس کا بڑا زبردست انتظام کیا' جو راتوں کو گشت لگا کر نگرانی کرتی تھی۔ لوگوں کو رات گئے گھر سے نکلنے کی ممانعت کر دی' مقررہ وقت کے بعد جو شخص باہر نظر آتا' وہ قتل کر دیا جاتا' اس سختی سے بصرہ کی حالت جلد درست ہو گئی۔

کوفہ کی ولایت

۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی ولایت بھی زیاد سے متعلق کر دی۔ زیاد پہلا شخص ہے جو کوفہ اور بصرہ دونوں شہروں کا حاکم ہوا' چھ چھ مہینہ وہ ہر مقام پر رہتا تھا' کوفہ آنے کے بعد اس نے بصرہ کی طرح جامع کوفہ میں بھی اپنے آئندہ طرز عمل کے متعلق ایک تقریر کی۔ اہل کوفہ نے اس پر کنکریاں پھینکیں۔ اس نے فوراً مسجد کے دروازے بند کرا دیئے اور چار چار آدمیوں کو بلوا کر ان سے قسم لے کر پوچھتا کہ کس نے کنکریاں پھینکیں تھیں' جو قسم کھا کر یہ برأت ظاہر کرتا اسے چھوڑ دیتا اور جو قسم نہ کھاتا اسے قید کر دیتا۔ ایسے تیس آدمی نکلے' زیاد نے ان کے ہاتھ کٹوا دیئے۔

حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا قتل

کوفہ کے ایک صحابی حجر بن عدی رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے فدائیوں میں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ویسے ہی جان نثار رہے۔ آپ کی دستبرداری سے حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کو بڑا صدمہ پہنچا تھا اور انہوں نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر ابھارا' لیکن یہ حضرات آمادہ نہ ہوئے۔ [2] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں برسر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے۔

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۳۳۔ [2] اخبار الطوال ص ۲۳۳' ۲۳۴۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے' لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تقلید میں وہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے۔ حجر بن عدی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت کو قدرتاً اس سے تکلیف پہنچتی تھی' اس کے جواب میں وہ مغیرہ رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ کر اپنے دل کی بھڑاس نکال لیتے تھے' اس پر مغیرہ رضی اللہ عنہ باز پرس نہ کرتے تھے۔ [1]

ایک مرتبہ حسب معمول مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جناب امیر کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس پر حجر بن عدی رضی اللہ عنہ نے کنکریاں پھینکیں' زبانی بھی نا ملائم الفاظ کہے اور لوگ بھی ان کے ہم نوا ہو گئے' مغیرہ بالکل خاموش رہے اور پانچ ہزار درہم دے کر حجر رضی اللہ عنہ کو راضی کیا۔ [2]

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے بعد زیاد کے زمانہ میں بھی یہ رسم جاری رہی اور اس کے ساتھ حجر کا جوابی طرز عمل بھی قائم رہا۔ زیاد نے شروع میں انہیں سمجھا دیا تھا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدح اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت کا طریقہ چھوڑ دیں، لیکن حجر رضی اللہ عنہ نے نہ سنا' وہ شیعیان علی رضی اللہ عنہ کے سرغنہ اور راہنما بھی تھے۔ زیاد کو اطلاع ملی کہ حجر رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور زیاد کی برائیاں اور ان کے خلاف سازش کرتے ہیں اور لوگوں کو ان کے خلاف ابھارتے ہیں۔ [3]

اتفاق سے اسی زمانہ میں زیاد کو بصرہ جانے کی ضرورت پیش آئی۔ وہ کوفہ میں عمرو بن الحریث کو اپنا قائم مقام بنا گیا۔ اس نے حسب معمول حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب وشتم کیا۔ حجر رضی اللہ عنہ نے اس پر بھی کنکریاں پھینکیں' عمرو بن الحریث خاموش رہا اور زیاد کو اس واقعہ کی اطلاع بھیج دی۔ وہ فوراً کوفہ واپس آیا اور حجر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا اور ان کو لکھا کہ یہ لوگ فتنہ کی بنیاد ہیں' جب تک قتل نہ کیے جائیں گے فتنہ کی جڑ باقی رہے گی۔ چند آدمیوں نے حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے خلاف شہادت دی۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں اور ان کے چند ساتھیوں کو قتل کرا دیا۔ [4]

حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے' اس لیے ان کے قتل کا بہت برا اثر پڑا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی گرفتاری کی خبر سننے کے بعد ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی سفارش کے لیے آدمی دوڑائے تھے' لیکن وہ اس وقت پہنچے جب حجر رضی اللہ عنہ قتل کیے جا چکے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت صدمہ ہوا' چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جب اس سال حج کے لیے گئے اور

---

[1] یعقوبی ج ۲' ص ۲۷۳ و ابو الفدا ج ۱۔ اول' ص ۱۸۶۔

[2] اخبار الطوال ص ۲۳۶ و ابن اثیر ج ۳' ص ۱۸۷۔

[3] یعقوبی ج ۲' ص ۲۷۴۔ [4] اخبار الطوال ص ۲۳۷۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ان سے فرمایا' معاویہ رضی اللہ عنہ! تم کو حجر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے قتل پر اللہ کا خوف نہیں آیا؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا انہیں ان لوگوں نے قتل کیا جنہوں نے ان کے خلاف شہادت دی تھی۔ [1]

بغاوتوں کا استیصال

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اندرونی شورش کے ساتھ ساتھ متعدد مفتوحہ علاقوں میں بھی بغاوت پھیلی۔ ۴۱ھ میں بلخ' ہرات' بوشنج اور باذغیس کے باشندے باغی ہو گئے۔ مشرقی ولایت کے صوبہ دار عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے قیس بن ہیثم کو خراسان کا والی مقرر کر کے بغاوت فرو کرنے پر مامور کیا۔ یہ سیدھے بلخ پہنچے اور یہاں کے آتش کدہ کو مسمار کر کے اہل بلخ کو مطیع بنایا' اور عبداللہ بن حازم نے ہرات' بوشنج اور باذغیس کے علاقوں کو قابو میں کیا۔ [2]

۴۳ھ میں کابل کا علاقہ باغی ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ اس کو فرو کرنے کے لیے مامور ہوئے۔ یہ باغیوں کی سرکوبی کرتے ہوئے کابل پہنچے اور شہر کا محاصرہ اور سنگ باری کر کے شہر پناہ کی دیواریں شق کر دیں۔ کابلیوں نے شہر سے نکل کر مقابلہ کیا۔ مسلمان انہیں شکست دے کر شہر میں داخل ہو گئے۔ یعقوبی کا بیان ہے کہ خود شہر پناہ کے دربان نے پھاٹک کھول دیئے تھے۔ [3] کابل پر قبضہ کے بعد مسلمانوں نے بست کو لیا' پھر رزان کی طرف بڑھے۔ اہل رزان نے خود شہر خالی کر دیا اور بغیر جنگ کے اس پر قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد طخارستان کی طرف بڑھے' یہاں کے باشندوں نے بھی سپر ڈال دی اور مسلمان رخج پر قبضہ کرتے ہوئے غزنہ پہنچے غزنویوں نے جم کر مقابلہ کیا۔ انہیں بھی شکست ہوئی اور پورے باغی علاقہ پر دوبارہ قبضہ ہو گیا۔ [4]

۴۷ھ میں اہل غور نے بغاوت کی' اسے حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ نے فرو کیا۔ غرض جہاں جہاں بغاوت کے آثار نظر آئے فوراً اس کا تدارک کیا گیا اور مفتوحہ ملکوں کا ایک چپہ بھی ہاتھ سے نہ نکلنے پایا۔

فتوحات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود بڑے تجربہ کار افسر تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہوں نے بڑی فتوحات حاصل کی تھیں۔ ان کا پورا خاندان جنگ آزما تھا' اس لیے ان کے عہد میں فتوحات میں

---

[1] استیعاب ج ۱' ص ۱۳۸۔ [2] ابن اثیر ج ۳' ص ۱۶۶۔

[3] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۴۷ و یعقوبی ج ۲ ص ۲۵۷۔ [4] ابن اثیر ج ۳' ص ۱۷۴۔

کافی اضافہ ہوا۔

سندھ کی فتوحات

سندھ میں مسلمانوں کا قدم خلافت راشدہ ہی میں پہنچ چکا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دو سمتوں سے ہندوستان پر فوج کشی ہوئی۔ ایک قدیم راستہ سندھ سے دوسرے خیبر کی راہ سے۔ عربی مؤرخوں نے ان دونوں کو باہم اس قدر مخلوط کر دیا ہے' پھر اس زمانہ کا جغرافیہ اور قدیم نام اتنے بدل گئے ہیں کہ آج ان دونوں کو علیحدہ کر کے دکھانا مشکل ہے۔ خیبر کے راستہ سے سب سے اول ۴۴ھ میں مہلب بن ابی صفرہ نے فوج کشی کی اور کابل کو طے کر کے ہندوستان کی سرزمین میں قدم رکھا۔ سرحدی علاقہ کے باشندوں نے مزاحمت کی' مہلب انہیں شکست دیتے ہوئے قیقان (قلات) کی طرف بڑھے۔ یہاں چند ترک سواروں کا مقابلہ ہوا' یہ سب مارے گئے اور مہلب مال غنیمت لے کر لوٹ گئے۔ مہلب کے بعد عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سوار عبدی کو سرحدی علاقہ کا حاکم بنایا۔ انہوں نے بھی قیقان پر حملہ کیا اور یہاں کے گھوڑے مال غنیمت میں حاصل کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر واپس آئے۔ اس مرتبہ جنگ میں کام آ گئے۔ ان کے بعد سنان بن ابی سنان ہذلی کا تقرر ہوا۔ انہوں نے مکران کے صوبہ کو جو باغی ہو گیا تھا' دوبارہ فتح کر کے یہاں نظام حکومت قائم کیا۔ پھر ان کی جگہ راشد بن عمرو ازدی مقرر ہوئے۔ انہوں نے بھی قیقان پر حملہ کیا اور کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی تھی کہ مید قوم کے مقابلہ میں کام آ گئے' اور ان کے بعد پھر سنان بن سلمہ آئے۔ یہ بڑے مدبر اور منتظم تھے' انہوں نے دو سال میں متعدد فتوحات حاصل کیں اور آخر بدھا کے معرکہ میں مارے گئے۔ ان کے بعد زیاد کا لڑکا عباد ان کا قائم مقام ہوا۔ یہ سیستان کے راستے سے سنارود سے رود کے کنارے کنارے ہندمند (ہلمند) ہوتا ہوا کش پہنچا اور رود کو عبور کر کے قندھار پر حملہ آور ہوا۔ اہل قندھار نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا' بہت سے مسلمان شہید ہوئے' لیکن فتح انہی کے ہاتھ میں رہی اور قندھار پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ قندھار کی فتح کے بعد زیاد نے منذر بن جارود کو سندھ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ انہوں نے بوقان اور قیقان کے علاقہ میں فوجیں پھیلا دیں۔ اسی دوران میں قصدار کے باشندے باغی ہو گئے۔ منذر نے انہیں قابو میں کر لیا۔ ان کے بعد حری بن حری باہلی آئے' انہوں نے بہت سی فتوحات حاصل کیں اور یہ سلسلہ برابر قائم رہا۔[1]

ترکستان کی فتوحات

---

[1] یہ تمام حالات فتوح البلدان بلاذری ص۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰ اور بعض چچ نامہ سے ماخوذ ہیں۔

۵۴ھ میں عبیداللہ بن زیاد خراسان کا والی مقرر ہوا۔ یہ بڑا حوصلہ مند تھا' اس نے ترکستان کی سرزمین کو جولانگاہ بنایا اور سغد پر فوج کشی کی اور بخارا کے کوہستانی علاقہ کو عبور کر کے رامنی' نصف اور بیکند فتح کیے۔ 1

۵۵ھ میں عبیداللہ بن زیاد کی جگہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سعید والی مقرر ہوئے۔ انہوں نے عبیداللہ کی مہم کو جاری رکھا اور جیحون کو پار کر کے آگے بڑھے۔ اس زمانہ میں یہاں ایک خاتون قبق حکمران تھی۔ اس نے صلح کر لی' لیکن عام باشندوں نے یہ صلح منظور نہیں کی اور ایک لاکھ بیس ہزار کی تعداد میں مقابلہ کے لیے نکلے۔ ان کی تیاری دیکھ کر قبق خاتون نے بھی صلح توڑ دی۔ بخارا میں فریقین کا سامنا ہو گیا' لیکن سغدیوں میں باہم پھوٹ پڑ گئی۔ ایک بہادر ترک غلام اپنی جماعت لے کر الگ ہو گیا اس سے ترک کمزور پڑ گئے' قبق خاتون نے بھی دوبارہ صلح کر لی اور بغیر کسی جنگ کے مسلمان بخارا میں داخل ہو گئے۔ بخارا کے بعد سمرقند کا رخ کیا۔ اس مہم میں قبق خاتون نے مسلمانوں کو ہر طرح کی امداد پہنچائی اور انہوں نے سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔ تین دن تک اہل شہر پرزور مدافعت کرتے رہے' تیر بازی کا مقابلہ تھا۔ سعید بن العاص اور مہلب بن ابی صفرہ کی ایک ایک آنکھ ضائع ہوئی۔ اہل شہر بھی بہت زخمی ہوئے' لیکن جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا' مسلمان نہایت ہمت واستقلال کے ساتھ جمے رہے۔ سمرقندیوں کو جب اس کا یقین ہو گیا کہ مسلمان فتح کیے بغیر نہ ٹلیں گے اور بزور شمشیر قبضہ ہونے میں زیادہ کشت وخون ہو گا تو اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ سات لاکھ سالانہ خراج دیں گے اور مسلمان شہر کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازہ سے نکل جائیں گے۔ مسلمانوں نے نقض عہد کے خطرہ سے عمائد شہر کے چند لڑکے یرغمال بنا لیے۔ اس صلح کے بعد مسلمان ترمذ پہنچے' یہاں کے باشندوں نے بغیر جنگ کے صلح کر لی۔ 2

شمالی افریقہ کی فتوحات

خلافت راشدہ ہی کے زمانہ میں شمالی افریقہ کا کافی حصہ فتح ہو چکا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس میں بڑا اضافہ ہوا اور یہاں مسلمانوں کی قوت بہت مضبوط ہو گئی۔ ۴۱ھ میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کی اور لواتہ اور زناتہ تک پہنچ گئے۔ یہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ پھر ۴۲ھ میں انہوں نے غدامس پر قبضہ کیا۔ ۴۳ھ میں سوڈان کے بعض حصے فتح کیے۔ 3 اسی

---

1 ابن اثیر ج ۳' ص ۱۹۷ و طبری ص ۱۶۹۔ 2 بلاذری ص ۴۱۷' طبری کا بیان اس سے مختلف ہے۔

3 ابن اثیر ج ۳' ص ۱۶۷۔

زمانہ میں ۴۱ھ میں معاویہ بن خدیج رضی اللہ عنہ نے افریقہ کے ایک بڑے اور خوبصورت ساحلی شہر بنزرت کو فتح کیا اور رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے جزیرہ حربہ پر قبضہ کر لیا۔ ❶ ۴۵ھ میں معاویہ بن خدیج نے دوبارہ بڑے اہتمام سے فوج کشی کی عبداللہ بن عمرؓ ابن زبیر اور عبدالملک وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اکابر قریش ساتھ تھے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے سوسہ اور عبدالملک نے جلولا فتح کیا۔ ❷ افریقہ کے بربری بڑے باغی اور سرکش تھے' جب تک ان کے سر پر فوجی قوت مسلط رہتی' اس وقت تک وہ مطیع رہتے' جیسے ہی آزاد ہوتے فوراً باغی ہو جاتے۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۵۰ھ میں عقبہ بن نافع کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ انہوں نے دس ہزار عرب فوج اور بہت سے نو مسلم بربریوں کو ساتھ لے کر باغی علاقہ میں گھس کر باغیوں کا قلع قمع کر دیا اور آئندہ اس کے انسداد کے لیے شہر قیروان بسایا اور یہاں مسلمان آباد کر کے فوجی چھاؤنی قائم کی۔ ❸ اس سے افریقہ میں بغاوت کا خطرہ بہت کم ہو گیا۔

رومیوں سے معرکے

مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف قسطنطنیہ کی رومی حکومت تھی۔ ان کا زیادہ مقابلہ اسی سے رہتا تھا۔ مصر و شام کے ساحلی علاقے اس کی بحری زد میں تھے۔ اسی کی روک کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بحری بیڑا قائم کیا تھا۔ اپنے زمانہ میں رومیوں کے حملہ سے بچاؤ کے لیے انہوں نے بڑے انتظامات کیے۔ بحری بیڑے کے ساتھ ایک مستقل گرمائی فوج قائم کی' جو صرف رومیوں سے برسرپیکار رہتی تھی' کوئی سال بحری جنگ سے خالی نہ جاتا تھا۔ عبداللہ بن قیس حارثی' جنادہ بن ابی امیہ' عبدالرحمن بن خالد بن ولید' بسر بن ابی ارطاۃ' مالک بن ہبیرہ' فضالہ بن عبید اور یزید بن شجرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم مختلف سنوں میں بحری معرکوں میں مشغول رہے' لیکن ان میں کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہے۔ ❹

قسطنطنیہ پر حملہ

البتہ قسطنطنیہ پر حملہ تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ قسطنطنیہ اس زمانہ میں مشرقی یورپ کا قلب تھا۔ ۴۹ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑے اہتمام سے اس پر فوج کشی کی اور سفیان بن عوف ازدی کو ایک

---

❶ المونس ص ۲۵۔ ❷ بلاذری ص ۔۱۷ ۲۱' جلولا نام کا عراق میں بھی ایک مقام ہے جہاں عہد فاروقی میں بڑا زبردست معرکہ ہوا تھا۔ ❸ المونس ص ۔۲۵ و بلاذری ص ۲۳۶۔

❹ ابن اثیر کے مختلف سنوں میں ان معرکوں کا ذکر ہے۔

بڑی فوج کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قسطنطنیہ کے فاتحین کو بشارت دی تھی۔ اس لیے بہت سے ممتاز صحابہ میزبان رسول ﷺ حضرت ابوایوب انصاری' عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ اس جہاد میں شریک ہوئے اور اسلامی بیڑا بحر روم کی موجوں سے کھیلتا ہوا باسفورس میں داخل ہوا۔ قسطنطنیہ مشرقی کلیسا کا مرکز تھا' اس لیے رومیوں نے مدافعت میں پوری طاقت صرف کر دی۔ مسلمانوں نے بھی جوش جہاد میں بڑا پرزور مقابلہ کیا۔ دونوں میں کئی خونریز معرکے ہوئے۔ مسلمانوں کا شوق شہادت اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مجاہد عبدالعزیز بن زرارہ کلبی شہادت کی تمنا میں بار بار آگے بڑھتے تھے' لیکن ان کی آرزو پوری نہ ہوتی تھی۔ آخر میں بے محابا دشمن کی صفوں میں گھستے چلے گئے۔ رومیوں نے نیزوں سے چھید کر شہید کر دیا۔ [1]

قسطنطنیہ کی فصیل بہت اونچی اور سنگین تھی۔ رومی اس کے اوپر سے آگ برسا رہے تھے اور مسلمان نشیب میں تھے۔ اس لیے انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑا اور چند دنوں کے محاصرہ کے بعد وہ ناکام لوٹ آئے۔ اس محاصرہ کے دوران میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ یزید ابن معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا اگر کوئی وصیت ہو تو فرمائیے' پوری کی جائے گی۔ فرمایا جہاں تک ہو سکے دشمن کی سرزمین میں لے جا کر دفن کرنا' چنانچہ انتقال کے بعد آپ کی نعش قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے لے جا کر دفن کر دی گئی۔ [2] اور مسلمانوں نے رومیوں سے کہلا دیا کہ اگر تم نے لاش کی کوئی بے حرمتی کی تو پھر اسلامی سلطنت کے حدود میں کبھی ناقوس نہ بج سکے گا۔ [3] قسطنطنیہ کی فتح کے بعد ترکان عثمانی نے آپ کے مزار پر مقبرہ اور اس سے متعلق مسجد بنوائی' جو آج تک زیارت گاہ خلائق ہے۔ خلفا کی رسم تاجپوشی اسی مسجد میں ادا کی جاتی تھی۔

روڈس کی فتح

شام کے ساحلی علاقہ کو رومیوں کے حملہ سے محفوظ کرنے کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں بحیرۂ روم کے جزائر پر قبضہ شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ جزیرہ قبرص اسی زمانہ میں فتح کیا تھا۔ اپنے زمانہ میں ایک دوسرے جزیرہ روڈس کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ اناطولیہ کے قریب جنوب مغرب میں نہایت سرسبز و شاداب جزیرہ ہے۔ یہاں ہر قسم کے میووں کی پیداوار ہے۔ ۵۲ھ میں جنادہ بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے اس کو فتح کیا اور یہاں مسلمانوں کی آبادی قائم کی' اسی

[1] ابن اثیر ج ۳' ص ۱۸۲۔ [2] ابن اثیر ج ۳' ص ۱۸۲۔

[3] استیعاب ج ۲' ص ۶۳۸۔

زمانہ میں سسلی پر حملہ ہوا مگر فتح نہ ہو سکا۔ [1]

اروواڈ کی فتح

اس کے دو سال بعد ۵۴ھ میں جزیرہ اروواڈ پر قبضہ ہوا' کریٹ پر بھی جنادہ نے حملہ کیا تھا' مگر فتح نہ ہو سکا اور عباسیوں کے زمانہ میں اس پر قبضہ ہوا۔

یزید کی ولی عہدی

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خیر خواہی میں خلافت کا سلسلہ ان کی نسل میں منتقل کر دینا چاہا' چنانچہ یزید کو ادھر توجہ دلائی۔ یزید نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ یہ ان کے دل کی بات تھی' لیکن اسے وہ ناممکن العمل سمجھ کر زبان سے نہ کہہ سکتے تھے۔ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اس تجویز پر اس کا موقع مل گیا' چنانچہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے مشورہ کیا' انہوں نے کہا:

> ''عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے مسلمانوں میں جو اختلاف اور خونریزی قائم ہے' وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے' اس لیے میری رائے میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت لے کر اسے جانشین بنا دینا چاہیے' تاکہ جب آپ کا وقت آئے تو مسلمانوں کے لیے ایک سہارا اور جانشین موجود رہے اور ان میں خونریزی اور فتنہ فساد برپا نہ ہو''۔

گو یہ امیر کی آرزو تھی' لیکن اس کی مشکلات کا انہیں پورا اندازہ تھا' چنانچہ انہوں نے مغیرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس مہم کو انجام کون دے گا؟ انہوں نے کہا اس وقت سیاسی حیثیت سے کوفہ و بصرہ اور مذہبی حیثیت سے حجاز مسلمانوں کے مرکز تھے' انہی پر اس قسم کی مہمات کا دارومدار تھا' مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کوفہ کی ذمہ داری میں لیتا ہوں' بصرہ کو زیاد ہموار کر لے گا اور حجاز کی ذمہ داری مروان بن حکم کے متعلق کی جائے۔ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بڑا اثر تھا اور یہاں بنی امیہ کے حامیوں کی بھی ایک جماعت موجود تھی۔ اس لیے مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ جا کر یہاں کے چند معززین کا ایک وفد شام بھجوا دیا۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خود یزید کی تجویز پیش کی۔ زیاد گو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قوت بازو تھا اور اس کی سخت گیری کے سامنے یہ کوئی مشکل مسئلہ نہ تھا' لیکن اس معاملہ میں اسے بھی اپنی ذمہ داری کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے معتمد علیہ عبید بن کعب کو بلا کر اسے امیر کا حکم سنایا اور کہا کہ

---

[1] فتوح البلدان ص ۲۴۴ و معجم البلدان ذکر روڈس۔

وہ اس معاملہ میں لوگوں کی مخالفت سے بھی ڈرتے ہیں اور یزید کی ولی عہدی بھی چاہتے ہیں۔ یہ اسلام کا معاملہ اور بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ یزید جیسا لا ابالی ہے' ظاہر ہے اس لیے تم جا کر امیر المؤمنین کو یزید کے مشاغل سے آگاہ کرو اور انہیں سمجھاؤ کہ اس میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ عبید نے کہا امیر المؤمنین کو یزید کی جانب سے بددل کرنا مناسب نہیں ہے' میں جا کر خود یزید کو سمجھاتا ہوں کہ وہ اپنے مشاغل چھوڑ دے کہ لوگوں کو گرفت اور مخالفت کا موقع نہ ملے۔ زیاد نے بھی اس رائے کو پسند کیا' چنانچہ عبید نے جا کر یزید کو سمجھایا۔ اس کے سمجھانے سے اس نے بہت سی قابل اعتراض باتیں چھوڑ دیں۔ کوفہ اور بصرہ سے زیادہ اہم معاملہ حجاز کا تھا۔ یہاں ایسے متعدد بزرگ موجود تھے جو یزید کے مقابلہ میں ہر حیثیت سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے اور اس کے مدعی ہو سکتے تھے اور جن کی جانب سے اس تجویز کی مخالفت کا خطرہ تھا' اس لیے اس کی ذمہ داری امیر نے مروان بن حکم کے سپرد کی اور اس کو لکھا:

> ''اب میں ضعیف ہو گیا ہوں' میرے قویٰ کمزور ہو گئے ہیں' معلوم نہیں کب وقت آ جائے' مجھے خوف ہے کہ میرے بعد پھر امت میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے' اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین بنا جاؤں' اس معاملہ میں تمہارا مشورہ ضروری ہے' اس کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کرو اور وہ جو جواب دیں وہ مجھے لکھو''۔

اس حکم پر مروان نے اس مسئلہ کو اہل مدینہ کے سامنے پیش کیا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط میں کسی جانشین کا نام نہیں لکھا تھا' بلکہ محض جانشینی کی مجمل تجویز تھی۔ مروان نے اسی کے متعلق رائے لی' اس حد تک یہ تجویز نامناسب نہ تھی اس لیے سب نے اس سے اتفاق کیا۔ مروان نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی' اس کے بعد انہوں نے دوسرا حکم جانشین کے اعلان کا بھیجا۔ اس وقت مروان نے یزید کے نام کا اعلان کیا۔ یہ سنتے ہی لوگوں نے اختلاف کیا۔ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے اٹھ کر کہا تم اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں غلط کہتے ہو' اس سے امت کی بھلائی مقصود نہیں ہے بلکہ خلافت کو ہرقل کی شہنشاہی بنانا چاہتے ہو' کہ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل اس کا جانشین ہو۔ ایک روایت یہ ہے کہ مروان نے یہ کہا تھا کہ ''امیر المؤمنین چاہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی طرح یزید کو نامزد کر جائیں''۔ عبدالرحمن بن ابی بکر نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت نہیں بلکہ قیصر و کسریٰ کا طریقہ ہے۔ ان دونوں نے اپنے لڑکوں کو ولی عہد نہیں بنایا' بلکہ اپنے خاندان والوں کو اس سے دور

رکھا' یہ حالات مروان نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ اس درمیان میں مدینہ' بصرہ اور مختلف مقاموں کے وفود شام پہنچ چکے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے مدینہ کے ایک بزرگ محمد بن عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی۔ انہوں نے کہا' ہر راعی اپنی رعیت کا ذمہ دار ہے' اس لیے جسے آپ امت کا راعی بناتے ہیں اس پر خوب غور کر لیجئے"۔ مدینہ کے وفد کے بعد بصرہ کے رئیس الوفد احنف بن قیس سے جو بڑے مدبر اور بااثر رئیس تھے' رائے طلب کی۔ انہوں نے جواب دیا' اگر ہم سچ کہتے ہیں تو آپ کا ڈر ہے اور جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ کا خوف ہے۔ آپ یزید کے شب و روز کے مشاغل اس کے ظاہری اور پوشیدہ حالات سے مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی اس کو امت محمدی کے لیے آپ بہتر سمجھتے ہیں تو پھر اس میں صلاح و مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر ایسا نہیں سمجھتے تو خود دوسرے عالم کو جاتے ہوئے اس کو دنیا کا توشہ نہ دیجئے' ورنہ یوں تو آپ کا جو حکم ہو ہمارا کام اس کا سننا اور بجالانا ہے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کی ولی عہدی طے کر چکے تھے۔ یہ محض رسمی کارروائی تھی' اس لیے آخر میں کچھ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور کچھ کو لطف و کرم سے ہموار کر لیا اور عراق و شام کے باشندوں نے یزید کی بیعت کر لی۔ [1] لیکن اصل معاملہ حجاز کا تھا کہ مہاجرین و انصار کے باقیات اور صحابہ و صحابہ زادے یہیں تھے' اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خود مکہ اور مدینہ کا سفر کیا۔ اس وقت یہاں پانچ بزرگ ایسے تھے' جن کی جانب سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخالفت کا خطرہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن زبیر' حسین اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سب سے الگ الگ مل کر ہر ایک سے کہا کہ تم پانچوں آدمیوں کے علاوہ سب نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی ہے اور تم ان چاروں کی رہبری کر رہے ہو۔ ان میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ ہر ایک نے جواب دیا کہ میں کسی کی رہبری نہیں کر رہا ہوں' آپ چاروں آدمیوں سے کہیے' اگر وہ لوگ بیعت کر لیں تو مجھے بھی کوئی عذر نہیں ہوگا۔ اس طرح گویا چار آدمیوں سے الگ الگ بیعت کا وعدہ لے لیا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے البتہ تلخ گفتگو ہوگئی۔ [2]

یہ طبری کی روایت ہے' ابن اثیر کا بیان ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آمد کی خبر سن کر پانچوں آدمی مدینہ سے مکہ چلے گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچے اور ان سب کو لطف و مدارات اور حسن خلق سے مائل کرنے کی کوشش کی۔ ان لوگوں نے فرداً فرداً گفتگو کرنے کی بجائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جو سب سے زیادہ تجربہ کار اور گویا (قادر الکلام) تھے' اپنا نمائندہ بنایا۔ امیر نے ان سے کہا کہ تم لوگوں کے ساتھ میرا جو طرز عمل ہے اور جتنی صلہ رحمی کرتا ہوں اور تمہاری جس قدر باتیں

---

[1] یہ تمام واقعات طبری اور ابن اثیر سے ماخوذ ہیں۔ [2] طبری ج ۷' ص ۵۶' ۵۷۔

درگزر کرتا ہوں' وہ سب تم کو معلوم ہے' یزید تمہارا بھائی اور ابن عم ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم اسے صرف خلیفہ کا لقب دے دو باقی حکومت کا پورا انتظام' عمال کا عزل ونصب' خراج کی تحصیل و وصولی اور اس کا صرف تمہارے ہاتھوں میں رہے گا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں کہا کہ انتخاب خلیفہ کی تین نظیریں ہیں' یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی کو نامزد نہ کیجئے' مسلمان جسے پسند کریں گے منتخب کر لیں گے' یا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح کسی کو نامزد کیجئے' جس سے آپ کا کوئی تعلق نہ ہو' یا عمر رضی اللہ عنہ کی طرح چند آدمیوں میں سے ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دیجیے' اس کے علاوہ کوئی چوتھا طریقہ ہم نہیں قبول کر سکتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ آسانی کے ساتھ بیعت کرنے والے نہیں ہیں تو انہیں دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں نے کوئی مخالفت کی تو تلوار سے کام لیا جائے گا اور باہر نکل کر مسلمانوں میں اعلان کر دیا کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سربرآوردہ اور ان کے بہترین لوگ ہیں' بغیر ان کے مشورہ کے کوئی کام انجام نہ دیا جائے گا۔ انہوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے' اس لیے آپ لوگ بھی بیعت کر لیجئے۔ اہل مدینہ انہی بزرگوں کے فیصلہ کے منتظر تھے اس لیے اس اعلان پر سب نے بیعت کر لی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد لوگوں کو اصل واقعہ کا علم ہوا' لیکن پھر کسی نے کوئی مخالفت نہیں کی۔ [1]

علالت

۶۰ ھ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے' عمر کی اٹھتر منزلیں طے کر چکے تھے۔ زندگی کی کوئی امید نہ تھی' اس وقت یزید دمشق میں موجود نہ تھا۔ اس لیے اس کو آئندہ خطرات وطرز عمل کے متعلق یہ وصیت نامہ لکھوایا:

> ''جان پدر! میں نے تمہاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمہارے لیے راستہ صاف کر دیا ہے۔ دشمنوں کو زیر کر کے سارے عرب کی گردنیں تمہارے آگے جھکا دی ہیں اور تمہارے لیے ایک بڑا خزانہ جمع کر دیا ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہل حجاز کے حقوق کا ہمیشہ لحاظ رکھنا کہ وہ تمہاری اصل و بنیاد ہیں' جو حجازی تمہارے پاس آئے اس سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آنا۔ اس کی عزت کرنا اس پر احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبر گیری کرتے رہنا۔ اہل عراق کی ہر خواہش پوری کرنا۔ اور اگر وہ روزانہ عاملوں کا تبادلہ چاہیں تو روزانہ کر دینا کہ عمال کا تبادلہ تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر بنانا' ان کا خیال ہر حال میں مدنظر رکھنا۔ جب تمہارا کوئی

[1] ابن اثیر ج۔۳' ص ۲۲۰' ۲۲۱۔

دشمن تمہارے مقابلہ میں آئے تو ان سے مدد لینا' لیکن کامیاب ہونے کے بعد ان کو فوراً واپس بلا لینا' ورنہ دوسرے مقام پر زیادہ ٹھہرنے سے ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔ سب سے اہم معاملہ خلافت کا ہے' اس میں حسین بن علی' عبداللہ بن عمر' عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے علاوہ کوئی حریف نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کوئی خطرہ نہیں۔ انہیں زہد وعبادت کے علاوہ کسی اور چیز سے واسطہ نہیں ہے۔ عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انہیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما میں کوئی ذاتی حوصلہ وہمت نہیں ہے جو ان کے ساتھی کریں گے وہ اس کی پیروی کرلیں گے۔ البتہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی جانب سے خطرہ ہے' اہل عراق انہیں تمہارے مقابلہ میں لا کر چھوڑ دیں گے۔ جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار' بڑے حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں۔ البتہ جو شخص لومڑی کی طرح کاوے دے کر شیر کی طرح حملہ کرے گا' وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہے' اگر وہ صلح کرلیں تو فبہا' ورنہ قابو پانے کے بعد ان کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ان کے ٹکڑے اڑا دینا'' [1]

اپنے متعلق وصیتیں

اس وصیت نامہ کی تکمیل کے بعد اہل خاندان سے کہا:

''اللہ کا خوف کرتے رہنا کہ خوف کرنے والوں کو اللہ مصائب سے بچاتا ہے' جو اللہ سے نہیں ڈرتا اس کا کوئی مددگار نہیں' پھر اپنے ذاتی مال میں سے آدھا مال بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا''۔ [2]

تجہیز وتکفین کے متعلق یہ وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایک کرتہ عنایت فرمایا تھا۔ اس کو اسی دن کے لیے میں نے محفوظ رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور ناخن شیشہ میں محفوظ ہیں اور اس کرتہ میں مجھے کفنانا اور ناخن اور موئے مبارک کو آنکھ اور منہ میں رکھ دینا' شاید اللہ اس کے طفیل میں اس کی برکت سے مغفرت فرما دے [3] ان وصیتوں کے بعد رجب ۶۰ ھ میں انتقال کیا۔ وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین ہوئی۔ ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور عرب کے اس

[1] یہ وصیت طبری اور الفخری کے بیان کا خلاصہ ہے' طبری ج۔۵' ص۔۱۹۶' ۱۹۷ والفخری ص ۱۰۲۔

[2] طبری ج۔۷' ص ۲۰۲۔ [3] طبری ج۔۷' ص ۲۰۲۔

مدبر اعظم کو دمشق کی سرزمین میں سپرد خاک کیا گیا۔ انتقال کے وقت اٹھہتر سال کی عمر تھی' مدت خلافت ۱۹ سال چند مہینے۔ [1]

ازواج واولاد

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں' دو بیویوں سے اولادیں ہوئیں۔ ایک بیوی میسون بنت بحدل کے بطن سے یزید اور ایک بچی تھی اور فاختہ بنت قرظہ کے بطن سے عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔ عبدالرحمٰن کا انتقال غالباً بچپن ہی میں ہو گیا تھا۔ عبداللہ امیر رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت زندہ تھا' مگر اس میں کوئی مادہ نہ تھا۔

نظام خلافت اور امیر رضی اللہ عنہ کے کارنامے

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نظام خلافت میں سب سے بڑا انقلاب یہ ہوا کہ خلافت اسلامیہ موروثی وشخصی حکومت کے قالب میں آ گئی جس سے اس کی اصل روح بدل گئی' لیکن اس کا ظاہری ڈھانچہ وہی رہا جو خلافت راشدہ کے زمانہ میں تھا' بلکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو مختلف حیثیتوں سے اور زیادہ ترقی دی۔ مسلسل خانہ جنگی سے نظام خلافت میں جو برہمی پیدا ہو رہی تھی اسے از سر نو قائم کیا۔ اندرونی اور بیرونی طاقتوں کا خاتمہ کر کے امن وسکون پیدا کیا۔ بغاوتیں فرو کیں' نئے ملک فتح کیے' تمدنی ضروریات کے مطابق بہت سے نئے شعبے قائم کیے اور اپنے بعد ایک وسیع اور طاقتور حکومت چھوڑ گئے۔

امیر کے مشیر کار

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت شخصی تھی' اس میں خلافت راشدہ کی طرح مہاجرین وانصار کی مجلس شوریٰ نہ تھی' لیکن اس عہد کے عرب کے اکثر نامور مدبر مثلاً عمرو بن العاص' مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اور زیاد بن ابی سفیان امیر کے خاص مشیروں میں تھے اور کوئی اہم کام بغیر ان کے مشورے کے انجام نہ پاتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کامیابیاں ان کی ذاتی تدبیر وسیاست کے علاوہ ان مدبرین کی صلاح ومشورہ کا بھی نتیجہ تھیں۔

صوبے اور ان کا نظام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صوبوں کی تقسیم اور اس کا نظام وہی رہا جو عہد فاروقی میں تھا۔

[1] استیعاب ج۔ا' ص ۲۶۲۔

مغرب کے نئے مفتوحہ علاقے مصر کے اور مشرق کے خراسان کے ماتحت تھے اور ان کے نظام میں کوئی خاص تغیر نہیں ہوا۔

فوج

فوج کی سپہ سالاری کئی پشتوں سے بنی امیہ میں چلی آ رہی تھی۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صیغۂ فوج میں نمایاں ترقی ہوئی۔ بری فوج کا نظام حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں اتنا مکمل ہو چکا تھا کہ اس میں کسی مزید ترمیم و اضافہ کی ضرورت نہ تھی، جن پہلوؤں سے ترقی کی گنجائش تھی اسے ترقی ہوئی، تفصیل آگے آئے گی۔

بحری فوج

بحری فوج میں نمایاں ترقی ہوئی۔ بحری فوج امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ میں قائم کر دی تھی، اور اس کو اتنی ترقی دی تھی کہ اسی زمانہ میں پانچ سو جہازوں کے بیڑے کے ساتھ قبرص پر حملہ کیا تھا۔ خود ان کے زمانہ میں بحری بیڑا اتنا طاقتور ہو گیا تھا کہ بحر روم مسلمانوں کا بازی گاہ بن گیا، جس کی تفصیلات اوپر گزر چکی ہیں۔

امیر البحر

بحری فوج کی سپہ سالاری کا علیحدہ مستقل عہدہ قائم کیا، چنانچہ جنادہ بن ابی امیہ اور عبداللہ بن قیس حارثی رضی اللہ عنہما اس عہدہ پر ممتاز تھے۔ عبداللہ نے پچاس بحری معرکے سر کیے اور جنادہ رضی اللہ عنہ یزید کے زمانہ تک بحری لڑائیوں میں مصروف رہے۔ [1]

جہاز سازی کے کارخانے

جا بجا جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے۔ سب سے پہلے یہ کارخانہ مصر میں قائم ہوا۔ [2] بلاذری کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ساحلی مقاموں پر کارخانے تھے۔ [3]

سرمائی اور گرمائی فوجیں

موسم اور مختلف ملکوں کی آب و ہوا کے اعتبار سے فوج کی دو قسمیں شاتیہ اور صائفہ یعنی سرمائی

---

[1] اسد الغابہ تذکرہ جنادہ۔ [2] حسن المحاضرہ ج ۲، ص ۱۹۹۔ [3] فتوح البلدان ص ۱۴۴۔

اور گرمائی قرار دیں' جو موسم کے لحاظ سے مختلف ملکوں میں برسرِ پیکار رہتی تھیں۔

قلعوں کی تعمیر

بہت سے نئے قلعے بنوائے' پرانے قلعوں کی مرمت کرائی۔ خصوصاً شام میں جو اموی حکومت کا پایہ تخت تھا اور جس پر رومیوں کے حملہ کا زیادہ خطرہ تھا۔ قلعوں کو مستحکم کر دیا۔ انطرطوس' بلینارس اور مرقیہ میں نئے قلعے بنوائے۔ رومیوں کے پرانے قلعہ جبلہ کو جو شام کی فتح کے زمانہ میں ویران ہو گیا تھا' دوبارہ آباد کیا۔ [1] روڈس میں ایک قلعہ بنوایا جو سات برس تک فوجی مرکز رہا۔ [2] مدینہ میں ایک قلعہ قصر خل بنوایا۔ [3] اس کے علاوہ قبرص اور ارواڈ میں فوجی چھاؤنیاں قائم کیں۔ فوجی ضروریات کے لیے شہر قیروان آباد کیا۔

منجنیق کا استعمال

منجنیق کا استعمال مسلمانوں میں غالباً سب سے پہلی مرتبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا۔ کابل کے محاصرہ میں سنگباری سے شہر پناہ توڑی گئی تھی۔ [4]

پولیس کا صیغہ

ملک کے اندرونی نظام اور قیام امن کے لیے پولیس کے صیغہ کو بڑی ترقی ہوئی' خصوصاً عراق میں جہاں ہمیشہ فتنہ و فساد رہتا تھا۔ پولیس کا بڑا زبردست انتظام رہتا تھا۔ شہر کوفہ میں چالیس ہزار پولیس تھی۔ امن و امان کا یہ حال تھا کہ کوئی شخص راستہ میں گری پڑی چیز اٹھانے کی ہمت نہ کر سکتا تھا' تا آنکہ خود اس کا مالک آ کر نہ اٹھاتا' راتوں کو عورتیں اپنے گھروں میں تنہا کواڑ کھول کر سوتی تھیں۔ زیاد والی عراق کا دعویٰ تھا کہ اگر کوفہ سے خراسان تک رسی کا ایک ٹکڑا بھی ضائع ہو جائے تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ کس نے لیا۔ ایک مرتبہ اس نے کسی کے گھر سے گھنٹہ بجنے کی آواز سنی' پوچھا تو معلوم ہوا کہ گھر والے پہرہ دے رہے ہیں۔ اس نے کہا اس کی ضرورت نہیں' اگر کسی کا مال ضائع ہو جائے گا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ [5] قیام امن کے لیے مشتبہ لوگوں کی نگرانی بھی ایک احتیاط ہے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دمشق کے تمام بدمعاشوں کے نام درج رجسٹر کرائے تھے۔ [6] زیاد نے جعد بن قیس کو بدمعاشوں کی نگرانی پر مقرر کیا تھا۔ [7]

---

[1] بلاذری ص ۱۴۰۔ [2] بلاذری ص ۲۴۴۔ [3] بلاذری ص ۱۶۰۔ [4] ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۴۔
[5] طبری ج ۷ ص ۷۷، ۸۹۔ [6] ادب المفرد باب الظن۔ [7] طبری ج ۷، ص ۸۷۔

برید (ڈاک)

اسلامی حکومت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے سرکاری ڈاک اور خبر رسانی کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ انہوں نے برید کے نام سے اس کا مستقل صیغہ قائم کیا۔ اس کا نظام کہ ملک بھر میں تھوڑی تھوڑی مسافت پر تیز رفتار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ سرکاری ہرکارے منزل بمنزل انہیں بدلتے ہوئے ایک مقام کی خبریں دوسرے مقام پر لاتے اور لے جاتے تھے۔ ❶

دیوان خاتم

اسی طرح سرکاری فرامین کی نقلیں دفتر میں رکھنے کا کوئی انتظام نہ تھا۔ اس سے لوگوں کو ان میں ردوبدل کا موقع مل جاتا تھا' چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے ایک لاکھ کے دو لاکھ بنا کر وصول کر لیے' اس وقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیوان خاتم کے نام سے ایک نیا شعبہ قائم کیا' وہ جو حکم صادر کرتے تھے وہ پہلے دیوان خاتم میں آتا تھا۔ یہاں اس کی ایک نقل رکھ لی جاتی تھی اور دفتر کا محرر حکم نامہ کو لفافہ میں بند کر کے اس پر مہر لگا کر آگے بڑھاتا تھا' اس احتیاط کے بعد احکام میں تغیر وتبدل کا امکان باقی نہ رہ گیا۔ ❷ یہ طریقہ محض احکام شاہی کے لیے مخصوص نہ تھا' بلکہ بڑے بڑے حکام بھی اس پر عامل تھے' چنانچہ زیاد اپنے تمام فرامین وخطوط کی نقلیں رکھواتا تھا۔ ❸

رفاہ عام کے کام

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے ایسے کام ہوئے جن سے حکومت کے ساتھ رعایا کو بھی فائدہ پہنچا۔

نہریں

زراعت کی ترقی کے لیے بہت سی نہریں جاری کرائیں' جن سے لاکھوں ایکڑ زمین سیراب ہوتی تھی۔ اس سے ملک کی زراعت میں بڑی ترقی ہوئی اور قحط سالی کا خطرہ جاتا رہا۔ مدینہ کے قرب و جوار میں نہر کظامہ' نہر ازرق اور نہر شہداء وغیرہ متعدد نہریں کھدوائیں۔ ❹ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بصرہ میں ایک نہر کھودی گئی تھی' جو نہر معقل کے نام سے موسوم تھی۔ زیاد نے دوبارہ اسے کھدوا کر

---

❶ الفخری ص ۹۷۔ ❷ الفخری ص ۹۷۔

❸ یعقوبی ج ۲' ص ۲۷۹۔ ❹ وفاء الوفاء ج ۲' ص ۱۷۱ و خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۶۔

صاف کرایا۔ [1] عبیداللہ بن زیاد نے بخارا کے کوہستان میں ایک نہر نکالی۔ [2] حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے اہتمام میں ایک نہر کھودی گئی مگر اس کا افتتاح نہ ہو سکا۔ [3] نہر کے علاوہ پہاڑ کی گھاٹیوں کے گرد بند باندھوا کر تالاب بنوائے گئے' جن میں برسات کا پانی جمع ہوتا تھا۔ [4] ان نہروں کے ذریعہ سے پیداوار میں جو ترقی ہوئی' اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف مدینہ کے قرب و جوار کی نہروں کے ذریعہ ڈیڑھ لاکھ وسق خرما اور ایک لاکھ وسق گیہوں پیدا ہوتا تھا۔ [5]

شہروں کی آبادی

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں بعض پرانے ویران شہر دوبارہ آباد ہوئے اور نئے شہر بسائے گئے' چنانچہ شام کا اجڑا ہوا شہر مرعش دوبارہ آباد کیا گیا۔ ایک نیا شہر قیروان افریقہ میں بسایا گیا۔ افریقہ کے بربر بڑے بغاوت پسند تھے۔ جب تک ان کے سر پر فوجی قوت مسلط رہتی' اس وقت تک وہ مطیع و منقاد رہتے تھے اور جہاں آزاد ہوتے فوراً باغی ہو جاتے۔ اس لیے عقبہ بن نافع فہری نے یہاں فوجی چھاؤنی قائم کرنے کی غرض سے ساحل سے ہٹ کر جنگل کٹوا کر ایک شہر بسایا' اور اس کے وسط میں دارالامارت کی عمارت بنوائی اور اس کے چاروں طرف مسلمانوں کے محلے آباد کر کے ایک جامع مسجد تعمیر کی۔ رفتہ رفتہ اس شہر نے اتنی ترقی کی کہ شمالی افریقہ میں مسلمانوں کا مرکزی شہر بن گیا۔ [6]

اسلام کی نو آبادیاں

مختلف مقاموں پر اسلامی نو آبادیاں قائم کیں۔ ۴۳ھ میں انطاکیہ میں ایک نو آبادی بسائی۔ [7] روڈس اور ارواڈ کے جزیروں میں مسلمان آباد کیے۔ [8] اور متعدد مقاموں پر خصوصاً جہاں کسی دوسری حکومت کی سرحد ملتی تھی اور مسلمانوں کی آبادی کم تھی' وہاں مسلمان آباد کیے۔ اس سے دو فائدے ہوئے: ایک یہ کہ ان مقاموں پر دوسری قوموں کے حملہ کا خطرہ کم ہو گیا' دوسرے اسلامی حکومت میں جہاں جہاں مسلمان نہ تھے' ان کی آبادی ہو گئی۔

مجاہدین کے بچوں کے وظائف

مجاہدین کے بچوں کے وظائف سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقرر کیے۔ وقتاً فوقتاً اس

---

[1] فتوح البلدان ص ۳۶۶۔ [2] طبری ج ۷' ص ۱۶۹۔ [3] طبری ج ۷' ص ۱۵۶۔
[4] وفاء الوفاء ج ۲' ص ۳۲۱۔ [5] وفاء الوفاء ج ۲' ص ۲۴۷۔ [6] معجم البلدان ذکر قیروان۔
[7] فتوح البلدان ص ۱۵۴۔ [8] فتوح البلدان ص ۲۴۴۔

میں تغیرات ہوئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو قائم رکھا لیکن اتنی ترمیم کر دی کہ دودھ چھوڑنے کے بعد وظیفہ جاری ہوتا تھا۔ [1]

ذمیوں کے مال و جائیداد کی حفاظت

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو ذمیوں کے حقوق کی حفاظت میں بڑا اہتمام تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا۔ ان کے معاہدہ کا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ عقبہ بن نافع فہری کو جو مصر کے گورنر تھے، تھوڑی سی زمین کی ضرورت تھی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجازت سے انہوں نے ایک پرتی زمین جو کسی کے قبضہ میں نہ تھی، انتخاب کی، ان کے نوکر نے کہا کوئی عمدہ قطعہ پسند کیجیے، انہوں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا، ذمیوں سے جو معاہدہ ہے اس میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان کی زمین ان کے قبضہ سے نہ نکالی جائے گی۔ [2] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یوحنا کے گرجے کے پاس مسجد تعمیر ہوئی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے گرجے کو بھی اس میں شامل کر لینا چاہا، لیکن عیسائی راضی نہ ہوئے اس لیے یہ خیال ترک کر دیا۔ [3]

ذمہ دار عہدوں پر غیر مسلموں کا تقرر

فوج میں تو غیر مسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ ہی سے بھرتی کر لیے جاتے تھے، لیکن اس زمانہ میں انہوں نے اعتماد نہ پیدا کیا۔ اس لیے ذمہ داری کے عہدوں پر ان کا تقرر نہ ہوتا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں متعدد غیر مسلموں کو ذمہ دار عہدوں پر مامور کیا، چنانچہ ابن آثال نصرانی کو حمص کا کلکٹر مقرر کیا۔ [4] اور سرجون بن منصور رومی کو کاتب (پرائیویٹ سیکرٹری) بنایا۔ [5]

مذہبی خدمات

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت خلافت راشدہ کے مقابلہ میں خالص دنیاوی تھی، لیکن بہر حال وہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے، اس لیے سلطنت کی مادی اور دنیاوی ترقیوں کے ساتھ وہ دین و مذہب کی خدمت سے غافل نہ تھے۔

اشاعت اسلام

[1] فتوح البلدان ص ۴۶۴۔ [2] مقریزی ج ۱، ص ۲۰۸۔ [3] بلاذری ص ۱۳۳۱۔
[4] یعقوبی ج ۲، ص ۲۶۵۔ [5] طبری ج ۲، ص ۲۸۳۔

ان کے زمانہ میں اسلام کی بھی خاصی اشاعت ہوئی۔ شمالی افریقہ کے بربری بغاوت کے ساتھ مرتد بھی ہو جاتے تھے۔ قیروان آباد کر کے اس کا تدارک کیا گیا' رومیوں کی بھی معتدبہ تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی۔

حرم کی خدمت

شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں خانہ کعبہ پر معمولی غلاف چڑھایا جاتا تھا' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قیمتی غلاف چڑھایا' اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دیبا سے آراستہ کیا' اور اس کی خدمت کے لیے غلام مقرر کیے۔ [1]

مسجدوں کی تعمیر

اس زمانہ میں بکثرت مسجدیں تعمیر ہوئی۔ زیاد نے بصرہ کی جامع مسجد کو تڑوا کر اینٹ اور چونے کی نہایت وسیع عمارت بنوائی۔ [2] قبرص میں بہت سی مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ [3] قیروان کی آبادی کے سلسلہ میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے یہاں ایک جامع مسجد بنوائی' جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں کابل کے معماروں سے کابلی طرز کی ایک مسجد تعمیر کروائی۔ [4] مصر کی مسجدوں میں مینار کا رواج نہ تھا' مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے تمام مسجدوں میں مینار بنوائے۔ [5]

امیر رضی اللہ عنہ کے طرز حکومت اور بعض غلط روایات پر تبصرہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کارناموں کے بعد ان کی بعض واقعی کمزوریوں اور ان مبالغہ آمیز بلکہ غلط اور گمراہ کن واقعات پر تبصرہ ضروری ہے' جن کی شہرت عام نے امیر کی جانب سے بہت سی غلط فہمیاں پھیلا دی ہیں اور ان کے دشمن تو دشمن کوتاہ نظر دوستوں کے دلوں میں بھی ان کی جانب سے شکوک و شبہات ہیں۔ اس پر بحث و تبصرہ سے پہلے اصولی طور پر اسے سمجھ لینا چاہیے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد تھے اور نہ ان کی حکومت خلافت راشدہ یعنی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ تھی' بلکہ وہ ایک دنیاوی حکمران تھے اور ان کی حکومت دنیاوی بادشاہت تھی' جس میں اس کی برائیاں کم اور خوبیاں زیادہ تھیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں یقیناً کمزوریاں تھیں' لیکن جن کمزوریوں سے کسی اسلامی اصول کی پامالی نہ ہوتی ہو وہ چنداں لائق التفات نہیں۔

---

[1] یعقوبی جلد ۲' ص ۲۸۳۔ [2] فتوح البلدان ص ۳۵۵۔ [3] فتوح البلدان ص ۱۶۰۔
[4] فتوح البلدان ص ۴۰۲۔ [5] اصابہ تذکرہ مسلمہ بن مخلد۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان کی ناحق صف آرائی اور اس میں کامیابی کے لیے ہر طرح کے جائز و ناجائز وسائل کا استعمال' حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی رسم' یزید کی ولی عہدی' یہ سب ان کی ایسی کھلی ہوئی غلطیاں ہیں جن سے کوئی حق پرست انکار نہیں کر سکتا۔ خصوصاً یزید کی ولی عہدی نے خلافت کی اصلی روح اور اسلامی حریت و آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین نے ان کی غلطیوں کو اسی حد تک محدود نہیں رکھا بلکہ ایسے ایسے افسانے گھڑ کر یا معمولی واقعات کو ایسی رنگ آمیزی کے ساتھ امیر کی جانب منسوب کر دیا' جو ایک صحابی کیا' ایک معمولی انسان کے رتبہ سے بھی فروتر ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں ان کے جبر و استبداد اور ظلم و جور کی داستانیں اور دوسرے مختلف قسم کے الزام ہیں' لیکن یہ سب کے سب یا تو بالکل غلط ہیں یا اصل واقعات کی شکل کو مسخ کر کے بدنما بنا دیا گیا ہے اور جو واقعات جس حد تک صحیح ہیں وہ ایک دنیاوی فرمانروا کے لیے قابل الزام نہیں۔ اس کتاب میں ان سب پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں۔ ہم نے سیر الصحابہ رضی اللہ عنہم کے چھٹے حصہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت میں ان پر مفصل تنقید کی ہے۔ اس موقع پر صرف ان واقعات کی شہرت کے اسباب اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اصول سیاست اور طرز جہاں بانی پر تبصرہ کیا جاتا ہے' اس سے اصل حقیقت آشکارا ہو جائے گی۔

امیر کے اصول حکمرانی

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت شخصی تھی' وہ اس کے استحکام و بقا کے لیے ہر ممکن تدبیر و طریقہ اختیار کرتے تھے' لیکن کسی حالت میں ان کا قدم دنیاوی حکمرانی کے نقطۂ نظر سے جائز حدود سے باہر نہیں نکلا' وہ بڑے متحمل مزاج تھے' ان کا حلم تاریخی مسلمات میں ہے' ان کے مخالفین بھی ان کے تحمل اور برداشت کے معترف تھے۔ مشہور شیعی مؤرخ ابن طقطقی لکھتا ہے کہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) حلم کے موقع پر حلم سے اور سختی کے موقع پر سختی سے کام لیتے تھے' لیکن حلم کا پہلو غالب تھا۔ [1] ان کے حلم کے بہت سے واقعات الفخری اور طبری وغیرہ سے نقل کیے ہیں۔ وہ جب تک سختی کے لیے مجبور نہ ہو جاتے تھے' اس وقت تک سختی سے کام نہ لیتے تھے۔ اس بارے میں ان کا اصول یہ تھا:

> ''جہاں میرا کوڑا کام دیتا ہے' وہاں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا' اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ قائم ہو تو میں اس کو نہیں توڑتا' جب لوگ اس کو کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں

[1] الفخری ص ۹۵۔

اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں''۔ ❶

جب ان کے ہوا خواہ ان کے غیر معمولی حلم پر انہیں ملامت کرتے تو یہ جواب دیتے کہ میں اس وقت تک لوگوں کی زبان نہ روکوں گا جب تک وہ میری حکومت اور میرے درمیان مزاحمت نہ کریں۔ ❷ ان کا یہ اصول اپنے عمال اور رعایا دونوں کے لیے تھا۔ زیاد کے ایک عامل کے رقبہ حکومت میں خراج کی آمدنی گھٹ گئی' وہ زیاد کے خوف سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھاگ گیا۔ زیاد کو معلوم ہوا تو اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ اس طریقہ سے دوسرے بدآموز ہو جائیں گے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ سب کے ساتھ ایک ہی سیاست برتنا میرے اور تمہارے کسی کے لیے مناسب نہیں ہے۔ نہ ہم کو سب کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے کہ لوگ سرکش ہو جائیں اور نہ سب پر سختی کرنی چاہیے کہ ان کا جینا دوبھر ہو جائے' تم سختی کے لیے رہو' میں نرمی کے لیے۔ ❸ قریش خصوصاً بنی ہاشم کے بزرگ شام جا کر ان کے مہمان ہوتے اور ان کے منہ پر ان کی برائیاں کرتے' لیکن امیر ٹال جاتے اور اس کے بدلہ میں روپیہ پیسہ اور ہدایا و تحائف سے ان کی خدمت کرتے۔ ❹ ہاں ان جماعتوں پر ضرور سختی کی گئی جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کا تختہ الٹنا چاہتی تھیں' لیکن دنیا کا کوئی فرمانروا باغیوں اور انقلاب پرستوں کے ساتھ نرمی نہیں کر سکتا' تاہم ان کے ساتھ بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمال نے ابتدا میں بڑی نرمی سے کام لیا' انہیں ہر طرح سے سمجھایا' امن وسکون کے ساتھ رہنے اور اطاعت اور فرمانبرداری کی تلقین کی' انعام و اکرام کے وعدے کیے جس کی شاہد مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد کی تقریریں ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں۔

قیام عدل اور رعایا کی دادرسی

عدل وانصاف کے قیام اور رعایا کی دادرسی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اتنا اہتمام تھا کہ وہ دربار میں آنے سے پہلے روزانہ مسجد میں جا کر رعایا کی شکایتیں سننے کے لیے بیٹھتے اور ان کے سامنے کمزور ناتوان' دیہاتی عورتیں' بچے اور لاوارث ہر طبقہ کے لوگ پیش کیے جاتے۔ یہ سب اپنی اپنی شکایتیں بیان کرتے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی وقت اس کے تدارک کا حکم دیتے تھے۔ اس کے بعد دربار میں جاتے اور اشراف کو باریاب کرتے اور ان سے کہتے کہ تم لوگ اشراف اس لیے کہلاتے ہو کہ تم کو دربار میں کم رتبہ لوگوں پر شرف عطا کیا گیا ہے' اس لیے جو لوگ میرے پاس نہیں آتے ان کی ضرورت مجھ

---

❶ یعقوبی ج ۲' ص ۲۸۳۔ ❷ طبری ج ۷' ص ۲۱۴۔
❸ تاریخ الخلفاء ص ۲۰۲۔ ❹ الفخری ص ۹۴۔

سے بیان کیا کرو۔ [1]

بیت المال

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جو الزام لگائے جاتے ہیں ان میں ایک بڑا الزام بیت المال میں بیجا اسراف کا ہے' اس میں شبہ نہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی طرح فقر و فاقہ کی زندگی بسر کر کے بیت المال کو محض قوم و ملک کے مصارف تک محدود نہیں رکھا' بلکہ حکومت کی ضروریات کے ساتھ وہ اپنے آرام و آسائش پر بھی صرف کرتے تھے' لیکن بیت المال کے کسی سابق مصرف کو انہوں نے بند نہیں کیا اور اس سے بہت سے مفید کام انجام دیئے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے جو وظائف جاری تھے وہ برابر جاری رہے۔ اسی بیت المال سے انہوں نے فوجیں تیار کیں' بحری بیڑے بنوائے' فتوحات میں صرف کیا' قلعے بنوائے' پولیس کو ترقی دی' خبر رسانی کا محکمہ قائم کیا' دفاتر بنوائے' نہریں کھدوائیں' اسلامی نو آبادیاں قائم کیں اور بہت سے مفید کام انجام دیئے' اسی کے ساتھ انہوں نے اپنی حکومت کے استحکام میں بھی صرف کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس عہد کے مسلمانوں کے سامنے خلافت راشدہ کا نمونہ تھا۔ اسی لیے وہی خصوصیات وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں بھی ڈھونڈتے تھے' حالانکہ ان دونوں کا موازنہ ہی صحیح نہیں ہے۔ اگر ایک دنیاوی حکمران کی حیثیت سے ان کے عہد پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے اعتراض خود بخود ان پر سے اٹھ جاتے ہیں۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور غلط واقعات کی شہرت کے اسباب

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈے کا سب سے بڑا سبب بنی ہاشم اور بنی امیہ کی پرانی چشمک اور خلافت کے بارے میں اہل بیت اور غیر اہل بیت کا سوال ہے۔ اس سوال نے خلفائے راشدین تک کا دامن محفوظ نہ چھوڑا' جو خلاصہ امت تھے' تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کس شمار میں ہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا ایک سبب یہ تھا کہ وہ اموی تھے' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف صف آرائی کی اور ان کی مخالفت کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ان پر سب و شتم کا طریقہ جاری کیا' پھر حسن رضی اللہ عنہ پر فوج کشی کی' یزید کو ولی عہد بنایا' جس کے زمانہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ عظمیٰ پیش آیا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں جس کے بانی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں' شیعیان علی رضی اللہ عنہ پر سختیاں ہوئیں' اس لیے وہ قدرتاً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے۔ انہوں نے ان واقعات سے جنہیں عام طور سے ناپسند

---

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲' ص ۲۲۳ حاشیہ نفح الطیب۔

کیا جاتا تھا' فائدہ اٹھا کر ان کو ہر طرح کے الزاموں کا نشانہ بنا دیا' ممکن تھا ان کی آواز کچھ عرصہ کیلئے دب جاتی لیکن انہی واقعات کی بنیاد پر بنی عباس نے حکومت کی تعمیر شروع کر دی' ان کا داعی اعظم ابو مسلم خراسانی اور ان کے بہت سے وزراء اور عمال حکومت شیعہ تھے۔ اس لیے سیاسی مصالح کی بنا پر سینکڑوں افسانے تراش کر بنی امیہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر دیئے گئے اور ان کی جانب سے نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کرنے کے لیے ان کی پوری تشہیر کی گئی۔ بنی عباس کی حکومت سندھ سے لے کر اسپین تک تھی اور کم وبیش چھ سو سال تک رہی۔ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور بنی امیہ کے مثالب جو سیاسی مصالح کی بنا پر گھڑے گئے تھے' مشرق سے مغرب تک پھیل گئے۔ انہی کے زمانہ میں تاریخیں لکھی گئیں' یہ تاریخ نویسی کا بالکل ابتدائی دور تھا۔ واقعات کی تحقیق وتنقید مؤرخ کا فرض نہ سمجھا جاتا تھا' بلکہ وہ اسی کو تاریخی دیانت سمجھتے تھے کہ انہیں جو معلومات حاصل ہوں' انہیں بے کم وکاست اپنی رائے ظاہر کیے بغیر تاریخوں میں داخل کر لیں۔ اس لیے صحیح واقعات کے ساتھ بہت سی کمزور روایات اور غلط واقعات بھی تاریخوں میں داخل ہو گئے۔ انہی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مثالب بھی ہیں۔ بنی امیہ سے بنی عباس کی نفرت وعداوت کا یہ حال تھا کہ آخری اموی فرمانروا مروان الحمار کی شکست کے بعد خاندان بنی امیہ کے نوے افراد گرفتار ہوئے۔ یہ غریب کھانا کھانے کے لیے جمع کیے گئے' عین اس وقت بنی ہاشم کے ایک معمولی غلام شبل بن عبداللہ نے بنی امیہ پر اشتعال دلانے والے چند اشعار پڑھ دیئے' انہیں سن کر سفاح عباسی بانی دولت عباسیہ کے چچا عبداللہ بن علی نے اسی وقت کل اموی قیدیوں کو خیمہ کی چوبوں سے پٹوا کر مروا ڈالا اور نیم بسمل لاشوں کے ڈھیر پر دستر خوان بچھوا کر کھانا کھایا اور فرش کے نیچے دم توڑنے والوں کی سسکیوں کی آواز آ رہی تھی۔ ان کے علاوہ جہاں اموی ملے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کر دیئے گئے۔ صرف شیر خوار بچے اور وہ لوگ باقی بچے جنہوں نے بھاگ کر اسپین میں پناہ لی۔ یہ تو زندوں کے ساتھ سلوک ہوا۔ مردوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس سے بھی زیادہ عبرت آموز ہے۔ تمام خلفائے بنوامیہ کی قبریں کھدوا کر اور ان کی ہڈیاں نکلوا کر پھنکوا دیں' ہشام کی لاش سالم نکلی تھی' اسے سولی پر لٹکا کر آگ میں جلوا دیا گیا۔ [1]

بنی امیہ کے ساتھ جن لوگوں کی دشمنی کا یہ حال ہو' ان کے بارے میں ان کے عہد کے مشتہر کردہ واقعات اور ان کے عہد کی مرتب کردہ تاریخوں کا کیا اعتبار؟ مسلمان مؤرخین کی اہمیت پھر بھی لائق ستائش ہے کہ ان حالات میں بھی انہوں نے جرأت وصداقت سے کام لے کر ان واقعات کے ساتھ ساتھ بنی امیہ کے محاسن بھی قلم بند کر دیئے۔ دوسری قوم کے مؤرخین مشکل سے جس کی ہمت کر سکتے تھے۔

[1] ابو الفدا' ج۱' ص۲۱۲۔

بنی امیہ کے متعلق غلط روایات کے اندراج کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں شیعہ سنی اختلافات نے یہ شکل اختیار نہ کی تھی۔ اس کی زیادہ تر حیثیت پولیٹکل تھی۔ اس پر مذہب کا رنگ اتنا گہرا نہ چڑھا تھا' اس لیے مؤرخین تو مؤرخین' محدثین تک ان کی روایتیں قبول کرتے تھے۔ چنانچہ صحاح میں بھی ان کی روایتیں ہیں۔ اس لیے بنی امیہ کے متعلق بھی ان کے بیانات کتابوں میں داخل ہو گئے' گو شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ بنی امیہ کے بارے میں ان کے بیانات کا کیا درجہ ہوگا۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تہی دامن نہ تھے۔ ابتدا سے لکھنے پڑھنے میں مہارت رکھتے تھے۔ اسی بنا پر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب وحی بنایا تھا۔ مذہبی علوم میں اتنا درک تھا کہ صاحب علم وافتاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں شمار تھا۔ 1 حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ان کے تفقہ فی الدین کے معترف تھے۔ 2 قرآن مجید کی تفسیر وتاویل پر بھی نظر تھی۔ ۱۶۳ حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نام بھی ہیں۔ شعروادب کا بھی مذاق رکھتے تھے اور اشعار کو تہذیب اخلاق کا بہترین ذریعہ سمجھتے تھے۔ 3 تقریر فصیح ہوتی تھی۔ ان کی متعدد تقریریں تاریخوں میں موجود ہیں۔ جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں بھی ایک تقریر نمونۃً درج کی ہے۔ 4 غرض وہ اس عہد کے جملہ مروجہ علوم میں کچھ نہ کچھ درک رکھتے تھے۔

تاریخ کی پہلی کتاب

تاریخ اسلام میں اس وقت تک فن تاریخ کے اوراق بالکل سادہ تھے۔ سب سے پہلے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس زمانہ کے ایک ممتاز اخباری عبید بن شریہ سے تاریخ قدیم کی داستانیں' سلاطین عجم کے حالات اور زبانوں کی ابتدا اور اس کے پھیلنے کی تاریخ لکھائی۔ یہ مسلمانوں میں تاریخ کی سب سے پہلی کتاب تھی۔ 5

سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے بعد کے مسلمانوں میں تھے۔ انہیں صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کا زیادہ موقع نہ مل سکا تھا۔ اس لیے ان میں علم وعمل کا وہ جوہر پیدا نہ ہو سکے جو مہاجرین اولین

---

1 اعلام الموقعین ج ۱' ص ۱۳۔ 2 بخاری مناقب معاویہ رضی اللہ عنہ۔ 3 کتاب العمدہ ص ۱۰۔
4 کتاب البیان والتبیین ج ۱' ص ۱۱۲' ۱۱۳۔ 5 فہرست ابن الندیم ص ۱۳۲۔

کا طغرائے امتیاز ہیں' تاہم وہ صحابی رسول تھے' اس لیے ان کا دامن اخلاق فضائل سے خالی نہ تھا۔

خوف وخشیت الٰہی

انہیں دنیا کی مختلف آزمائشوں میں مبتلا ہونا پڑا' جن میں وہ بحیثیت صحابی رسول ﷺ اپنا دامن نہ بچا سکے لیکن ان کا دل خوف وخشیت الٰہی سے خالی نہ تھا۔ وہ مواخذہ قیامت کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے اور اس کے عبرت آموز واقعات سن کر زار وزار روتے تھے۔ [1]

دنیاوی ابتلا پر تاسف وپشیمانی

دنیاوی ابتلا کا پورا احساس واعتراف تھا اور اس پر ندامت وپشیمانی تھی۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں تھے کہ ایک مقام پر منزل ہوئی۔ ایک اونچے اور بلند مقام پر فرش بچھا دیا گیا۔ سامنے سے ان کے خدم و حشم' اونٹ گھوڑے' لونڈی اور غلام قطار در قطار گزرنے لگے' انہیں دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھی ابن مسعدہ سے کہا' اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے' نہ انہوں نے دنیا کو چاہا نہ دنیا نے انہیں چاہا۔ عمر رضی اللہ عنہ کو دنیا نے چاہا لیکن انہوں نے اس کو نہ چاہا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کو کچھ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا اور ہم لوگ تو بالکل اسی میں آلودہ ہو گئے' وہ یہ کہہ رہے تھے اور ان پر ندامت وپشیمانی کے آثار طاری تھے۔ [2]

مرض الموت میں ان آزمائشوں کو یاد کر کے کہتے تھے'' کاش میں ذی طویٰ (نام مقام) کا ایک معمولی قریشی ہوتا اور ان معاملات میں نہ پڑا ہوتا''۔ [3]

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت

تمام خلفا امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت باعث سعادت سمجھتے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس سعادت سے محروم نہ رہے' وہ ایک ایک مشت ایک ایک لاکھ رقم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ [4]

عام فیاضی

ان کی یہ فیاضی امہات المومنین تک محدود نہ تھی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم' اکابر قریش اور دوسرے اعیان وشرفا پر ان کا ابر کرم برستا رہتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس' ابن زبیر' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اور

---

[1] ترمذی ابواب الزہد۔
[2] طبری ج ۷ ص ۲۱۲۔
[3] اسد الغابہ ج ۴' ص ۳۸۷۔
[4] مستدرک حاکم ج ۳۔

آل ابی طالب کے افراد امیر کے بڑے مخالفوں میں تھے' لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فیاضیاں ان کے لیے بھی یکساں تھیں۔ یہ بزرگ انہیں برا بھلا کہتے تھے اور امیر ان کی خدمت کرتے تھے۔ ❶ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل بن ابی طالب کو چالیس ہزار کی ضرورت تھی۔ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے بیان کی۔ اسی کے ساتھ بھرے مجمع میں انہیں اور ان کے والد ابوسفیان کو برا بھلا بھی کہا' امیر نے سنا اور سن کر مطلوبہ رقم پیش کی۔ ❷ تمام اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے وظائف مقرر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو ان کے خلاف لیکن ان کی فیاضی کے معترف تھے' کہا کرتے تھے کہ جو لوگ معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس جاتے ہیں' وہ ایک وسیع وادی میں اترتے ہیں۔ ❸

حلم

حلم ان کا سب سے بڑا اور ممتاز وصف تھا' ان کا یہ وصف تاریخی مسلمات میں ہے۔ اس کے واقعات اوپر گزر چکے ہیں۔

❶ الفخری ص ۵۵۔ ❷ اسد الغابہ تذکرہ عقیل بن ابی طالب۔
❸ طبری ج ۷' ص ۲۲۵۔

یزید اول بن معاویہ رضی اللہ عنہ

(۶۰ھ تا ۶۴ھ مطابق ۶۸۰ء تا ۶۸۳ء)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کا لڑکا یزید اول تخت نشین ہوا۔ یہ میسون بنت بحدل کے بطن سے تھا' اس کی پیدائش امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور امارت میں ہوئی تھی۔ اس لیے عیش و تنعم کے گہوارہ میں اس نے پرورش پائی۔ اس کی زندگی شاہزادوں اور امیر زادوں کی تھی۔ سیر و شکار کا بڑا شائق تھا' لیکن سپہ گری کے جوہر موجود تھے۔ لڑائیوں میں شریک ہوتا تھا' قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں بھی تھا' اور ایک روایت کے مطابق فوج کا سپہ سالار تھا۔

خلافت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس کی بیعت اپنی زندگی میں لے چکے تھے۔ ان کے انتقال کے بعد رجب ۶۰ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔

حضرت امام حسین اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت کا مطالبہ

اوپر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں گذر چکا ہے کہ حضرت امام حسین' عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم وغیرہ نے یزید کی ولی عہدی تسلیم نہیں کی تھی۔ اس لیے تخت نشینی کے بعد یزید کے سامنے سب سے پہلے ان بزرگوں کی بیعت کا سوال پیدا ہوا۔ عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے تو کوئی خاص خطرہ نہ تھا' لیکن امام حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے دعوے خلافت کا یقین تھا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ ساری دنیائے اسلام خصوصاً حجاز اور عراق میں یزید کے خلاف انقلاب برپا ہو جاتا۔ جیسا کہ آگے چل کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دعوے خلافت کے زمانہ میں پیش آیا۔ اس لیے تخت نشینی کے ساتھ ہی اس نے ولید بن عتبہ حاکم مدینہ کو ان دونوں بزرگوں سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم بھیجا۔ اس کو اس کی تعمیل کے خطرات معلوم تھے۔ اس نے مروان بن حکم سے مشورہ کیا' اس نے رائے دی کہ دونوں کو بلا کر فوراً بیعت لے لو' اگر ذرا بھی تامل کریں تو سر قلم کر دو' اگر ان کو معاویہ کی موت کی خبر ہو گئی تو ان میں سے ہر ایک' ایک ایک مقام پر خلافت کا دعویدار بن کر کھڑا ہو جائے گا۔ اس وقت بڑی دشواریاں پیش آئیں گی۔ چنانچہ ولید نے حضرت امام حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلا بھیجا۔ ابھی تک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر مدینہ نہ

پہنچی تھی، لیکن دونوں بزرگوں کو قرائن سے اس کا اندازہ ہو گیا اور وہ اس طلبی کا مقصد سمجھ گئے' تاہم وہ ولید کے بلاوے پر اس کے پاس گئے۔ اس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر سنا کر یزید کا حکم سنایا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے (اناللہ) پڑھی اور امیر کے لیے دعائے خیر کی۔ پھر فرمایا میرے جیسا آدمی چھپ کر بیعت نہیں کر سکتا اور نہ میرے لیے یہ زیبا ہے۔ جب عام لوگوں کو بیعت کے لیے بلاؤ گے تو اس وقت میں بھی آ جاؤں گا' ولید نیک فطرت اور امن پسند شخص تھا' راضی ہو گیا اور آپ لوٹ گئے۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ایک دن کی مہلت لے کر راتوں رات مکہ نکل گئے۔ ولید کو خبر ہوئی تو اس نے آدمی دوڑائے' لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ دور جا چکے تھے' مکہ پہنچ کر وہ حرم میں پناہ گزیں ہو گئے۔

مروان نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بیعت لیے بغیر ان کو چھوڑ دینے پر ولید کو بڑی ملامت کی اور کہا' بیعت لینے کا موقع تم نے کھو دیا۔ اب قیامت تک تم ان پر قابو نہیں پا سکتے۔ اس نے جواب دیا کہ میں حسین (رضی اللہ عنہ) کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین نہیں کر سکتا تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سفر مکہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی غیر شرعی موروثی بادشاہت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے' لیکن بغیر بیعت کے مفر کی کوئی صورت نہ تھی۔ عراق کے شیعیان علی رضی اللہ عنہ کا میلان آپ کی طرف تھا۔ اس لیے آپ بڑی کشمکش میں مبتلا ہو گئے' لیکن مدینہ میں بغیر بیعت کے قیام ناممکن تھا۔ اس لیے محمد بن حنفیہ کے مشورہ سے شعبان ۶۰ھ میں مع اہل وعیال کے مکہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک محبِّ اہل بیت عبداللہ بن مطیع ملے' انہوں نے پوچھا کہاں کا قصد ہے؟ فرمایا مکہ جاتا ہوں' ابن مطیع نے عرض کیا' وہاں جانے میں کوئی مضائقہ نہیں لیکن خدا کے لیے کوفہ کا قصد نہ فرمائیے گا' وہاں کے لوگ بڑے غدار ہیں۔ انہوں نے آپ کے والد بزرگوار اور محترم بھائی دونوں کو دھوکا دیا۔ آپ اہل حجاز کے سردار ہیں۔ حرم میں بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ لوگوں کو اپنی دعوت دیجئے۔ حرم کا گوشہ ہرگز ہرگز نہ چھوڑیئے گا' مکہ پہنچ کر آپ نے شعب ابی طالب میں قیام فرمایا۔

اہل کوفہ کے دعوتی خطوط اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا سفر کوفہ

عراق کے شیعیان علی رضی اللہ عنہ ابتدا سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تھے۔ ان کی وفات کے بعد انہوں نے خلافت کا منصب اہل بیت میں منتقل کرنے کی کوشش کی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مکہ پہنچنے کے بعد آپ کے پاس بلاوے کے خطوط لکھے۔ پھر عمائد کوفہ نے خود آ کر کوفہ چلنے کی درخواست کی۔

اس درخواست پر آپ نے اپنے چچیرے بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو حالات کی تحقیق کے لیے کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا:

''تمہارے خطوط ملے' تمہاری خواہش معلوم ہوئی' میں اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو حالات کی تحقیق کے لیے بھیجتا ہوں۔ جیسا کہ تم نے لکھا ہے اور تمہارے آدمیوں کا بیان ہے۔ اگر واقعی تم لوگ میری خلافت پر متفق ہو' تو مسلم وہاں کے حالات دیکھ کر مجھے اطلاع دیں گے میں فوراً روانہ ہو جاؤں گا''۔

یہ خط لے کر مسلم کوفہ پہنچے اور مختار بن ابی عبید کے گھر میں قیام کیا۔ ان کی آمد کی خبر سن کر ان کے پاس شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی آمد و رفت شروع ہو گئی۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر ہو گئی' لیکن وہ بڑے دیندار' نیک فطرت اور امن پسند آدمی تھے' اس لیے کسی قسم کی سختی نہیں کی بلکہ لوگوں کو بلا کر انہیں سمجھا دیا کہ:

''فتنہ واختلاف میں نہ پڑو' اس میں جان و مال دونوں کی ہلاکت و بربادی ہے' جب تک کوئی شخص میرے مقابلہ کے لیے نہ کھڑا ہو گا اس وقت تک میں محض بدگمانی پر کسی سے باز پرس نہ کروں گا''۔

عبیداللہ بن زیاد کی آمد

لیکن یزید کے جاسوسوں نے دمشق اطلاع بھیج دی کہ مسلم بن عقیل کوفہ آ گئے ہیں اور لوگوں کو برگشتہ کر رہے ہیں' اگر حکومت کی بقا منظور ہے تو فوراً اس کا تدارک کیا جائے۔ اس اطلاع پر یزید نے عبیداللہ بن زیاد والی بصرہ کو حکم بھیجا کہ کوفہ جا کر جس طرح ممکن ہو مسلم (رضی اللہ عنہ) کو نکال دو یا انہیں قتل کر دو۔ یہ حکم پا کر وہ فوراً کوفہ پہنچا اور اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی۔

''باشندگان کوفہ! امیر المؤمنین نے مجھے تمہارے شہر کا حاکم مقرر کر کے بھیجا ہے اور مظلوموں کے ساتھ انصاف' مطیع و فرمانبردار کے ساتھ احسان وسلوک اور نافرمانوں کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں اس حکم کو پورا کروں گا۔ مطیع و منقاد کے ساتھ پدرانہ شفقت سے پیش آؤں گا' لیکن مخالفوں کے لیے سم قاتل ہوں''۔ [1]

اور ہر محلّہ کے چوہدری کو اس کے محلّہ کا ذمہ دار بنایا کہ وہ اپنے اپنے محلّہ کے فتنہ پرداز خوارج اور مشتبہ لوگوں کے نام لکھ کر اطلاع دیں' جو شخص اس میں کوتاہی کرے گا اس کے دروازہ پر اس کو سولی

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۱۰۔

لٹکایا جائے گا۔

مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی خفیہ کوششیں

ان انتظامات کو دیکھ کر مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ مختار کے گھر سے ایک دوسرے محب اہل بیت ہانی بن عروہ مذحجی کے یہاں منتقل ہو گئے۔ انہیں ٹھہرانے میں تامل ہوا' لیکن پاسِ مروت سے انکار نہ کر سکے اور بادل ناخواستہ انہیں جگہ دے دی۔ یہاں بھی شیعیان علی رضی اللہ عنہ کی آمدورفت برابر جاری رہی اور اٹھارہ ہزار کوفیوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی' انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجا کہ "حالات موافق ہیں' آپ فوراً تشریف لائیے۔"

مسلم کی گرفتاری اور قتل

عبیداللہ بن زیاد برابر مسلم کی جستجو میں لگا ہوا تھا' لیکن پتہ نہ چلتا تھا' آخر میں اس کے غلام معقل نے شیعیان علی رضی اللہ عنہ کا بھیس بدل کر پتہ چلا لیا' اور مسلم سے مل کر عبیداللہ بن زیاد کو خبر کر دی۔

ہانی بن عروہ عمائد کوفہ میں تھے اس لیے کوفہ کے والیوں کے یہاں ان کی آمدورفت رہتی تھی' لیکن جب سے مسلم ان کے گھر آ گئے تھے اس وقت سے انہوں نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس آنا جانا بند کر دیا تھا۔ ایک دن وہ بعض شرفائے کوفہ کے ساتھ عبیداللہ کے پاس گئے۔ اس نے پوچھا تم نے مسلم کو چھپایا ہے اور لوگوں کو ان کی بیعت کے لیے جمع کرتے ہو انہوں نے انکار کیا' ان کے انکار پر معقل نے شہادت دی۔ اس عینی شہادت کے بعد انکار کی گنجائش نہ تھی' ہانی نے اقرار کر لیا اور اصل واقعہ بیان کر دیا کہ میں نے ان کو بلایا نہیں تھا' وہ خود میرے یہاں آئے' مجھے انہیں ٹھہرانے میں تامل تھا' لیکن مروت سے انکار نہ کر سکا' اگر یہ فعل آپ کے خلاف مزاج ہے تو میں ابھی جا کر ان کو نکالے دیتا ہوں۔ ابن زیاد نے کہا تم یہاں سے جا نہیں سکتے۔ یہیں ان کو بلا کر ہمارے حوالہ کر دو۔ ہانی کی غیرت نے اسے گوارہ نہ کیا۔ انہوں نے کہا میں اپنے پناہ گزیں کو تمہارے حوالہ نہیں کر سکتا۔ ان کے انکار پر ابن زیاد نے انہیں پٹوا کر قید کر دیا۔ کوفہ میں خبر پھیل گئی کہ ہانی قتل کر دیئے گئے۔ یہ افواہ سن کر مسلم اپنے اٹھارہ ہزار عقیدت مندوں کو لے کر نکل پڑے اور عبیداللہ بن زیاد کو قصر امارت میں گھیر لیا۔ اس وقت ابن زیاد کے پاس حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا۔ صرف پچاس آدمی تھے۔ ان میں کچھ پولیس کے آدمی اور چند اشراف کوفہ تھے۔ ابن زیاد نے انہیں حکم دیا کہ وہ لوگ اپنے اپنے قبیلہ اور اثر والوں کو واپس کریں اور یہ اعلان کرا دیا کہ جو شخص امیر کی اطاعت کرے گا وہ انعام و اکرام سے نوازا جائے گا

اور جو مخالفت کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی۔ کچھ لوگ اس دھمکی کے خوف سے اور کچھ اشراف کوفہ کے سمجھانے سے مسلم رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ کچھ لوگوں کے اعزہ واقربا انہیں واپس لے گئے۔ غرض مسلم کے ساتھ صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ اس وقت وہ بہت گھبرائے اور ایک بوڑھی عورت کے گھر میں پناہ لی۔ ابن زیاد نے یہ بھی اعلان کرا دیا تھا کہ مسلم جس کے گھر سے برآمد ہوں گے اسے سخت سزا دی جائے گی اور جو انہیں گرفتار کر کے لائے گا اسے انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے ساتھ ہی گھروں کی تلاشی شروع کرا دی۔ اس اعلان سے خوفزدہ ہو کر بوڑھی عورت کے لڑکے نے بتا دیا۔ ابن زیاد نے اسی وقت محمد بن اشعث کو گرفتاری کے لیے بھیج دیا۔ انہوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ مسلم نے جب دیکھا کہ بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو جان پر کھیل کر نکل آئے اور تن تنہا پوری جماعت کا مقابلہ کیا اور لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو گئے۔ اس وقت محمد بن اشعث جان بخشی کا وعدہ کر کے انہیں ابن زیاد کے پاس لے آیا اور اس سے کہا میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ ابن زیاد نے ڈانٹا کہ میں نے تم کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا تھا تمہیں امان دینے کا کیا حق تھا؟ یہ سن کر مسلم نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میرا بچانا تمہارے بس میں نہیں ہے' لیکن اتنا کرنا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو میرے انجام کی خبر کر کے کہلا دینا کہ وہ کوفہ والوں پر ہرگز ہرگز اعتبار نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں' وہیں سے لوٹ جائیں۔ ابن اشعث نے ایفا کا وعدہ کیا۔ پھر عمر بن سعد سے جو ان کا قریبی عزیز اور اموی حکام میں تھا وصیت کی کہ میں نے سات سو درہم اہل کوفہ سے قرض لیے تھے' انہیں ادا کر دینا اور میری لاش کو دفن کر دینا اور حسین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دے کر راستہ سے واپس کر دینا۔ ان وصیتوں کے بعد ابن زیاد نے ان کو قتل کرا دیا۔ ان کے قتل سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک قوی بازو ٹوٹ گیا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے روانگی

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ کے حالات کی اطلاع دے کر آپ کو بلا بھیجا تھا۔ اس اطلاع پر آپ نے روانگی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اہل مکہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اعزہ کوفیوں کی غداری سے پوری طرح واقف تھے' اس لیے انہیں جب آپ کی تیاریوں کی خبر ملی تو تمام ہوا خواہوں نے روکا۔

عمرو بن عبدالرحمٰن نے کہا میں نے سنا ہے آپ عراق جا رہے ہیں۔ وہاں آپ کے دشمنوں کی حکومت ہے' ان کے حکام موجود ہیں' ان کے ہاتھ میں فوج اور خزانہ ہے' عوام بندۂ زر ہوتے ہیں' مجھ کو

خطرہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہی آپ سے لڑیں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ خدارا اس ارادہ سے باز آؤ' اگر عراقیوں نے شامی حکام کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہو تو بے شک جاؤ اور اگر مخالفین کی حکومت قائم ہے تو یقین مانو کہ عراقیوں نے تم کو محض لڑنے کے لیے بلایا ہے۔ شامی حکام کے ہوتے ہوئے کوئی تمہارا ساتھ نہ دے گا' سب تم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے' جن لوگوں نے تم کو بلایا ہے وہی تم کو جھٹلائیں گے اور تمہارے خلاف لڑیں گے' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا میں استخارہ کروں گا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ مکہ ہی میں قیام کر کے اپنی خلافت کی کوشش کیجئے' ہم سب آپ کی مدد کریں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا' میں نے والد سے سنا ہے کہ حرم کا ایک مینڈھا ہے' جس کی وجہ سے حرم کی حرمت اٹھ جائے گی' میں وہ مینڈھا بننا نہیں چاہتا۔

دوسرے دن پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ میرا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ اس راہ میں تمہاری جان کا خوف ہے۔ عراقی غدار ہیں۔ ہرگز ان کے یہاں نہ جاؤ' مکہ ہی میں رہو' تم حجازیوں کے سردار ہو' اگر عراقی واقعی تمہارے حامی ہیں تو ان کو لکھو کہ وہ پہلے تمہارے دشمنوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں' اس وقت تم وہاں کا قصد کرو' لیکن اگر تم نے جانے ہی کا فیصلہ کر لیا ہے اور مکہ میں رہنا نہیں چاہتے تو عراق کی بجائے یمن جاؤ' وہ ایک الگ تھلگ مقام ہے' وہاں تمہارے والد کے حامی موجود ہیں' ہر طرح کی حفاظت کا سامان ہے' وہاں بیٹھ کر اپنی خلافت کی کوشش کرو' اس طرح آسانی سے تمہارا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے کہ آپ میرے سچے بہی خواہ ہیں' لیکن اب میں پختہ عزم کر چکا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر نہیں مانتے تو کم از کم اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جاؤ' مجھ کو ڈر ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی طرح تم بھی بال بچوں کے سامنے ذبح کیے جاؤ گے۔

لیکن مشیت کچھ اور تھی اس لیے خیر خواہوں کی ساری کوششیں بے کار گئیں اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ذی الحجہ ۶۰ھ کو مع اہل و عیال مکہ سے کوفہ روانہ ہو گئے۔ مکہ سے نکلنے کے بعد فرزوق شاعر جو کوفہ سے آ رہا تھا' ملا۔ اس نے بتایا کہ کوفیوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ آپ کی روانگی کے بعد آپ کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعید اموی حاکم مکہ سے خط لکھوا کر بھیجا کہ ''آپ لوٹ آیئے' اس راہ میں ہلاکت ہے' میں ہر طرح سے آپ کی حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں' آپ اطمینان و سکون کے ساتھ مکہ میں رہیے' میں ہر طرح سے آپ کی مدد

کروں گا۔" یہ خط آپ کو راستہ میں ملا' آپ نے اس کے جواب میں عمرو بن سعید کو شکریہ کا خط لکھا مگر واپس نہ ہوئے۔

ابن زیاد کے انتظامات

شامی حکومت کو آپ کی روانگی کی خبر مل چکی تھی۔ اس نے آپ کی نقل وحرکت کی اطلاع اور آپ کے اور اہل کوفہ کے درمیان نامہ و پیام کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے تمام راستوں پر پہرہ بٹھا دیا تھا' چنانچہ آپ کے ایک قاصد قیس بن مسہر صیداوی جنہیں آپ نے کوفہ کے حالات کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا' گرفتار کر کے قتل کر دیئے گئے' مقام ثعلبیہ میں پہنچ کر آپ کو کوفہ کے ایک مسافر سے مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ملی' یہ خبر سننے کے بعد آپ کے ارادہ میں کچھ تغیر ہوا' ہوا خواہوں نے بھی واپسی کے لیے اصرار کیا' لیکن اب مسلم کے بھائیوں نے انکار کیا اور کہا ہم یا مسلم کے خون کا بدلہ لیں گے یا خود لڑ کر جان دے دیں گے۔ ان کے اصرار پر آپ نے فرمایا کہ جب تم ہی لوگ نہ رہو گے تو میری زندگی کس کام کی۔ غرض سفر جاری رہا' کچھ دور چل کر محمد بن اشعث اور عمرو بن سعد کے قاصد جنہیں ان دونوں نے مسلم کی وصیت کے مطابق حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو روکنے کے لیے بھیجا تھا' ملے۔ ان سے کوفہ کے تفصیلی حالات سننے کے بعد آپ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے فرمایا: "مسلم بن عقیل' ہانی بن عروہ اور عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبریں موصول ہو چکی ہیں۔ ہمارے حامیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے' اس لیے تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ خوشی سے لوٹ سکتا ہے' میری جانب سے اس پر کوئی الزام نہیں" یہ سن کر عوام کا ہجوم جو راستہ سے ساتھ ہو گئے تھے' چھٹنے لگا اور صرف وہی جان نثار باقی رہ گئے' جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے۔

حر بن یزید تمیمی کی آمد

آگے چل کر مقام ذی حُشم میں حر بن یزید تمیمی ایک ہزار سپاہ کے ساتھ جسے ابن زیاد نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو گھیر کر لانے کے لیے بھیجا تھا' ملا۔ اس سے آپ نے فرمایا کہ "میں خود سے نہیں آیا ہوں' بلکہ تم لوگوں کے خطوط اور آدمی آئے تھے کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے آپ آ کر ہماری راہنمائی کیجئے' اگر تم لوگ اس بیان پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر چلوں ورنہ یہیں سے لوٹ جاؤں۔" حر اور اس کے ساتھیوں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ آپ نے کوفیوں کے تمام خطوط حر کے سامنے ڈھیر کر دیئے۔ اس نے کہا ہم کو اس سے بحث نہیں' ہمیں تو یہ حکم ملا ہے کہ آپ جہاں کہیں مل جائیں' آپ کو لے جا کر ابن زیاد کے پاس پہنچا دیں۔ یہ سن کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے قافلہ کو لوٹانا چاہا۔ حر نے روکا' دونوں میں تیز گفتگو ہو گئی' لیکن حر نے آپ کے مرتبہ کا پورا لحاظ رکھا اور عرض کیا اگر میرے ساتھ نہیں چلتے تو ایسا راستہ اختیار کیجئے جو

عراق اور حجاز دونوں کے راستہ سے جدا ہو، میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں، آپ یزید کو لکھئے، ممکن ہے مفاہمت کی کوئی صورت نکل آئے اور میں بھی آزمائش سے بچ جاؤں، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے۔

خطبہ

مقام بیضہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک پر جوش خطبہ دیا:

''لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کے عہد کو توڑنے والے، اللہ اور رسول کی مخالفت اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور قولاً و عملاً اس پر غیرت نہ آئی تو خدا کو حق ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کی جگہ دوزخ میں داخل کر دے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ، ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے، ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے اس لیے مجھ کو غیرت آنے کا زیادہ حق ہے''۔ [1]

عذیب الھجانات پہنچ کر طرماح بن عدی نے جو کوفہ سے آ رہے تھے، قیس بن مسہر کے قتل کی خبر سنائی اور کوفہ کے جنگی انتظامات کا حال بیان کر کے اپنے یہاں یمن چلنے کی دعوت دی، لیکن آپ نے قبول نہ فرمائی۔

کربلا میں ورود

نینویٰ میں حر کو ابن زیاد کا حکم ملا کہ حسین رضی اللہ عنہ کو ایسے چٹیل میدان میں اتارو جہاں کوئی اوٹ اور پانی وغیرہ نہ ہو۔ حر نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ حکم سنا دیا لیکن اس کی تعمیل پر کوئی اصرار نہیں کیا اور ۲ محرم ۶۱ ھ کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا میں قافلہ اتارا۔ تیسری محرم کو عمر بن سعد چار ہزار فوج لے کر کربلا پہنچا۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا قریبی عزیز تھا۔ بڑی کشمکش کے بعد حکومت کی طمع میں اس نے یہ مہم اپنے سر لی تھی، لیکن اس کا ضمیر برابر ملامت کر رہا تھا۔ اس نے کربلا آنے کے بعد مفاہمت کی بڑی کوشش کی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں کوفیوں کے بلاوے پر آیا تھا۔ اب واپس جانے کے لیے تیار ہوں، عمر بن سعد نے ابن زیاد کو لکھ بھیجا کہ حسین واپس جانے کے لیے تیار ہیں لیکن وہاں سے حکم آیا کہ پہلے ان سے بیعت لے لو اس کے

---

[1] یہ پوری طویل تقریر ابن اثیر ج ۴ ص ۴۰، ۴۱ میں ہے، ہم نے خلاصہ لکھا ہے۔

بعد غور کیا جائے گا' اس کے بعد ہی دوسرا حکم پانی بند کر دینے کا پہنچا۔

پانی کیلئے کشمکش

اس حکم کے بعد عمر بن سعد نے ۷ محرم ۶۱ ھ سے فرات پر پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سوتیلے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہ بڑے بہادر تھے۔ یہ چند آدمیوں کو لے کر زبردستی پانی لے آئے۔

شمر ذی الجوشن کی آمد

عمر بن سعد حکومت کی طمع میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا تھا' لیکن تلوار اٹھانے کی ہمت نہ پڑتی تھی اور اس امید پر جنگ کو ٹال رہا تھا کہ شاید مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے۔ ابن زیاد کو اس کا اندازہ ہو گیا۔ اس نے شمر ذی الجوشن کو بھیجا اور عمر بن سعد کو لکھ بھیجا کہ میں نے تم کو حسین رضی اللہ عنہ کی خیر خواہی اور ان کو بچانے کے لیے نہیں بھیجا تھا' میرا حکم پہنچتے ہی ان سے بیعت لے کر ان کو میرے پاس بھیج دو۔ اگر تم سے یہ کام نہیں ہو سکتا تو فوج ذی الجوشن کے حوالہ کر دو۔ ابن سعد پر یہ حکم بہت گراں گزرا' لیکن رے کی حکومت کا چھوڑنا اس سے زیادہ دشوار تھا۔ اس لیے بادل ناخواستہ اس کی تعمیل کے لیے تیار ہو گیا اور محرم کی نویں تاریخ کو خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مل کر ان سے آخری گفتگو کی' لیکن مصالحت کی کوئی صورت تھی ہی نہیں۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بیعت نہیں کر سکتے تھے اور شام کی حکومت بغیر بیعت لیے ہوئے ان کو چھوڑ نہیں سکتی تھی' اس لیے آخری گفتگو بھی ناکام رہی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

''لوگو! موعودہ وقت آ پہنچا' اس لیے میں تم کو بخوشی واپس جانے کی اجازت دیتا ہوں' میرے اہل بیت کو ساتھ لے کر لوٹ جاؤ''۔

عوام کی بھیڑ پہلے ہی سے چھٹ چکی تھی صرف خواص اور اعزہ باقی رہ گئے تھے' ان کی واپسی کا کوئی سوال ہی نہ تھا۔ اس کے جواب میں سب نے جان نثاری کا اظہار کیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کے خیموں کی حفاظت کے انتظامات کر کے صبح کو بہتر جان نثاروں کی مختصر فوج مرتب کی' میمنہ پر زبیر بن قیس کو' میسرہ پر حبیب بن مطہر کو متعین کیا اور عباس رضی اللہ عنہ کو علم مرحمت فرمایا اور آغاز جنگ سے پہلے بارگاہ ایزدی میں دعا کی:

''خدایا! تو ہر تکلیف میں میرا بھروسہ اور ہر تکلیف میں سہارا ہے' مجھ پر جو وقت آئے اس میں تو ہی میرا پشت پناہ تھا' غم واندوہ میں دل کمزور پڑ جاتا ہے' کامیابی کی

تدبیریں کم ہو جاتی ہیں اور رہائی کی صورتیں گھٹ جاتی ہیں' دوست ساتھ چھوڑ دیتے ہیں' اور دشمن شماتت کرتے ہیں۔ میں نے ایسے نازک وقتوں میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا' تجھی سے اس کی شکایت کی ہے' تو نے مصائب کے بادل چھانٹ دیئے اور ان کے مقابلہ میں میرا سہارا بنا' تو ہی ہر نعمت کا ولی ہے' ہر بھلائی کا مالک اور ہر آرزو اور تمنا کا منتہی ہے''۔

اس دعا کے بعد اتمامِ حجت کے لیے دشمنوں کو مخاطب کر کے تقریر فرمائی۔ اس میں آپ نے اپنی شخصیت بتائی اور اپنے آنے کے اسباب بیان کر کے واپسی کی اجازت چاہی' لیکن اب اس کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ جواب ملا کہ اپنے ابن عم کی بیعت کر لو وہ تمہاری ہر خواہش پوری کر دیں گے اور تمہارے ساتھ کوئی ناپسندیدہ سلوک نہ ہوگا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''اللہ کی قسم میں ذلیل کی طرح یزید کی بیعت کر کے غلام کی طرح اس کی خلافت تسلیم نہ کروں گا''۔ آپ کے بعد آپ کے جان نثاروں نے تقریریں کیں لیکن عراقی فوج پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا' البتہ حر بن یزید تمیمی عراقیوں کا ساتھ چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو گئے۔

جنگ وشہادت

اور جنگ شروع ہو گئی' پہلے ایک ایک آدمی میدان میں آیا اور حسینی فوج کے چند آدمی مارے گئے' اس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی' دونوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ ایک طرف چار ہزار مسلح سپاہ تھی' دوسری طرف کل ۷۲ آدمی' تاہم یہ مٹھی بھر آدمی بڑی شجاعت سے لڑے' دوپہر تک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بہت سے آدمی کام آ گئے۔

ان کے بعد باری باری سے حضرت علی اکبر' عبداللہ بن مسلم' جعفر طیار کے پوتے عدی' عقیل کے فرزند عبدالرحمٰن' ان کے بھائی' حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے قاسم اور ابوبکر وغیرہ رضی اللہ عنہم میدان میں آئے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نکلے۔ عراقیوں نے ہر طرف سے یورش کر دی' آپ کے بھائی عباس' عبداللہ' جعفر اور عثمان آپ کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور چاروں نے شہادت حاصل کی۔ اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بالکل خستہ اور نڈھال ہو چکے تھے۔ پیاس کا غلبہ تھا' فرات کی طرف بڑھے' پانی لے کر پینا چاہتے تھے کہ حسین بن نمیر نے تیر چلایا' چہرۂ مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ فرات سے لوٹ آئے' اب آپ میں کوئی سکت باقی نہ تھی۔ عراقیوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ زرعہ بن شریک تمیمی نے ہاتھ اور گردن پر وار کیے' سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ رضی اللہ عنہ زخموں سے چور ہو کر گر پڑے' آپ کے گرنے کے بعد سنان بن انس نے سر اقدس تن سے جدا کر دیا۔ یہ حادثۂ عظمیٰ ۱۰ محرم ۶۱ھ مطابق

ستمبر ۶۸۱ء میں پیش آیا۔ اس معرکہ میں ۷۲ آدمی شریک ہوئے' جن میں بیس خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔ شہادت کے دوسرے دن غاضریہ والوں نے شہدا کی لاشیں دفن کیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک بغیر سر کے دفن کیا گیا' سر ابن زیاد کے ملاحظہ کے لیے کوفہ بھیج دیا گیا۔ [1]

اہل بیت کا سفر شام اور یزید کا تاثر

حضرت امام رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اہل بیت کا قافلہ ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیجا گیا۔ اس نے معائنہ کے بعد شام بھجوا دیا۔ یہ حادثۂ عظمیٰ یزید کی لاعلمی میں اور بغیر اس کے حکم کے پیش آیا تھا' کیونکہ اس نے صرف بیعت لینے کا حکم دیا تھا' لڑنے کی اجازت نہ دی تھی' اس لیے جب اس کو اس حادثہ کی اطلاع دی گئی تو اس کے آنسو نکل آئے اور اس نے کہا "اگر تم لوگ حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا' ابن سمیہ (ابن زیاد) پر اللہ کی لعنت ہو' اگر میں موجود ہوتا تو اللہ کی قسم حسین (رضی اللہ عنہ) کو معاف کر دیتا' اللہ ان پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔" [2] اس کے بعد جب اہل بیت کا قافلہ شام پہنچا تو یزید ان کی حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوا' اور ان سے کہا اللہ ابن مرجانہ کا برا کرے' اگر اس کے اور تمہارے درمیان قرابت ہوتی تو وہ تمہارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتا' اور اس طرح تم کو نہ بھیجتا' فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہما کا بیان ہے' جب ہم لوگ یزید کے سامنے پیش کیے گئے تو ہماری حالت دیکھ کر اس پر رقت طاری ہو گئی' ہمارے ساتھ بڑی نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا اور ہمارے متعلق مناسب احکام دیئے۔ [3]

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے سر کی طرف اشارہ کر کے درباریوں سے کہا کہ ان کا یہ انجام اس لیے ہوا کہ یہ کہتے تھے کہ ان کے باپ علی (رضی اللہ عنہ) میرے باپ سے' ان کی ماں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میری ماں سے اور ان کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جد سے بہتر اور وہ خود مجھ سے زیادہ خلافت کے مستحق تھے' سو ان کے باپ اور میرے باپ نے اللہ سے محاکمہ چاہا اور دنیا کو معلوم ہے کہ اس نے کس کے حق میں فیصلہ دیا' باقی ان کی ماں میری عمر کی قسم میری ماں سے بہتر تھیں اور کوئی مسلمان جو اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر نہیں سمجھ سکتا' مگر افسوس انہوں نے (اللھم مالک الملک......) کا فرمان الٰہی نہیں پڑھا تھا۔ [4]

یزید کے گھر میں ماتم

[1] یہ واقعات طبری' اخبار الطوال دینوری، یعقوبی اور ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

[2] طبری ج ۷' ص ۳۷۵ و اخبار الطوال ص ۲۷۲۔

[3] طبری ج ۷' ص ۳۷۷۔ [4] ابن اثیر ج ۴' ص ۳۷۔

یزید کا پورا کنبہ اہل بیت نبوی ﷺ کا عزیز تھا' اس لیے انہیں حرم سرائے شاہی میں ٹھہرایا گیا۔ جیسے ہی مخدرات عصمت مآب زنان خانہ میں داخل ہوئیں' یزید کے گھر میں کہرام مچ گیا اور تین دن تک ماتم بپا رہا۔ یزید' امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھلاتا تھا۔ 1

نقصان کی تلافی

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اموی فوج کے وحشی سپاہیوں نے اہل بیت کا کل سامان لوٹ لیا تھا۔ یزید نے پوچھ پوچھ کر جتنا مال لٹا تھا اس کا دونا دلوا دیا۔ سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہما کا شریف اور منت پذیر دل اس طرز عمل سے بہت متاثر ہوا' وہ کہتی ہیں کہ منکرین خدا میں میں نے یزید سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔ 2

اہل بیت کی واپسی اور یزید کا شریفانہ برتاؤ

چند دن ٹھہرانے کے بعد جب اہل بیت کرام کو کسی قدر سکون ہوا تو یزید نے انہیں بڑے اہتمام کے ساتھ رخصت کیا۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو بلا کر ان سے کہا' ابن مرجانہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ اگر میں ہوتا تو خواہ میری اولاد ہی کیوں نہ کام آ جاتی۔ میں حسین (رضی اللہ عنہ) کی جان بچا لیتا' لیکن اب قضائے الٰہی پوری ہو چکی۔ آئندہ تم کو جس قسم کی بھی ضرورت پیش آئے مجھے لکھنا۔ 3

اس کے بعد بڑی حفاظت اور اہتمام کے ساتھ قافلہ کو روانہ کیا' چند دیانتدار اور نیک آدمیوں کو حفاظت کے لیے ساتھ کیا' ان لوگوں نے بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ مدینہ پہنچایا۔ ان کے شریفانہ سلوک سے اہل بیت کی خواتین اتنی متاثر ہوئیں کہ فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہما نے اپنے زیور اتار کر ان کے پاس بھیجے' لیکن انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم نے دنیاوی منفعت کے خیال سے نہیں بلکہ خالصتاً لوجہ اللہ اور قرابت نبوی ﷺ کے خیال سے یہ خدمت انجام دی' اس لیے اس کی ضرورت نہیں۔ 4

حجاز میں مخالفت کا آغاز

اہل حجاز نے شروع ہی میں یزید کی خلافت خوش دلی کے ساتھ قبول نہیں کی تھی۔ بعض بزرگوں نے بیعت بھی نہ کی تھی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کا ان پر اور زیادہ برا اثر پڑا۔ حضرت

---

1 طبری ج ۷' ص ۳۷۸۔ 2 طبری ج ۷' ص ۳۵۱۔
3 طبری ج ۷' ص ۳۷۹۔ 4 طبری ج ۷' ص ۳۷۸۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو عرصہ سے مکہ میں موقع کے منتظر تھے۔اس واقعہ کو لے کر اہل مکہ کو یزید کی مخالفت پر آمادہ کر دیا۔ ❶

یزید کو ابتدا سے ان کی جانب سے خطرہ تھا' اس لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی اس نے چند آدمیوں کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بیعت لینے اور انکار کرنے کی صورت میں گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے مکہ جا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یزید کا پیام سنایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں اس کی کوئی بات نہ مانوں گا۔ ❷ یزید کی دلی خواہش تھی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خونیں حادثہ کے بعد کوئی ناگوار واقعہ نہ پیش آئے' اس لیے اس نے ہر ممکن طریقہ سے اہل حجاز کو مائل کرنے کی کوشش کی' عثمان بن محمد حاکم مدینہ نے اشراف مدینہ کا وفد شام بھجوا دیا۔ یزید نے اس کی بڑی پذیرائی کی۔ انہیں بڑے بڑے عطیے دیئے' حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ایک لاکھ اور ان کے آٹھ بیٹوں کو دس دس ہزار دیے۔ منذر بن زبیر کو ایک لاکھ کی رقم عطا کی۔ ❸ لیکن ان بزرگوں پر اس کی داد و دہش کا کوئی اثر نہ ہوا' بلکہ وہ شام سے اور زیادہ بددل ہو کر لوٹے اور عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ واپس آ کر یزید کی مخالفت شروع کر دی۔ اس کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ بھیجا کہ وہ اہل مدینہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو سمجھائیں کہ "میں امن و عافیت چاہتا ہوں' وہ لوگ مخالفت کر کے فتنہ نہ پیدا کریں۔" ❹ انہوں نے جا کر پہلے پہل اہل مدینہ کو سمجھایا کہ تم لوگ امن و اطاعت سے کام لو' فتنہ وفساد کا انجام برا ہے۔ تم میں شامیوں کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے' لیکن اس کا کوئی اثر نہ ہوا اور لوگ خود نعمان سے بگڑ گئے' اس لیے وہ لوٹ گئے۔ ❺ پھر مدینہ سے مکہ جا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ یزید کا پیام پہنچایا کہ میں امن و عافیت چاہتا ہوں اس لیے تم طاعت و جماعت سے الگ ہو کر اختلاف نہ پیدا کرو۔ یہ پیام سن کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے نعمان کے ایک اور ساتھی ابن عصاۃ سے پوچھا کیا تم حرم میں خون بہانا پسند کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں اس میں بھی دریغ نہ کروں گا۔

یہ جواب سن کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نعمان بن بشیر کو الگ لے گئے اور اپنا اور یزید کا موازنہ کر کے ان سے پوچھا کیا اس کے بعد بھی تم مجھ کو یزید کی بیعت کا مشورہ دو گے' نعمان رضی اللہ عنہ نے ان کے فضائل کا اعتراف کیا اور کہا میں کبھی آپ کو اس کا مشورہ نہ دوں گا اور نہ آئندہ آپ کے پاس اس مقصد کے لیے آؤں گا۔ ❻

---

❶ ابن اثیر۔ ج ۳' ص ۴۰۔ ❷ اخبار الطوال ص ۲۷۳۔ ❸ ابن اثیر ج ۳' ص ۱۴۱۔

❹ ابن اثیر ج ۳ ص ۱۴۱ و اخبار الطوال ص ۲۷۳۔ ❺ ابن اثیر ج ۳' ص ۴۲۔ ❻ اخبار الطوال ص ۲۷۴۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا دعویٰ خلافت اور حجاز میں انقلاب

نعمان بن بشیر کی واپسی کے بعد حجاز میں انقلاب برپا ہوگیا۔ ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کل اہل حجاز نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور تمام اموی عمال کو مدینہ سے نکال دیا۔ [1] اہل مدینہ نے یزید کی بیعت فسخ کرنے کے بعد عبداللہ بن حنظلہ انصاری کو اپنا امیر بنایا اور مدینہ میں جو بنی امیہ مقیم تھے ان کو گھیر لیا۔ ان لوگوں نے مدد کے لیے شام آدمی بھیجے۔ ان سے یزید کو حالات معلوم ہوئے۔ [2] ایک روایت یہ ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے تمام امویوں کو نکال دیا تھا اور خود امویوں کی زبانی یزید کو حالات معلوم ہوئے۔

واقعہ حرہ

اس انقلاب کی خبر سن کر یزید نے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار فوج کے ساتھ حجاز روانہ کیا اور ہدایت کر دی کہ پہلے اہل مدینہ کو اطاعت کی دعوت دینا جب وہ انکار کریں اس وقت تلوار اٹھانا اور انہیں شکست دینے کے بعد تین دن تک مدینہ کو لوٹنا لیکن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچنے پائے۔ [3] اہل مدینہ کو مسلم بن عقبہ کی آمد کی خبر ملی تو انہوں نے مقابلہ کے انتظامات کیے اور محصور امویوں کو قتل کر دینا چاہا' لیکن پھر اس شرط کے ساتھ ان کو رہا کر دیا کہ وہ مسلم کو یہاں کے انتظامات کی خبر نہ کریں گے' یہاں سے چھوٹ کر یہ لوگ آگے بڑھ کر مسلم کی فوج سے مل گئے اور ان کو اہل مدینہ کا نقشہ جنگ بتا دیا۔ مسلم نے مدینہ پہنچ کر یزید کی ہدایت کے مطابق چند آدمیوں کو بلا کر ان سے کہا کہ امیر المومنین تم کو اپنی اصل و بنیاد سمجھتے ہیں' اس لیے میں تمہاری خونریزی پسند نہیں کرتا' تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں' اس میں خوب غور کر لو' اگر تم نے اپنی روش کو چھوڑ کر حق کو قبول کر لیا تو میں مکہ چلا جاؤں گا' ورنہ اس کے بعد ذمہ داری پوری کروں گا۔ تین دن کے بعد پھر مسلم نے آخری مرتبہ پوچھا کہ تم لوگ صلح چاہتے ہو یا جنگ؟ اہل مدینہ نے جواب دیا جنگ۔ [4] اس جواب کے بعد مسلم بن عقبہ نے جنگ شروع کر دی' تین دن تک نہایت خونریز معرکہ ہوا۔ اہل مدینہ نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا' لیکن حکومت کی فوج کا مقابلہ دشوار تھا۔ اس لیے آخر میں بڑی فاش شکست کھائی۔ اس جنگ میں بہت سے اکابر و اشراف قریش اور انصار کام آ گئے۔ فضل بن عباس بن ربیعہ' عبداللہ بن حنظلہ' عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہم ایک ایک کر کے قتل ہوئے۔ شکست دینے کے بعد شامی فوجیں تین دن تک مدینہ

---

[1] اخبار الطوال ص ۲۶۴۔ [2] ابن اثیر ج ۳' ص ۴۴۔
[3] ابن اثیر ج ۳' ص ۴۵۔ [4] ابن اثیر ج ۳' ص ۴۶۔

الرسول ﷺ کو لوٹتی اور قتل عام کرتی رہیں۔ چوتھے دن امن قائم ہوا، لیکن اس وقت یہ اعلان تھا کہ جو شخص بھی بیعت نہیں کرے گا وہ قتل کر دیا جائے گا، لیکن اب مدینہ بالکل تباہ ہو چکا تھا، کسی میں سکت باقی نہ رہ گئی تھی، اس لیے باقی ماندہ لوگوں نے بیعت کر لی۔ [1] مدینۃ الرسول ﷺ کی تباہی، یزید کا سب سے سیاہ کارنامہ ہے، لیکن اس کی ذمہ داری سے اہل مدینہ بھی بری نہ تھے۔ ان کو معلوم تھا کہ ان کی مخالفت کا انجام یہی ہوگا۔ اگر ابتدا سے وہ بیعت کر لیتے تو اس کی نوبت نہ آتی۔

ابن زبیر کا محاصرہ

مدینہ کو تاراج کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے مکہ روانہ ہو گیا۔ وہ عرصہ سے بیمار تھا، مکہ پہنچنے سے پہلے ہی اس کا وقت آ گیا اور وہ حصین بن نمیر کو اپنا قائم مقام بنا کر چل بسا اور حصین محرم ۶۴ھ میں مکہ پہنچا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حرم میں پناہ گزیں تھے، حصین نے محاصرہ کر کے سنگباری شروع کر دی، اس سے خانہ کعبہ کو نقصان پہنچا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ حرم کے اندر سے مدافعت کرتے رہے۔ ابھی محاصرہ جاری تھا کہ یزید کا وقت آخر ہو گیا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک سیاسی غلطی

یزید کی موت کے بعد خاندان بنی امیہ میں کوئی ایسا عالی دماغ اور حوصلہ مند نہ رہ گیا تھا جو ان مخالف حالات میں حکومت سنبھال سکتا، جو دو چار افراد تھے وہ مختلف مقامات پر منتشر تھے، مروان اور عبدالملک وغیرہ حصین بن نمیر کے ساتھ مدینہ ہی میں تھے۔ ان میں اس وقت کوئی ہمت و حوصلہ نہ تھا۔ ان حالات میں حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنا مناسب نہ سمجھا اور ان سے صلح کر لی اور کہا اب بنی امیہ کا معاملہ کمزور پڑ چکا ہے۔ آپ سے زیادہ کوئی خلافت کا اہل نظر نہیں آتا۔ میں آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ شام کے تمام عمائد میرے ہمراہ ہیں۔ آپ میرے ساتھ شام چلے چلیے۔ وہاں ایک شخص بھی آپ کی مخالفت کرنے والا نہیں ہے۔ ابن زبیر شجاع و بہادر تھے، لیکن موقع شناس نہ تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تک ایک ایک حجازی کے بدلے دس دس شامیوں کا سر قلم نہ کر لوں گا اس وقت تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب سن کر حصین بولا جو شخص آپ کو عرب کا مدبر کہتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ میں آپ سے راز کی بات کہتا ہوں، آپ چلا کر اس کا جواب دیتے ہیں، میں خلافت دلانا چاہتا ہوں اور آپ جنگ و خونریزی پر آمادہ ہیں۔ آخر میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ اس پر راضی ہو گئے کہ مکہ ہی

---

[1] واقعہ حرہ کی تفصیلات تاریخ میں بہت طویل ہیں ہم نے صرف خلاصہ لکھا ہے۔

میں ان کی بیعت کی جائے' وہ شام نہ جائیں' لیکن حصین نے کہا کہ یہاں بیعت بیکار ہے۔ شام میں چند بنی امیہ موجود ہیں' ان کی موجودگی میں بغیر آپ کے گئے ہوئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اس پر راضی نہ ہوئے اور حصین مایوس ہو کر شام لوٹ گیا۔ [1] اس طرح ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی ناعاقبت اندیشی سے ایک بہترین موقع کھو دیا۔ اگر انہوں نے ابن نمیر کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا تو آج بنی امیہ کی تاریخ کا کہیں وجود نہ ہوتا۔

فتوحات

یزید کے عہد حکومت میں حسین رضی اللہ عنہ کے خون بے گناہی' مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پامالی اور حرم محترم کی بے حرمتی کے سیاہ اعمال کے ساتھ ساتھ ملکی مفاد کے بھی کام انجام پائے' بعض باغی علاقوں کی بغاوت فرو ہوئی اور کئی فتوحات حاصل ہوئیں۔

ترکستان کی فتوحات

خوارزم کے قریب ترکستان کے تمام فرمانرواؤں نے ایک مرکز بنالیا تھا' جہاں وہ صلاح و مشورہ کے لیے جمع ہوا کرتے تھے۔ ان کا اجتماع مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھا' خراسان کی فوج نے کئی مرتبہ اس پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی' مگر خراسان کے والی اجازت نہ دیتے تھے۔ ۶۱ ھ میں یزید نے مسلم بن زیاد کو خراسان کا والی بنایا۔ اس نے مہلب بن ابی صفرہ سے اجازت حاصل کر کے اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں کے امرا نے صلح کر لی۔ اس مصالحت میں پانچ کروڑ نقد مسلمانوں کو ملا اور ترکستان کے فرمانرواؤں کے اجتماع کے خطرات کا انسداد ہو گیا' اسی سنہ میں سمرقند اور خجندہ کے نواح میں فوج کشی ہوئی۔

افریقہ کی فتوحات

شمالی افریقہ میں بہت سی نئی فتوحات حاصل ہوئیں' بلکہ اس کا بڑا حصہ فتح ہو گیا' لیکن پھر یہاں کے ایک والی ابوالمہاجر کی غلطی سے نکل گیا۔ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ افریقہ کے بربر بڑے سرکش اور جنگجو تھے۔ بار بار مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے اٹھتے تھے' چنانچہ ۶۲ ھ میں بھی انہوں نے اجتماع کیا' چونکہ اس سے پہلے وہ کئی مرتبہ بغاوت کر چکے تھے' اس لیے اس مرتبہ عقبہ بن نافع والی افریقہ نے قسم کھالی کہ ساری عمر ان سے لڑتے رہیں گے اور اپنے لڑکوں کو وصیت کر کے ۶۲ ھ میں باغہ پہنچے۔ یہاں بڑی تعداد میں رومی اور بربری جمع تھے۔ عقبہ نے ایک خونریز معرکہ کے بعد انہیں شکست دی وہ شکست کھا

[1] مستدرک حاکم ج ۳ تذکرہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ و ابن اثیر ج ۴ ص ۴۹۔

کر شہر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ عقبہ نے محاصرہ کر لیا' لیکن محصورین نے شہر سے باہر قدم نہ نکالا' اس لیے عقبہ انہیں چھوڑ کر رومیوں کے دوسرے مرکز لمبیس پہنچے۔ اس زمانے میں یہ رومیوں کا بہت بڑا شہر تھا۔ انہیں شکست دے کر فزان پر فوج کشی کی۔ یہاں کے حکمران نے صلح کر لی۔ اس کے بعد وہ دوان' قفصہ اور قسطلیہ کی بغاوت فرو کرتے ہوئے واپس آئے۔ ❶ تھوڑے وقفہ کے بعد پھر زاب کے علاقہ کی طرف بڑھے اور اربہ میں رومیوں کو شکست دیتے ہوئے تاہرت کا رخ کیا۔ یہاں رومیوں اور بربریوں کا بڑا انبوہ جمع تھا۔ ان دونوں کے ساتھ بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ قلت تعداد کی بنا پر مسلمان مشکل میں پھنس گئے تھے' لیکن بالآخر شکست رومیوں اور بربریوں کو ہوئی اور مسلمانوں کو بہت مال غنیمت ہاتھ آیا۔ ❷ تاہرت کے بعد سبتہ کا رخ کیا۔ یہاں کے فرمانروا نے صلح کر لی' پھر سبتہ سے طنجہ پہنچے' یہ بحر روم کے کنارے شمالی افریقہ کا آخری شہر اور یہاں کے سب سے بڑے حکمران کا دارالسلطنت تھا۔ مغرب کے تمام حکمران اس کے باجگزار تھے' اسے شکست دے کر عقبہ نے طنجہ پر قبضہ کر لیا۔ ❸

طنجہ کے بعد خشکی کا علاقہ ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے عقبہ یہاں سے سوس ادنیٰ کی طرف بڑھے اور یہاں کے بربریوں کو شکست دے کر یعلی اور نفیس پر قبضہ کرتے ہوئے سوس اقصیٰ پہنچے۔ یہاں بھی بربریوں کا مقابلہ ہوا۔ عقبہ نے انہیں شکست دے کر ورعہ پر قبضہ کر لیا اور بحر محیط کے ساحل تک بڑھتے چلے گئے۔ ❹ سمندر پر نظر پڑتے ہی اللہ کے حضور میں عرض کیا۔ ''اے اللہ اگر یہ سمندر درمیان میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا ❺ اور گھوڑے کو پانی میں اتار کر کہا ''اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں وہی چاہتا ہوں جو تیرا ولی ذوالقرنین چاہتا تھا کہ تیرے سوا دوسرا نہ پوجا جائے''۔ ❻

کسیلہ بن مکرم کی بغاوت اور افریقہ میں انقلاب

ان فتوحات کے بعد افریقہ میں مسلمانوں کی حریف کوئی قوت باقی نہ رہ گئی تھی۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک مسلمانوں کا سکہ بیٹھ گیا تھا کہ دفعۃً کسیلہ بن مکرم کی بغاوت نے سارے افریقہ میں انقلاب برپا کر دیا۔

کسیلہ' طنبہ کا فرمانروا اور افریقہ کا نہایت ممتاز آدمی تھا۔ عقبہ کے پیشرو والی ابوالمہاجر کے زمانہ میں وہ مسلمان ہو گیا تھا اور مسلمانوں سے اس کے بڑے تعلقات ہو گئے تھے۔ عموماً وہ ابوالمہاجر ہی کے

---

❶ کتاب المونس ص ۲۷۔ ❷ ابن اثیر ج ۴' ص ۴۲۔ ❸ کتاب المونس ص ۲۸۔
❹ کتاب المونس ص ۲۸۔ ❺ ابن اثیر ج ۴' ص ۴۳۔ ❻ کتاب المونس ص ۲۹۔

ساتھ رہتا تھا۔ وہ اس کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔ ابوالمہاجر کے بعد جب عقبہ افریقہ کے والی مقرر ہوئے تو ابوالمہاجر نے عقبہ سے کسیلہ کا تعارف کرا کے اس کے مرتبہ کا لحاظ اور اس سے احتیاط کرنے کی ہدایت کر دی تھی، لیکن عقبہ ابوالمہاجر کے سخت خلاف تھے۔ انہوں نے ان کی ہدایت کی پرواہ نہ کی اور ایک موقع پر کسیلہ کے ساتھ توہین آمیز برتاؤ کیا۔ کسیلہ نے اپنے ظاہری طرز عمل میں کوئی فرق نہ آنے دیا' لیکن دل میں عقبہ کا دشمن ہو گیا اور بدلہ لینے کے موقع کا منتظر رہا۔ عقبہ کی ناعاقبت اندیشی سے جلد ہی اس کو موقع مل گیا۔ افریقہ کی فتوحات کی مہم سے واپسی کے وقت اس اطمینان میں کہ اب کوئی مخالف و مزاحم باقی نہیں رہا۔ انہوں نے فوجوں کو منتشر کر دیا اور خود چند آدمیوں کے ساتھ پیچھے آ رہے تھے۔ کسیلہ کے دارالحکومت طنبہ کے قریب مقام میودہ میں انہوں نے رومیوں کو اسلام کی دعوت دی' وہ ان کو اتنی کم تعداد میں دیکھ کر مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گئے۔ عقبہ کے ساتھ کسیلہ کی عداوت کا ان کو علم تھا۔ انہوں نے اس کو خبر کر دی کہ عقبہ سے بدلہ لینے کا یہ بہترین موقع ہے۔ کسیلہ موقع کی تلاش ہی میں تھا۔ فوراً ایک جم غفیر لے کر پہنچ گیا۔ عقبہ کے ساتھ صرف چند آدمی تھے۔ اس وقت عقبہ نے افریقہ کے سابق والی ابوالمہاجر کو جنہیں مخالفت میں قید کر رکھا تھا' رہا کر کے ان سے کہا کہ تم مسلمانوں کو دیکھو' میں شہادت حاصل کرتا ہوں۔ ابوالمہاجر نے کہا میری بھی یہی آرزو ہے' چنانچہ دونوں نے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ نہایت بہادری سے مقابلہ کر کے جان دی۔ عقبہ اور ابوالمہاجر کے بعد بربریوں اور رومیوں کا مقابلہ کرنے والا کوئی باقی نہ تھا۔ اس لیے سارے افریقہ میں بغاوت پھیل گئی اور ہر جگہ کے رومی اور بربری اٹھ کھڑے ہوئے۔ کسیلہ انہیں لے کر قیروان پہنچا۔ عقبہ کے نائب زہیر بن قیس بلوی نے لوگوں کو مقابلہ کے لیے ابھارا' لیکن کوئی آمادہ نہ ہوا اور سب شہر چھوڑ کر نکل گئے' جو لوگ باقی رہ گئے وہ کسیلہ کی امان میں آ گئے اور قیروان پر اس کا قبضہ ہو گیا اور زہیر بن قیس برقہ چلے گئے۔ [1]

وفات

ابھی اس بغاوت کا کوئی تدارک نہ ہوا کہ ربیع الاول ۶۴ھ میں حوران میں یزید کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت کل ۳۸ سال کی عمر تھی۔ مدت حکومت ۳ سال ۹ مہینے۔

اولاد

یزید کی کئی بیویاں تھیں۔ ان سے بہت سی اولادیں تھیں۔ معاویہ' خالد' ابوسفیان' عبداللہ' عبداللہ الاصغر' عمر' ابوبکر' عتبہ' حرب اور عبدالرحمٰن۔

[1] کتاب المونس ص۔ ۲۹ و ابن اثیر ج۔ ۳' ص ۴۳۔

معاویہ ثانی بن یزید

(۶۴ھ مطابق ۶۸۵ء)

یزید کی موت کے بعد ربیع الاول ۶۴ھ میں اس کا نوجوان لڑکا معاویہ تخت نشین ہوا۔ اس وقت اس کی عمر کل اکیس سال کی تھی' لیکن بڑا دیندار اور صالح تھا۔ یزید کے زمانہ میں جو حوادث اور واقعات پیش آئے۔ انہیں دیکھ کر معاویہ کا دل سلطنت وحکومت سے پھر گیا تھا۔ [1] اس لیے تین مہینے کے بعد وہ خلافت سے دستبردار ہو گیا اور مسلمانوں کے سامنے تقریر کی۔

> ''مجھ میں حکومت کا بار اٹھانے کی طاقت نہیں ہے' میں نے چاہا تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح کسی کو اپنا جانشین بنا دوں یا عمر رضی اللہ عنہ کی طرح چھ آدمیوں کو نامزد کر کے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دوں' لیکن نہ عمر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نظر آیا اور نہ ویسے چھ آدمی ملے' اس لیے میں اس منصب سے دست بردار ہوتا ہوں' تم لوگ جسے چاہو اپنا خلیفہ بنا لو''۔ [2]

حکومت سے دستبرداری کے بعد معاویہ خانہ نشین ہو گیا اور چند مہینوں کے بعد انتقال کر گیا۔ اس کی سیرت دست برداری کے واقعہ سے ظاہر ہے' حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے بعد دستبرداری کی یہ دوسری مثال تھی۔

[1] یعقوبی ج۔۲' ص۳۰۲۔ [2] طبری ج۔۷' ص۴۶۸۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم

(۶۴ھ تا ۷۳ھ بمطابق ۶۸۵ء تا ۶۹۵ء)

(۶۴ھ تا ۶۵ھ بمطابق ۶۸۵ء تا ۶۸۵ء)

ترجمہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی حواری رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ ان کی ماں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ ان رشتوں سے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ذات میں بہت سی خصوصیات جمع ہو گئی تھیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ ۲ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہجرت کے بعد بہت دنوں تک مہاجرین کے اولاد نہیں ہوئی تھی۔ یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ یہ ان کے سحر کا نتیجہ ہے کہ عین اسی زمانہ میں عبداللہ پیدا ہوئے۔ اس لیے مسلمانوں کو ان کی ولادت کی بڑی خوشی ہوئی۔ سات آٹھ سال کی عمر میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی' بچپن سے وہ بڑے بہادر شجاع اور حوصلہ مند تھے اور اسی زمانہ میں ان میں بڑائی کے آثار نمایاں تھے۔ سن شعور کے بعد وہ اکثر مہمات میں شریک رہے۔ طرابلس انہی کی کوششوں سے فتح ہوا تھا۔ [1] جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حمایت میں پیش پیش تھے۔ ان کی حفاظت میں اس بہادری اور شجاعت کے ساتھ لڑے کہ سارا بدن زخموں سے چور ہو گیا تھا۔ پورے جسم میں چالیس سے زیادہ زخم آئے تھے۔ [2] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید کے زمانہ میں ان کے ساتھ جو واقعات پیش آئے' وہ ان کے حالات میں اوپر گزر چکے ہیں۔

ترجمہ مروان بن حکم

مروان بنی امیہ کی دوسری شاخ بنی العاص سے تھا۔ مروان کا باپ حکم بن العاص حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حقیقی چچا تھا۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا' لیکن اس کے دل میں اسلام راسخ نہ ہوا تھا۔ اندرونی طور پر مسلمانوں کا دشمن رہا اور ان کے اسرار فاش کیا کرتا تھا' اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو طائف جلاوطن کر دیا تھا۔ مروان اس زمانہ میں صغیر السن تھا' اس لیے وہ بھی باپ کے ساتھ طائف

---

[1] ابن اثیر ج ۳' ص ۸۰۲۹۔ [2] اصابہ تذکرۂ ابن زبیر رضی اللہ عنہ۔

میں رہا۔ آخر زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی واپسی کی اجازت حاصل کر لی تھی اور اپنے زمانہ میں انہوں نے اس کو واپس بلا لیا۔ آپ کو حکم اور مروان دونوں سے بڑی محبت تھی۔ حکم کی موت کے بعد مروان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور اسے اپنا سیکرٹری بنا لیا تھا۔ آپ کی مہر وغیرہ اس کی تحویل میں رہتی تھی۔ اسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے والی کو خط لکھ دیا تھا کہ مصری باغیوں کے سرغنہ پکڑ کر قتل کر دیئے جائیں' جس کے نتیجہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جنگ جمل اور جنگ صفین کے معرکوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اسے مدینہ کا والی بنا دیا تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دعویٰ خلافت تک وہ اسی عہدہ پر تھا۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت

اوپر معلوم ہو چکا تھا کہ یزید کی زندگی ہی میں اہل حجاز نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی تھی۔ واقعہ حرہ کے بعد مسلم بن عقبہ نے بزور شمشیر دوبارہ اہل مدینہ سے یزید کی بیعت لے لی تھی۔ یزید کی موت کے بعد پھر وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شخصیت ہر لحاظ سے محترم تھی اور معاویہ بن یزید کے بعد بنی امیہ میں کوئی حوصلہ مند کھڑا بھی نہیں ہوا۔ اس لیے حجاز و عراق اور مصر و شام تمام بڑے بڑے ملک ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے اور یہاں ان کے حکام اور دعاۃ پہنچ گئے۔ خود بنی امیہ کے پایہ تخت شام میں اردن کے والی حسان بن بحدل کے علاوہ باقی تمام صوبوں کے حکام اور عمائد ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی و مددگار بن گئے تھے اور یہاں کے باشندوں نے ان کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ [1]

بصرہ کو البتہ عبید اللہ بن زیاد نے سنبھالنے کی کوشش کی اور اہل بصرہ کو جمع کر کے تقریر کی:

> ''میرا مولد و منشا یہی ہے' میں نے ہر شعبہ کو اتنی ترقی دی کہ جس وقت یہاں کا والی ہوا ہوں' اس وقت فوجی دفاتر کا خرچ کل ستر ہزار تھا اور آج ایک لاکھ ہے' حکام کے دفاتر کے اخراجات کل نوے ہزار تھے اور آج ایک لاکھ چالیس ہزار ہیں۔ جتنی مخالف طاقتیں تھیں سب کو جیل میں بھر کر ختم کر دیا۔ اب کوئی قوت ایسی نہیں ہے جس سے تمہیں خطرہ ہو' یزید کا انتقال ہو چکا ہے اور شام میں اختلاف بپا ہے۔ تم لوگ دولت و ثروت اور قوت و شوکت ہر چیز میں سب میں ممتاز ہو' اپنے دینی اور دنیاوی مصالح کا

[1] یعقوبی ج ۲' ص ۳۳' ۳۴۔

لحاظ کر کے تم جسے اپنا امیر بناؤ گے میں بھی اس کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا اور اہل شام کسی اور کو منتخب کریں اور تم بھی اسے پسند کرتے ہو تو اسے مان لینا' ورنہ اپنا امیر الگ منتخب کرنا' تم کو دوسرے ملکوں کی تائید و حمایت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ دوسرے ملک خود تمہارے محتاج ہیں''۔ [1]

یہ تقریر سن کر اہل بصرہ اس کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے تیار ہو گئے' لیکن اس نے انکار کیا۔ جب اہل بصرہ زیادہ مصر ہوئے تو وہ آمادہ ہو گیا۔ اہل عراق کی فطرت میں نفاق تھا۔ اس لیے اس وقت بھی جب کہ وہ اس کے ہاتھوں پر بیعت کر رہے تھے دل سے اس کے خلاف تھے' چنانچہ جب بیعت کر کے باہر نکلے تو ہاتھوں کو دیوار پر رگڑ کر صاف کرتے اور کہتے' ابن مرجانہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم اتفاق اور اختلاف ہر حالت میں اس کی اطاعت کریں گے۔ اہل بصرہ کی بیعت کے بعد ابن زیاد نے کوفہ آدمی بھیجا۔ اس نے جا کر اہل کوفہ سے کہا کہ بصرہ والوں نے ابن زیاد کے ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے اس لیے تم لوگ بھی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ یہاں بڑی مخالفت ہوئی۔ کوفہ والوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم کو ابن سمیہ سے نجات دی ہے اب ہم دوبارہ اس کو اپنے اوپر مسلط نہ کریں گے۔ اہل بصرہ پہلے سے دل سے ابن زیاد کے خلاف تھے' کوفہ والوں کا جواب سن کر انہوں نے علانیہ مخالفت شروع کر دی۔ ابن زیاد نے بہت سنبھالنے کی کوشش کی' مگر کامیاب نہ ہوا اور اس کی مخالفت اتنی بڑھی کہ اسے عراق چھوڑ کر شام بھاگ جانا پڑا۔ ابن زیاد کے عراق چھوڑنے کے بعد اہل کوفہ اور بصرہ نے بڑے اختلاف اور ہنگاموں کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مان لیا۔ [2]

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی ایک سیاسی غلطی اور اس کا نتیجہ

اس وقت قریباً کل دنیائے اسلام میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت مسلم ہو گئی تھی کہ عین اس وقت انہوں نے ایک فاش غلطی کی کہ بنی امیہ کی اکھڑی ہوئی حکومت پھر قائم ہو گئی۔ یاد ہو گا کہ انہوں نے مکہ اور مدینہ سے بنی امیہ کو نکلوا دیا تھا' لیکن واقعہ حرہ کے بعد یہ لوگ پھر لوٹ آئے تھے۔ یزید کی موت کے بعد ان کی ہمت اتنی پست ہو چکی تھی کہ مروان بن حکم اموی تک جو مدینہ کا حاکم تھا' ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا [3] لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو بنی امیہ سے اتنی نفرت تھی کہ انہوں نے انجام کو سوچے بغیر کل بنی امیہ کو جن میں مروان اور اس کا لڑکا عبدالملک بھی تھا' مدینہ سے نکلوا دیا۔ اس وقت

---

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۵۲۔ [2] ابن اثیر ج ۴' ص ۵۲۔ ابن اثیر میں اس کی بڑی طویل تفصیل ہے' ہم نے صرف نتیجہ لکھ دیا ہے۔ [3] ابوالفدا ج ۱' ص ۱۹۲۔

عبدالملک چیچک میں مبتلا تھا۔ اس لیے مروان کے لیے مدینہ چھوڑنا مشکل تھا' لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ نکلنے دیا اور مروان کو اسی حالت میں عبدالملک کو لے کر نکل جانا پڑا۔ بعد میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے اس کی تلاش میں آدمی دوڑائے لیکن وہ نکل چکے تھے۔ [1] اس واقعہ نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور بنی امیہ دونوں کی تاریخ کا رخ بدل دیا۔ اگر اس وقت بنی امیہ کو ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے روک لیا ہوتا تو پھر ان کا مقابلہ کرنے والا کوئی نہ تھا۔

شام میں مروان کی بیعت

مروان مدینہ سے نکل کر شام پہنچا' یہاں کی حالت اس وقت نہایت ابتر تھی۔ شام کے کل اضلاع میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر تھا' اور یہاں ان کے حکام اور داعی موجود تھے۔ اس کے علاوہ جن قبائل پر بنی امیہ کی قوت کا مدار تھا' ان میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ قبیلہ قیس ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی حمایت میں تھا' ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ والی دمشق اس کے لیڈر تھے۔ بنی کلب بنوامیہ کے ساتھ تھے' لیکن ان میں دو جماعتیں ہو گئی تھیں۔ ایک جماعت مروان بن حکم کی طرفدار تھی اور دوسری خالد بن یزید کی حمایت میں تھی۔ خالد کی دادی یعنی یزید کی ماں قبیلہ کلب کی تھی' اس لئے عام کلبیوں کی ہمدردی اس کے ساتھ تھی۔ ایک تیسرا نام عمرو بن سعید بن العاص کا بھی لیا جاتا تھا۔ یہ صورت دیکھ کر شام پہنچنے کے بعد بھی مروان نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لینے کا ارادہ کیا' لیکن اسی دوران میں عبیداللہ بن زیاد پہنچ گیا۔ اس نے روکا کہ آپ قریش کے سردار ہو کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں؟ ابھی وقت نہیں گیا ہے' ہمیں کوشش کرنی چاہیے' مروان کے شام آنے کے بعد بنی امیہ کے موالی اور ان کے حامی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ شام میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مروان بن حکم اور خالد بن یزید کے حامیوں میں باہم بڑا اختلاف اور ہنگامہ بپا ہوا' لیکن آخر میں بڑے اختلافات کے بعد مقام جابیہ میں بنی امیہ کے حامیوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی اس میں اموی حکومت کے تمام ارکان وعمائد اور سرداران قبائل جمع ہوئے۔ کئی ہفتہ کے اختلاف رائے اور بحث ومباحثہ کے بعد بنی امیہ کے ایک عالی دماغ خیر خواہ روح ابن زنباع جذامی نے ایک پرجوش تقریر کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ خاندان بنی امیہ میں مروان سے زیادہ تجربہ کار اور سن رسیدہ کوئی نہیں ہے' اس لئے اسے خلیفہ بنانا چاہیے اور اس کے بعد علی الترتیب خالد بن یزید کی حمایت میں تھے انہوں نے بھی اس کی صغرسنی کی وجہ سے مروان ہی کی تائید کی اور بلا اختلاف سب نے اس کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور ذیقعدہ ۶۴ھ میں وہ خلیفہ منتخب ہو گیا۔ مروان کی بیعت سے بنی امیہ کی گرتی ہوئی

---

[1] یعقوبی ج ۲ ص ۳۰۴۔

عمارت سنبھل گئی اور معاویہ بن یزید کی موت کے بعد جو انتشار پیدا ہو گیا تھا وہ جاتا رہا اور بنو امیہ کے کل حامی ایک مرکز پر جمع ہو گئے۔

مرج راہط کا فیصلہ کن معرکہ اور شام پر مروان کا قبضہ

بنی امیہ کے پایہ تخت دمشق پر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی اور قبیلہ قیس کے سردار ضحاک بن قیس کا قبضہ تھا' انہوں نے شروع میں بنی امیہ کی بڑی مخالفت کی تھی' لیکن حالات کا رخ دیکھ کر پھر ان کی طرف مائل ہو گئے تھے' اور جابیہ کانفرنس کے مجوزین میں یہ بھی تھے' لیکن بعد میں پھر خلاف ہو گئے' اور کانفرنس کے زمانہ ہی میں وہ مرج راہط چلے آئے تھے' اور یہاں بنی امیہ کے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ شام کے ان تمام حکام وعمال نے جو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے' انکی مدد کی' چنانچہ نعمان بن بشیر والی حمص' زفر بن حارث والی قنسرین' ناتل بن قیس والی فلسطین نے اپنی اپنی فوجیں بھیجیں۔ ضحاک کے دمشق سے ہٹنے کے بعد بنی امیہ کے ایک حامی یزید بن ابی النمس نے ان کے نائب کو دمشق سے نکال کر خزانہ اور اسلحہ پر قبضہ کر لیا اور مال اور اسلحہ سے مروان کی بڑی مدد کی۔ اس سے اس کو بڑی تقویت پہنچی اور اس کے حامی اس کو لے کر ضحاک کے مقابلہ کو آئے' مرج راہط پہنچے محرم ۶۵ھ میں دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی' ضحاک نے فاش شکست کھائی' وہ خود اس معرکہ میں مارے گئے' اور ان کے قبیلہ قیس کی بڑی تعداد کام آئی' شام میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا حامی و مددگار یہی قبیلہ تھا' اس لئے اس کی شکست شام کے تمام زبیری داعیوں کی شکست تھی' چنانچہ جہاں جہاں شکست کی خبر پہنچی' ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی بھاگ نکلے۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ والی حمص کو اہل حمص نے پکڑ کر قتل کر دیا' زفر بن حارث نے بھاگ کر قرقیسیا میں پناہ لی اور ناتل بن قیس والی فلسطین ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھاگ گئے' اس طرح شام دوبارہ بنی امیہ کے قبضہ میں آ گیا۔

مصر پر قبضہ

شام پر قابض ہونے کے بعد مروان نے مصر پر فوج کشی کی' ایک طرف سے خود بڑھا اور دوسری طرف سے عمرو بن سعید کو روانہ کیا' مصر کی حدود میں داخل ہونے کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا مصری داعی عبدالرحمٰن بن حجدم مقابلہ کے لئے نکلا' پشت سے عمرو بن سعید پہنچ چکے تھے' اس لئے ابن حجدم کے نکلتے ہی وہ مصر میں داخل ہو گئے' ابن حجدم کو اس کی خبر ہوئی تو لڑنا بیکار سمجھ کر مروان سے بیعت کر لی' اس طرح بغیر کشت وخون کے مصر پر بھی مروان کا قبضہ ہو گیا' مصر پر قابض ہونے کے بعد عبید اللہ بن زیاد کو عراق روانہ کیا۔ [1]

---

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۵۹ و یعقوبی ج ۲' ص ۳۰۵۔

ولی عہدی میں تغیر

یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مروان کے بعد علی الترتیب خالد بن یزید اور عمرو بن سعید ولی عہد نامزد ہوئے تھے' لیکن چند مہینوں کے بعد مروان نے ان دونوں کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے عبدالملک اور اس کے بعد عبدالعزیز کو ولی عہد بنا دیا۔

وفات

رمضان ۶۵ھ میں مروان نے دفعتہً بغیر کسی علالت کے انتقال کیا' عام خیال یہ ہے کہ اس کی بیوی ام خالد نے اسے مار ڈالا' اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ مروان کو سیاسی حالات کی بنا پر مجبور ہو کر خالد بن یزید کو ولی عہد ماننا پڑا تھا۔ لیکن اس کی ولی عہدی اس کی نگاہ میں برابر کھٹکتی تھی' چنانچہ خالد کی تذلیل کے لئے اس کی بیوہ ماں سے شادی کر لی اور ایک موقع پر اس نے علانیہ خالد اور اس کی ماں دونوں کے لئے نازیبا کلمات استعمال کئے' خالد نے اپنی ماں سے اس کی شکایت کی' اس نے زہر دے کر یا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ [1] انتقال کے وقت مروان کی عمر ۶۳ سال تھی اور مدت خلافت کل نو مہینے' اس مختصر مدت میں اسے حکومت کے نظم و نسق کے قیام کا کیا موقع مل سکتا تھا' اس لئے بنی امیہ کی حکومت کے قیام کے سوا اس کے عہد کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔

[1] طبری اور یعقوبی وغیرہ۔

عبدالملک بن مروان اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

(۶۵ ھ تا ۸۶ ھ بمطابق ۶۸۲ء تا ۷۰۷ء)

ترجمہ عبدالملک بن مروان

عبدالملک ۲۶ ھ میں پیدا ہوا۔ تخت نشینی کے وقت ۳۹ سال عمر تھی۔ مروان کی طائف کی جلا وطنی سے واپسی کے بعد برابر مدینہ میں رہا اور یہاں کے ارباب علم وکمال سے پورا استفادہ کیا۔ اپنے زمانے کے اکابر علما میں تھا۔ اس عہد کے بڑے بڑے آئمہ اس کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ اگر زمانہ نے اس کو تخت سلطنت پر نہ بٹھا دیا ہوتا تو وہ مدینہ کی مسند علم کی زینت ہوتا۔

دولت علم کے ساتھ ساتھ وہ بڑا مدبر، حوصلہ مند، مستقل مزاج اور بہادر تھا۔ بنی امیہ کی تاریخ میں اس کا دور بڑا پر آشوب تھا۔ جس وقت اس نے تخت حکومت پر قدم رکھا ہے، ملک کے تمام اہم حصوں میں انقلاب بپا تھا اور بیک وقت مختلف طاقتیں، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، شیعیان علی، خوارج، مختار ثقفی، بنی امیہ کے خلاف اوران سے برسر پیکار تھیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی اندرونی اور بیرونی شورشوں کے طوفان بپا ہوئے۔ عبدالملک کے پاس صرف مصر وشام تھے۔ باقی دنیائے اسلام کے کل حصے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے یا ان میں طوائف الملوکی تھی۔

عبدالملک نے ان تمام مخالف حالات کا مقابلہ کر کے ان پر قابو حاصل کیا، وہ مشکل سے مشکل اور نازک سے نازک موقع پر گھبراتا نہ تھا بلکہ مشکلات ومصائب کے ہجوم میں اس کی ہمت واستقلال کے جوہر اور زیادہ چمکتے تھے، اس کی تفصیلات آئندہ معلوم ہوں گی۔

تخت نشینی

مروان کی وفات کے بعد رمضان ۶۵ ھ میں عبدالملک تخت نشین ہوا۔

توابین کا خروج وخاتمہ

اس کی تخت نشینی کے بعد ہی توابین کا جو مروان کے زمانہ میں بڑے زور وشور سے اٹھے تھے، خاتمہ ہوا۔ ان کی تاریخ یہ ہے کہ کوفہ کے ایک ممتاز بزرگ سلیمان بن صرد جنہیں شرف صحابیت بھی حاصل تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے فدائیوں میں تھے۔ آپ کے بعد وہ کوفہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے داعی بن گئے۔ ان کا گھر شیعیان علی رضی اللہ عنہ کا مرکز تھا یہیں سے آپ کو بلاوے کے خطوط جاتے

تھے لیکن جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو سلیمان بن صرد اوران کے ساتھی آپ کی کوئی مدد نہ کر سکے اور کربلا کا خونیں حادثہ پیش آ گیا۔ اس غلطی پر ان کو اوران کی پوری جماعت کو بڑی ندامت وشرمندگی تھی۔ انہوں نے اس کے کفارہ میں قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام لینا اپنا فرض قرار دیا اور ''توابین'' اپنا لقب رکھا۔ اس جماعت نے یزید ہی کے زمانہ سے خفیہ تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ بہت سے لوگ جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ نہ دے سکے تھے، اس دعوت میں شریک ہو گئے تھے۔ مروان کے زمانہ ۶۵ھ میں جب ان کی قوت مضبوط ہوگئی تو یہ لوگ چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ نکلے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت کرتے ہوئے شام کی طرف بڑھے۔

اس زمانہ میں عبیداللہ بن زیاد عراق کی بعض مہموں میں مصروف تھے۔ اس لیے اس کا اور توابین کا سامنا ہو گیا۔ دونوں میں بڑی خون ریز جنگ ہوئی، توابین بڑی جانبازی سے لڑے لیکن آخر میں انہیں شکست ہوئی۔ سلیمان بن صرد اوران کے تمام بڑے بڑے ساتھی کام آئے اور چھ ہزار توابین میں سے بہت تھوڑی تعداد زندہ بچی۔ اس جماعت کا آغاز مروان کے زمانہ سے ہوا تھا لیکن خاتمہ عبدالملک کے زمانے میں ہوا۔

مختار بن ابی عبید ثقفی کا خروج اور عراق پر قبضہ

۶۶ھ میں ایک شخص مختار بن ابی عبید ثقفی خون حسین رضی اللہ عنہ کے انتقام کی دعوت لے کر اٹھا اور عراق پر قابض ہو گیا۔ یہ ایک معمولی اور بے دین لیکن عالی دماغ اور حوصلہ مند شخص تھا، اس دور کی بدنظمی اور طوائف الملوکی دیکھ کر اسے بھی قسمت آزمائی کا حوصلہ ہوا۔ [1]

اس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا زور تھا۔ اس لیے وہ حصول مقصد کے لیے ان کے ساتھ ہو گیا اوران کے مزاج میں بڑا رسوخ پیدا کر لیا۔ [2] لیکن جس مقصد کے لئے وہ ان سے ملا تھا، اس کے حصول کی صورت یہاں نظر نہ آئی، تو وہ توابین کی تحریک میں جو اسی زمانہ میں اٹھی تھی، شامل ہو گیا۔ یہ تحریک اس کے مقصد کے لئے بہت مفید تھی۔ اس لیے توابین کے خاتمہ کے بعد خود اس کا رہنما بن گیا لیکن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی تعلق قائم رکھا اوران پر اس کو ظاہر نہ ہونے دیا اوراس تحریک کو مؤثر بنانے کے لیے حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے سرپرستی قبول کرنے کی درخواست کی۔ اس تحریک کے ساتھ ہی اس نے بہت سے گمراہ کن عقائد اختراع کیے تھے جن سے امام موصوف واقف تھے، اس لیے انہوں نے اس کی درخواست رد کر دی اور مسجد نبوی ﷺ میں تقریر کر کے اس کے

---

[1] اخبار الطوال ص ۳۱۳۔ [2] ابن سعد ج ۵ ص ۱۷۔

مکروزور کا پردہ فاش کیا اور فرمایا ''اس شخص نے محض لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے اہل بیت کی دعوت کو آڑ بنایا ہے ورنہ اس کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔'' ان سے مایوس ہونے کے بعد ان کے سوتیلے چچا محمد بن حنفیہ سے سرپرست بننے کی درخواست کی۔ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو بھی روکا کہ اس نے محض لوگوں کو اپنے دام میں پھنسانے کے لیے محب اہل بیت کا روپ بدلا ہے۔ حقیقت میں اس کو ان سے کوئی تعلق نہیں' بلکہ وہ ان کا دشمن ہے۔ میری طرح آپ کو بھی اس کا پردہ فاش کرنا چاہیے۔ محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے رائے لی۔ اس زمانہ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان دونوں بزرگوں کو اپنی بیعت کے لیے مجبور کر رہے تھے اور ان کو ان کی جانب سے بڑا خطرہ تھا۔ اس لیے مختار کی حمایت حاصل کرنے کے لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو سرپرستی قبول کر لینے کا مشورہ دیا۔ [1]

محبان اہل بیت کا مرکز عراق تھا، وہاں یہ تحریک زیادہ کامیاب ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ انقلابی تحریکوں کے لیے وہاں کی آب و ہوا زیادہ سازگار تھی۔ اس لیے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کو سرپرست بنانے کے بعد مختار نے ان سے عراق میں کام کرنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خطرہ سے بچنے کے لئے اس کی سرپرستی قبول کر لی تھی لیکن ان کو خود اس پر اعتماد نہ تھا، اس لیے اجازت تو دے دی لیکن اس کی نگرانی کے لیے اپنا ایک آدمی عبداللہ بن کامل ہمدانی ساتھ کر دیا اور اس کو مختار سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کر دی۔ [2]

مختار بڑا عاقب اندیش اور چالاک آدمی تھا، اس لیے اب بھی اس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے تعلق منقطع نہیں کیا کہ اگر اس کی تحریک میں کامیابی نہ ہو تو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا دروازہ اس کے لیے کھلا رہے۔ انہیں اس نے یہ دھوکا دیا کہ عراق میں اس کا قیام ان کے لیے زیادہ مفید ہوگا اور وہاں جا کر شیعیان بنی ہاشم کو بنی امیہ کے مقابلہ میں ان کی مدد پر آمادہ کر لے گا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اجازت دے دی۔ [3]

ان دونوں سے اجازت لے کر وہ عراق پہنچا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حقیقی جانشین امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ تھے لیکن وہ مختار کے گون (مطلب) کے نہ تھے، اس لیے اس نے چالاکی سے اہل بیت کی تحریک کا رخ آل فاطمہ رضی اللہ عنہا سے محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف پھیر دیا اور انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جانشین، ان کا وصی اور مہدی وقت ظاہر کر کے ان کی دعوت شروع کر دی۔ [4] اپنے متعلق

---

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲ص ۸۰ ملخصاً حاشیہ نفح الطیب۔ [2] ابن سعد ج ۵، ص ۷۱۔

[3] مروج الذہب ص ۷۵ ۔۴۔ [4] فرق الشیعہ نوبختی ص ۲۳ تا ۲۶۔

نزول وحی کا دعویٰ کیا۔ بداء یعنی اللہ تعالیٰ سے غلطی کا امکان کا عقیدہ ایجاد کیا اور ایک کرسی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب منسوب کر کے اسے بنی اسرائیل کے تابوت سکینہ کی طرح مقدس اور وسیلۂ فتح وظفر قرار دیا۔ [1]

کوفہ شیعیان علی رضی اللہ عنہ کا مرکز تھا۔ یہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔ اس سے پہلے توابین کی تحریک یہاں اٹھ چکی تھی۔ اس لیے مختار کی تحریک کو بھی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔ ہزاروں آدمی اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کا گھر شیعیان علی رضی اللہ عنہ کا مرکز بن گیا۔

عبداللہ بن مطیع نے جو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے کوفہ کے والی تھے اور ایاس بن نضر افسر پولیس نے اس کی سرگرمی دیکھ کر روک ٹوک شروع کی۔ اس وقت تک مختار کی دعوت میں زیادہ تر عوام شریک ہوئے تھے۔ کوئی ممتاز اور مقتدر آدمی مددگار نہ تھا۔ اس لیے اس وقت وہ خاموش رہا اور کوفہ کے ایک مقتدر رئیس ابراہیم بن اشتر کو جو پرانے شیعان علی رضی اللہ عنہ میں تھے لیکن مختار کی تحریک میں شامل نہ تھے، محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ایک فرضی خط دے کر ان کو اپنا مددگار بنایا ان کی حمایت حاصل ہو جانے کے بعد مختار کا بازو بہت قوی ہو گیا اور ان کے ساتھ مل کر اس نے بے خوف وخطر کام شروع کر دیا۔ [2]

ایاس نے ابراہیم کو بھی روکا اور انہیں دھمکی دی کہ اگر تم نے مختار کے یہاں کی آمد ورفت نہ چھوڑی تو تم کو قتل کر دیا جائے گا۔ یہ بااثر آدمی تھے۔ انہوں نے اس دھمکی کے جواب میں خود ایاس کو قتل کر دیا۔ عبداللہ بن مطیع والی کوفہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے ابراہیم کی گرفتاری کے لیے آدمی بھیجے۔ انہوں نے ان کو شکست دے کر ابن مطیع کا محاصرہ کر لیا۔ اب ابراہیم اور مختار کی طاقت اتنی بڑھ چکی تھی کہ ابن مطیع مقابلہ نہ کر سکے اور انہیں جان بخشی کرا کے جان بچانی پڑی۔ اب مطیع کی شکست کے بعد کوفہ اور اس کے ساتھ سارے عراق پر مختار کا قبضہ ہو گیا۔ صرف بصرہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس رہ گیا۔ [3]

محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی قید اور رہائی

حجاز میں محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہ کی تھی۔ وہ

---

[1] الملل والنحل شہرستانی ج ۱ص ۱۹۹۔ ان عقائد نے ایک فرقہ کیسانیہ یا مختاریہ پیدا کر دیا۔ نوبختی کے بیان کے مطابق کیسان مختار کا لقب تھا۔ اسی نسبت سے اس کا پیدا کردہ فرقہ کیسانیہ اور مختاریہ کہلاتا تھا۔ [فرق الشیعہ ص ۲۳، ۲۶] لیکن شہرستانی کے بیان کے مطابق یہ دو فرقے ہیں۔ کیسانیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک ساتھی یا غلام کیسان کی طرف منسوب ہے۔ [الملل والنحل ج ۱۔ ص ۱۹۶] [2] اخبار الطوال ص ۲۹۸۔ [3] اخبار الطوال ص ۳۰۰۔

عرصہ سے ان سے بیعت لینے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن اب تک جبر نہ کیا تھا۔ عراق پر مختار کے قبضہ کے بعد جب ان پر اس کی حقیقت ظاہر ہوئی اور محمد بن حنفیہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا تعلق معلوم ہوا اس وقت انہوں نے ابن حنفیہ پر دباؤ ڈالا اور ان کو اور بعض روایتوں کے مطابق ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی زمزم کی چار دیواری میں قید کر کے دھمکی دی کہ اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو انہیں جلا دیا جائے گا۔ محمد بن حنفیہ نے مختار کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے فوراً ان کو چھڑانے کے لیے تھوڑی سی فوج اور چار لاکھ نذر بھیجی۔ اس فوج نے مکہ پہنچ کر محمد بن حنفیہ کو قید سے نکالا۔ [1]

قاتلین حسین رضی اللہ عنہ سے انتقام

اس کے بعد کوفہ کے ان تمام لوگوں کا پتہ لگا کر جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں کسی قسم کا حصہ لیا تھا، قتل اور ان کا مال و متاع ضبط کیا۔ [2]

اور پھر واقعۂ کربلا کی شامی فوج کے افسروں کے قتل کے لیے فوجیں روانہ کیں اور چند دنوں میں شمر ذی الجوشن، خولی اصبحی، عمرو بن سعد اور عبید اللہ بن زیاد وغیرہ قاتلین حسین رضی اللہ عنہ کا چن چن کر خاتمہ کرایا۔ [3] اور ابن زیاد کا سر قلم کر کے حضرت امام زین العابدین رحمہ اللہ علیہ کے ملاحظہ کے لیے مدینہ بھیجا، اس کی یہ کارگزاری ایسی تھی کہ امام موصوف بھی بغیر متاثر ہوئے نہ رہ سکے اور ابن زیاد کا سر دیکھ کر آپ کے لبوں پر ہنسی آ گئی۔

عربوں کی تحقیر اور ان سے جنگ

مختار کی قوت بازو زیادہ تر عجمی تھے۔ انہی کے بل پر اس کی تحریک چل رہی تھی۔ عرب اس میں کم شریک تھے۔ اس لیے حصول اقتدار کے بعد اس نے عجمیوں کے مراتب بڑھائے' انہیں انعام و اکرام سے نوازا، ان کے مقابلہ میں عربوں کے ساتھ اس کا سلوک نہایت حقارت آمیز تھا۔ اس لیے اشراف عرب اس سے بگڑ گئے اور انہوں نے کہا "یہ کذاب بنی ہاشم کی حمایت کے پردہ میں دنیا طلبی کرتا ہے" اور سب اس کے مقابلہ کے لیے متحد ہو گے۔ مختار کو اس کا علم ہوا تو اس نے عجمیوں سے کہا کہ "عرب صرف تمہاری وجہ سے میرے خلاف ہو گئے ہیں، اس لیے تم کو وفاداری کا ثبوت دینا چاہیے" اور انہیں لے کر عربوں کے مقابلہ کے لئے نکلا اور عین موقع پر اس نے بعض قبائل عرب کو ملا لیا۔ اس لیے عرب شکست کھا گئے اور ان کی بڑی تعداد قتل و گرفتار ہوئی، مختار نے سب قیدیوں کے سر قلم کرا دیئے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۴، ص ۲۰۶، ۲۰۷۔ [2] ابن اثیر ج ۴۔ ص ۲۰۶، ۲۰۷۔

[3] ابو الفدا ءج اول ص ۱۹۴، ۱۹۵ و اخبار الطوال۔

مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مختار کا مقابلہ

انہیں شکست دینے کے بعد کوفہ کے عرب عمائد وشرفا کو چن چن کر قتل کرانا شروع کیا۔ اس لیے یہ لوگ بھاگ کر بصرہ پہنچے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی مصعب سے، جو ان کی جانب سے بصرہ کے والی تھے، فریاد کی کہ اس کذاب نے ہمارے اچھے لوگوں کو قتل کیا، ہمارے گھروں کو ڈھا دیا، ہمارا شیرازہ برہم کیا، عجمیوں کو ہمارے سروں پر مسلط کیا، ہمارا مال ان میں لٹایا' آپ ان کے مقابلہ کے لئے نکلیے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔

مختار مصعب کا حریف ہی تھا، عربوں کا سہارا پا کر وہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے اور اپنے نامور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ کو، جو خارجیوں سے برسر پیکار تھے، واپس بلا کر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے ایک بہادر افسر احمد بن سلیط کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ دوسری طرف سے مصعب خود فوجیں لے کر نکلے۔ مدار میں دونوں کا مقابلہ ہوا، ایک خون ریز معرکہ کے بعد احمد بن سلیط نے شکست کھائی۔ اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا۔ باقی حصہ کوفہ لوٹ گیا۔ مصعب تعاقب کرتے ہوئے کوفہ تک چلے گئے۔

مختار کا خاتمہ

احمد بن سلیط کی شکست کے بعد مختار جو کوفہ ہی میں موجود تھا، خود مقابلہ میں آیا لیکن اس نے بھی نہایت فاش شکست کھائی اور اس کی فوج بری طرح مقتول ہوئی اور وہ پسپا ہو کر کوفہ میں قلعہ بند ہو گیا۔ مصعب نے محاصرہ کر لیا، کامل چار مہینے تک محاصرہ قائم رہا۔ مختار نے جب دیکھا کہ رہائی کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی ہے تو وہ جان پر کھیل کر نکل آیا اور اپنے معتمد علیہ امیر سائب بن مالک کلبی سے کہا کہ ''اب وقت آ گیا ہے کہ ہم دین کے لیے نہیں بلکہ حسب کے لیے آخری مقابلہ کر لیں''۔ اس وقت سائب پر اس کی حقیقت ظاہر ہوئی، انہوں نے کہا ''دنیا تو اب تک یہ سمجھتی تھی کہ تم دین کے لیے یہ جانبازی دکھا رہے ہو۔'' مختار نے جواب دیا ''نہیں، میری عمر کی قسم! یہ سب محض حصول دنیا کے لیے تھا۔ میں نے دیکھا کہ شام عبدالملک کے پاس ہے، حجاز عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کے قبضہ میں ہے، بصرہ مصعب کے زیر حکومت ہے، عروض پر نجد حروری قابض ہے اور خراسان پر عبداللہ بن حازم کا تسلط ہے اور میرے حصہ میں کچھ بھی نہیں، اس لیے میں نے بھی قسمت آزمائی کی لیکن خون حسین (رضی اللہ عنہ) کے انتقام کی دعوت کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی تھی اس لیے اس کو حصول مقصد کا آلہ بنایا۔'' [1]

---

[1] اخبار الطوال ص ۳۱۳۔

اس کے بعد اپنے خاص دستہ کو لے کر باہر نکلا اور بڑی شجاعت و پامردی کے ساتھ مصعب کا مقابلہ کیا لیکن اب اس کی قوت ختم ہو چکی تھی۔ اس لیے اس کو شکست ہوئی اور اس کا حفاظتی دستہ پسپا ہو کر قصر امارت میں داخل ہو گیا لیکن مصعب کے آدمیوں نے مختار کو نہ داخل ہونے دیا اور چند سو آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ مصعب نے اس کا سر قلم کر کے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ مختار کے قتل کے بعد اس کے قوت باز واشتر بن مالک ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو گئے اور عراق پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آ گیا۔ [1]

خارجیوں کا ہنگامہ

مختار کے علاوہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دوسری جس مخالف قوت کا مقابلہ کرنا پڑا، وہ خارجی تھے۔ یہ اصل میں بنی امیہ کے حریف تھے بلکہ ان کی بنیاد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے سلسلہ میں پڑی تھی، چنانچہ وہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور یزید دونوں کے زمانہ میں اٹھے اور یزید اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جنگ میں انہوں نے ابن زبیر کا ساتھ دیا تھا لیکن اپنے عقیدہ میں بڑے سخت تھے، شیخین رضی اللہ عنہما کے علاوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کو (نعوذ باللہ) گمراہ اور ان کے ماننے والوں کو کافر اور مباح الدم سمجھتے تھے۔ اس لیے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی ان کے نزدیک جہاد واجب تھا۔ پہلے انہوں نے یزید کی مخالفت میں ان کا ساتھ تو دے دیا تھا لیکن بعد میں اس پر ندامت ہوئی اور انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کی رائے پوچھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ "میں ان کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن اور تم لوگوں کے عقائد سے بری ہوں۔" یہ جواب سن کر ان کا سردار نافع بن ازرق ان کا ساتھ چھوڑ کر عراق چلا گیا۔ [2]

عراق اس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں تھا۔ اس لیے خوارج ان کے مقابلہ میں آ گئے اور انہوں نے عراق میں بڑی شورش بپا کی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بصری والی عبداللہ بن حارث نے ان کے مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجیں، نافع مارا گیا لیکن خوارج کا زور نہ ٹوٹا اور ان کی شورش کی وجہ سے بصرہ کی آبادی خطرہ میں آ گئی۔ اہل بصرہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ انہوں نے مہلب بن ابی صفرہ کو خارجیوں کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ انہوں نے بڑی خونریز لڑائیوں کے بعد جس میں فریقین کے بہت سے آدمی کام آئے، بصرہ سے خارجیوں کو ہٹایا، یہاں سے ہٹنے کے بعد وہ فارس کی طرف نکل گئے۔

---

[1] اخبار الطوال ص ۳۱۴۔ [2] ابن اثیر ج ۴ ص ۶۵۔

اسی زمانہ میں نافع بن ازرق کا ایک ساتھی نجدہ بن عامر حروری اپنی علیحدہ جماعت بنا کر بحرین میں اٹھا اور یہاں کے حاکم اور عرب سرداروں کو شکست دے کر یمامہ' صنعاء اور عمان وغیرہ پر قابض ہو گیا لیکن پھر اس کی جماعت میں پھوٹ پڑ گئی۔ کچھ لوگ اس کے خلاف ہو گئے۔ انہوں نے عبداللہ بن فدیک کو اپنا سردار بنا لیا۔ نجدہ روپوش ہو گیا۔ ابن فدیک کے آدمیوں نے اسے ڈھونڈ کر قتل کر دیا۔

خوارج بڑے بہادر اور جانباز تھے۔ ان کی قوت عارضی طور سے دب جاتی تھی لیکن ٹوٹتی نہ تھی اور وہ موقع پاتے ہی پھر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ اس لیے مہلب بن ابی صفرہ بھی ان کا استحصال نہ کر سکے اور ۶۸ھ میں فارس کے خارجیوں نے پھر زور پکڑا۔ مصعب نے مہلب کو ہٹا کر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو ان کی جگہ مامور کیا۔ انہوں نے اصطخر اور سابور وغیرہ میں انہیں شکست فاش دی۔ فارس میں شکست کھانے کے بعد انہوں نے پھر عراق کا رخ کیا۔ عمر بن عبیداللہ بھی تعاقب میں نکلے۔ دوسری طرف سے مصعب روکنے کے لیے بڑھے۔ خارجی اپنے کو دوستوں سے محصور دیکھ کر مدائن چلے گئے اور یہاں کے باشندوں پر بڑے مظالم ڈھائے۔ عورتوں اور بچوں کو بڑی بے دردی سے قتل کیا۔ حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالے اور ساباط میں ایسے ہی وحشیانہ مظالم کرتے ہوئے کوفہ کی طرف بڑھے۔ ابراہیم بن اشتر اہل کوفہ کو لے کر مقابلہ کے لیے اٹھے۔ انہیں دیکھ کر خارجی مدائن سے ہوتے ہوئے رے کی طرف چلے گئے۔ یہاں کے والی یزید بن حارث نے مقابلہ کیا۔ خوارج نے انہیں قتل کر دیا۔ رے کے بعد اصفہان کا رخ کیا۔ یہاں کا والی عتاب کئی مہینے تک مدافعت کرتا رہا۔ جب اس کا کل سامان ختم ہو گیا تو اس وقت باہر نکل کر اس نے مقابلہ کیا اور خوارج کے سردار زبیر بن ماحور کو قتل کر دیا اور اس کا کل سامان ان کے قبضہ میں آیا۔ زبیر کے قتل کے بعد خارجیوں نے قطری بن فجاۃ کو اپنا سردار بنایا اور مختلف مقاموں پر تاخت و تاراج شروع کر دی۔ ان کی شورش دیکھ کر مصعب نے پھر مہلب بن ابی صفرہ کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا۔ انہوں نے کامل آٹھ مہینوں تک پوری کامیابی کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ ابھی یہ مقابلہ جاری تھا کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا خاتمہ ہو گیا اور خوارج کا رخ عبدالملک کی طرف مڑ گیا' جس کے حالات عبدالملک کے دور میں آئیں گے۔ [1]

عبیداللہ بن الحر جعفی کی مخالفت

۶۸ھ میں ایک دیندار بزرگ عبیداللہ بن الحر جعفی نے عراق میں مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے خلاف علم بلند کیا۔ یہ خلافت راشدہ کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے اور اس دور کی مہمات میں شریک رہ چکے

[1] طبری و ابن اثیر وغیرہ میں ان لڑائیوں کی تفصیل بہت طویل ہے، ہم نے صرف خلاصہ لکھا ہے

تھے۔اس لیے اس زمانہ کے مدعیان خلافت کو خالص دنیادار تصور کرتے تھے اور ان کی روش کو پسند نہ کرتے تھے' مصعب اور مختار کے مقابلہ میں انہوں نے مصعب کا ساتھ دیا تھا لیکن پھر ان کی بدسلوکی کی وجہ سے ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور دونوں میں عرصہ تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ان کی مخالفت میں عبیداللہ' عبدالملک سے مل گئے۔اس نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔مال اور فوج سے ان کی مدد کی اور عبیداللہ پھر مقابلہ میں آ گئے لیکن حارث بن ربیعہ والی کوفہ نے موقع نہ دیا اور فوراً ان سے مقابلہ کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔عبیداللہ کے ساتھیوں نے عذر کیا کہ اتنی بڑی فوج کے لیے فوجیں روانہ کر دیں۔عبیداللہ کے ساتھیوں نے عذر کیا کہ وہ اتنی بڑی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے،اس لیے انہوں نے تنہا مقابلہ کیا اور اس بہادری سے لڑے کہ سارا بدن زخموں سے چور ہو گیا۔جب لڑنے کی سکت باقی نہ رہی تو کشتی پر بیٹھ کر نکل جانا چاہا لیکن ایک شخص نے پکڑ لیا۔عبیداللہ نے جب دیکھا کہ وہ دشمن کے حوالے کر دیئے جائیں گے تو وہ مع اس آدمی کے کشتی سے کود پڑے اور دونوں غرق ہو گئے۔

عمرو بن سعید اموی کا قتل

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مروان نے خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کا نام ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے عبدالملک کو ولی عہد بنایا تھا۔خالد کم سن تھا' اس میں کوئی حوصلہ بھی نہ تھا،اس لیے خاموش ہو گیا لیکن عمرو بن سعید میں جان تھی۔اس کی جانب سے عبدالملک کو ہمیشہ خطرہ رہا۔چنانچہ وہ اس کو اپنے ساتھ ہی رکھتا تھا۔

۶۹ھ میں عبدالملک زفر بن حارث والی قرقیسیا کے مقابلہ کے لیے جو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا حامی تھا،نکلا۔یعقوبی کا بیان ہے کہ عمرو بن سعید حسب معمول اس کے ساتھ تھا،لیکن قنسرین سے موقع پا کر دمشق لوٹ گیا۔[1] ابن اثیر وغیرہ کا بیان ہے کہ عبدالملک نے اسے دمشق میں ہی چھوڑ دیا تھا۔ بہر حال عبدالملک کی عدم موجودگی میں عمرو بن سعید نے اس کے نائب عبدالرحمٰن بن عثمان کو نکال کر دمشق پر قبضہ کر لیا۔عبدالملک کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً دمشق واپس آیا۔عمرو بن سعید نے مقابلہ کیا لیکن عبدالملک نے مصلحتاً اسے ولی عہد مان کو صلح کر لی اور دمشق داخل ہو گیا لیکن ان میں سے کسی کو ایک دوسرے پر اعتماد نہ تھا،دونوں ایک دوسرے سے کھٹکتے تھے۔عبدالملک موقع کا منتظر رہا اور باختلاف روایت ایک دن جب عمرو بن سعید حسب معمول عبدالملک کے پاس گیا یا اس نے خود بلا بھیجا اور پہلے سے آدمی چھپا دیئے۔جیسے ہی عمرو پہنچا،عبدالملک نے اس کو زنجیروں میں کسوا کر قتل کر دیا۔عمرو بن

[1] یعقوبی ج ۲،ص ۳۲۲،۳۲۳۔

سعید کہتا رہا ''یہ دھوکہ ہے'' عبدالملک نے جواب دیا۔ ''واللہ! اگر مجھ کو اس کا یقین ہوتا کہ ہم دونوں کے ایک ساتھ رہنے میں کوئی ناگوار صورت نہ پیش آئے گی اور میری رعایت کے ساتھ تم بھی میرے ساتھ رعایت کرو گے تو میں تم کو چھوڑ دیتا لیکن دو حکمران ایک ملک میں نہیں رہ سکتے۔ یقیناً ایک دوسرے کو نکالنے کی کوشش کرے گا۔ [1]

شام پر رومیوں کا حملہ اور ان سے صلح

۷۰ھ میں رومیوں نے شام پر حملہ کے لیے اجتماع کیا، عبدالملک کو اس وقت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے نپٹنا تھا اس لیے اس نے ایک ہزار دینار فی ہفتہ پر صلح کر لی۔ [2]

بصرہ پر عبدالملک کی فوج کشی اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کا خاتمہ

مختار کے خاتمہ کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا اصل حریف عبدالملک کے مقابلہ میں آنا یقینی تھا، اس کے علاوہ عراق پر مصعب کا قبضہ عبدالملک کے لیے بہت مضر تھا۔ اس لیے عمرو بن سعید کی جانب سے اطمینان اور قیصر روم سے مصالحت کے بعد ۷۱ھ میں پوری قوت کے ساتھ اس نے عراق پر فوج کشی کر دی۔ مصعب بن زبیر بھی پوری تیاری کے ساتھ مقابلہ میں آئے لیکن عین موقعہ پر عبدالملک نے مصعب کے بہت سے آدمیوں کو رشوت کے ذریعہ ملا لیا۔ عراق کے مروانی بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ مصعب کے دست راست ابراہیم بن اشتر کو بھی ملانے کی کوشش کی مگر اس میں کامیاب نہیں ہوئی۔ [3]

دیر جاثلیق میں دونوں کا مقابلہ ہوا، اگرچہ مصعب کی قوت کمزور پڑ چکی تھی لیکن بڑی شجاعت کے ساتھ انہوں نے مقابلہ کیا۔ ابراہیم نے جن کو بنی امیہ سے بڑی نفرت تھی، بڑی جانبازی دکھائی اور اموی فوج کو کمزور کر دیا لیکن تازہ دم امداد نے ان کی حالت سنبھال لی۔ [4]

ابراہیم کی شجاعت دیکھ کر قبیلہ ربیعہ میں جو مصعب کی فوج کا اہم حصہ تھا' محض رشک وحسد کی بنا پر جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس سے مصعب کی قوت اور زیادہ کمزور ہو گئی لیکن ابراہیم کی شجاعت نے اس کمی کو محسوس نہ ہونے دیا۔ اس لیے اموی فوج ہر طرف سے ان پر ٹوٹ پڑی اور ان کا کام تمام کر دیا۔ ان کے بعد مصعب کے لڑکے عیسیٰ نے اسی بہادری سے لڑ کر جان دے دی۔ ان دونوں کے قتل سے مصعب کی قوت کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ تاہم وہ تنہا ہی مقابلہ کرتے رہے۔

---

[1] یعقوبی ج ۲، ص ۳۲۳، ۳۲۴ و ابن اثیر ج ۴، ص ۱۱۶، ۱۱۷۔
[2] ابن اثیر ج ۴، ص ۱۱۹۔
[3] اخبار الطوال ص ۳۱۷ و طبری ج ۸، ص ۸۰۴۔
[4] طبری ص ۸۰۶۔

عبدالملک اور مصعب کے تعلقات بہت قدیم تھے۔ سیاست کی بازی نے ایک کو دوسرے کا حریف بنا دیا تھا۔ اس لیے عبدالملک ان کے خون سے بچنا چاہتا تھا اور اب اس کو ان سے کوئی خطرہ بھی باقی نہ رہ گیا تھا، چنانچہ اس نے اپنے مشیروں کی مخالفت کے باوجود ان کے پاس جان بخشی کا پروانہ بھیج دیا کہ وہ جہاں چاہیں نکل جائیں لیکن عین اس وقت ایک شامی عبیداللہ بن ظبیان نے ان کو قتل کر دیا۔ [1] اور ان کا سر قلم کر کے عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا، اسے دیکھ کر بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا کہ اب قریش میں ایسے آدمی کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ مصعب کے قتل کے بعد عراق پر عبدالملک کا قبضہ ہو گیا اور عراقیوں نے اس کی بیعت کر لی۔ [2]

حرم کا محاصرہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا خاتمہ

مصعب کے قتل اور عراق پر عبدالملک کے قبضہ کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی مالی حالت اور فوجی قوت کمزور ہو گئی اور عبدالملک کے لیے ان کا زیر کر لینا آسان ہو گیا، چنانچہ ۷۱ھ میں اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو ایک بڑی فوج کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ وہ حرم میں قلعہ بند تھے۔ حجاج نے مکہ کا محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ کئی مہینے تک مسلسل محاصرہ قائم رہا اور بڑی شدت کی سنگباری ہوتی رہی جس سے خانہ کعبہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا۔ [3]

ابن زبیر رضی اللہ عنہ بڑی شجاعت اور استقلال کے ساتھ مدافعت کرتے رہے لیکن ان کی مدد کے تمام ذرائع بند ہو چکے تھے۔ باہر سے کسی قسم کی امداد نہیں پہنچ سکتی تھی اور کوئی مدد پہنچانے والا بھی باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے کچھ دنوں میں ان کا سامان رسد بالکل ختم ہو گیا اور مکہ میں نہایت سخت قحط پڑ گیا۔ ہر چیز سونے کے بھاؤ بکنے لگی۔ محصورین کو گھوڑے ذبح کر کے کھانے کی نوبت آ گئی۔ ان حالات سے گھبرا کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے دس ہزار آدمی حجاج کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے استقلال میں کوئی فرق نہ آیا اور وہ اس حالت میں بھی برابر لڑتے رہے، آخر میں ان کے لڑکوں تک نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ [4]

عبدالملک، ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رعایت کرنے کے لیے آمادہ تھا۔ انہوں نے جب دیکھا کہ مقابلہ جاری رکھنے کی کوئی صورت باقی نہیں ہے تو اپنی ماں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، اماں! میرے تمام ساتھی ایک ایک کر کے مجھ سے الگ ہو گئے ہیں۔ میرے لڑکوں تک

---

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲، ص ۵۲۳، ۵۲۴۔ [2] اخبار الطوال ص ۳۰۹۔
[3] طبری ج ۸، ص ۸۴۴۔ [4] ابن اثیر ج ۴، ص ۲۸۶۔

نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ جو چند جان نثار باقی رہ گئے ہیں ان میں بھی مقابلہ کی تاب نہیں ہے۔ ہمارا دشمن ہمارے ساتھ رعایت کرنے پر آمادہ ہے۔ ایسی حالت میں آپ کیا فرماتی ہیں۔ اس سوال پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی نے آمادہ بقتل بیٹے کو جو جواب دیا اس پر عورتوں کی تاریخ ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ فرمایا ''بیٹا! تم کو اپنی حالت کا اندازہ خود ہوگا۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کے لیے لڑتے ہو تو اب بھی اس کے لیے لڑو کہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے اس کے لیے جان دی ہے اور اگر دنیا طلبی کے لیے لڑتے تھے تو تم سے برا کون اللہ کا بندہ ہوگا کہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھ کتنوں کو ہلاک کیا، اگر یہ عذر ہے کہ حق پر ہو لیکن اپنے مددگاروں کی وجہ سے مجبور ہو گئے ہو تو یاد رکھو شریفوں اور دینداروں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ تم کو کب تک دنیا میں رہنا ہے، جاؤ حق پر جان دینا دنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔'' یہ جواب سن کر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ''اماں مجھے خوف ہے کہ میرے قتل کے بعد بنی امیہ میری لاش کو مثلہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے''۔ بہادر ماں نے جواب دیا ''بیٹا ذبح ہونے کے بعد بکری کو کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جاؤ اللہ سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔''

اس کے بعد ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی پیش کی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''میں ہر حالت میں صبر و شکر سے کام لوں گی، اگر تم مجھ سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تو صبر سے کام لوں گی اور اگر کامیاب ہوئے تو تمہاری کامیابی پر خوش ہوں گی۔'' پھر بیٹے کو دعائیں دیں اور گلے لگا کر رخصت کیا کہ ''جاؤ بسم اللہ! اپنا کام پورا کرو۔''

ماں سے رخصت ہو کر وہ سیدھے رزمگاہ پہنچے اور بڑی شجاعت و بہادری کے ساتھ لڑے۔ ان کے صف شکن حملوں کو دیکھ کر شامیوں نے پورا زور صرف کر دیا اور بڑھتے ہوئے حرم کے پھاٹک تک پہنچ گئے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی رہ گئے۔ وہ شامیوں کے ریلے کی تاب نہ لا سکے لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے منہ نہ موڑا اور اسی بہادری کے ساتھ لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

یہ واقعہ جمادی الثانی ۷۳ھ میں پیش آیا۔ [1]

ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا خطرہ بالکل صحیح نکلا۔ حجاج نے لاش سولی پر لٹکائی کئی دن کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا گزر ادھر سے ہوا۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا ''ابھی یہ شہسوار سواری سے نہیں اترا؟'' [2]

عبدالملک کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حجاج کو لکھ کر لاش واپس دلوائی اور قریش کا یہ نامور فرزند مقام حجون میں سپرد خاک کیا گیا۔ قتل ہونے کے وقت ۷۲ سال کی عمر تھی، مدت خلافت سات برس۔

---

[1] یہ واقعات مستدرک حاکم ج ۳، تذکرہ عبداللہ بن زبیر و ابن اثیر ج ۴، ص ۲۸۶ تا ۲۸۹ اور اخبار الطوال سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔　[2] یعقوبی ج ۲، ص ۳۲۰۔

نظام حکومت

ابن زبیر رضی اللہ عنہ چند سال تک قریب قریب کل دنیائے اسلام اور سات برس تک حجاز اور عراق کے حکمران رہے لیکن اس مدت میں ان کو ایک دن کے لیے بھی سکون واطمینان میسر نہ آیا اور پوری مدت جنگ وجدل میں بسر ہوئی۔ اس لیے ان کے دور پر انتظامی اور تعمیری حیثیت سے نظر ڈالنا بے کار ہے۔ ایسے مخالف حالات میں سات برس تک اپنی جگہ پر قائم رہنا ہی ان کا بڑا کارنامہ ہے۔

تعمیر کعبہ

تاہم ان حالات میں بھی انہوں نے بعض مفید اور یادگار کام انجام دیئے۔ ان میں خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر ان کا قابل ذکر کارنامہ ہے۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل قریش نے ایک مرتبہ خانہ کعبہ کی عمارت جو بہت بوسیدہ ہو گئی تھی، از سر نو تعمیر کی تھی، لیکن سرمایہ کی کمی کی وجہ سے اس کا تھوڑا سا حصہ جسے اب حطیم کہتے ہیں' چھوٹ گیا تھا۔ یہ چھوٹا ہوا حصہ اصل بنیاد ابراہیمی کا تھا، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ اسے بھی شامل کر کے بنیاد ابراہیمی پر دوبارہ عمارت تعمیر کی جائے اور اس کا دروازہ جسے قریش نے عمداً اس لیے زمین سے اونچا رکھا تھا تاکہ بغیر اجازت کے کوئی شخص اس کے اندر نہ داخل ہو سکے، زمین کے برابر کر دیا جائے اور مشرق ومغرب کی جانب دو دروازے کھول دیئے جائیں لیکن ابھی لوگوں کے دلوں سے جاہلیت کے اوہام پوری طرح سے دور نہ ہوئے تھے۔ اس ترمیم سے قریش کے بھڑک جانے کا خطرہ تھا، اس لیے آپ اس خواہش کو عمل میں نہ لا سکے۔ [1]

بنی امیہ اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے معرکوں میں کعبہ کی عمارت کو زیادہ نقصان پہنچا۔ اس لیے ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے گرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر نقشہ کے مطابق از سر نو تعمیر کرایا۔

اس تعمیر میں انہوں نے حطیم کے چھوٹے ہوئے حصہ کو بھی عمارت میں شامل کر کے طول میں دس ہاتھ کا اضافہ کر دیا اور مشرق ومغرب کی جانب دو دروازے زمین سے لگا کر کھول دیئے کہ اندر جانے والوں کو زحمت نہ ہو۔ [2] یہ تاریخ کا عبرت انگیز واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے حبشہ کے بادشاہ ابرہہ اشرم نے جو ہاتھیوں کا غول لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا تھا، کعبہ کے مقابلہ میں اس کی مرکزیت کو توڑنے کے لیے یمن میں ایک کنیسہ تعمیر کرایا تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اسی عمارت کو گرا کر اس کے نقشی پتھر، پچہ کاری اور دوسرے عماراتی سامانوں کو خانہ کعبہ کی عمارت میں لگایا۔ [3]

---

[1] بخاری باب فضل مکہ وبنیانہا۔ [2] مسلم نقض الکعبۃ وبنیانہا۔ [3] مروج الذہب مسعودی ج ۴ ص ۱۹۱۔

فضل وکمال

ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دامن میں پرورش پائی تھی۔ اس لیے فضل وکمال کے لحاظ سے وہ اپنے ہم عصروں میں ممتاز تھے۔ قرآن کے بہت اچھے قاری تھے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی قرأت کے معترف تھے۔ 1

احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ' حضرت زبیر بن عوام، حضرت عائشہ خلفائے راشدین اور بعض دوسرے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے خوشہ چینی کی تھی۔ ان کی ۳۳ روایتیں حدیث کی کتابوں میں ہیں۔ ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی خاصا وسیع ہے۔ 2 فقہ میں اتنا درک تھا کہ مدینہ کے صاحب علم و افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھے۔ 3 عربی کے علاوہ مختلف زبانوں سے واقفیت تھی۔ ان کے غلام مختلف قوم اور نسل کے تھے اور وہ ان سب سے ان کی مادری زبان میں گفتگو کرتے تھے۔ 4 بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے۔ عثمان بن طلحہ کا بیان ہے کہ فصاحت و بلاغت میں ان کا کوئی مقابل نہ تھا۔ 5 اس کی تصدیق ان تقریروں سے ہوتی ہے جو تاریخوں میں موجود ہیں، جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں بھی ان کی ایک تقریر نمونۃً نقل کی ہے۔

فضائل اخلاق اور مذہبی زندگی

فضائل اخلاق کے لحاظ سے ان کی زندگی نمونہ تھی۔ وہ عبادت وریاضت، زہد وتقویٰ کا پیکر تھے۔ ان کی نماز ہو بہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تصویر تھی۔ 6 اس سکون واستغراق کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ قیام کی حالت میں بے جان ستون معلوم ہوتے تھے۔ 7 رکوع اتنا طویل ہوتا تھا کہ دوسرے لوگ سورۂ بقرہ ختم کر دیتے اور ان کا رکوع تمام نہ ہوتا۔ 8 سجدہ کی طوالت اور استغراق سے چڑیاں اڑ اڑ کر پیٹھ پر بیٹھتی تھیں۔ 9 خانہ کعبہ کے محاصرہ کے زمانہ میں جب ہر طرف سے سنگباری ہوتی تھی، وہ نہایت اطمینان وسکون کے ساتھ حطیم میں نماز پڑھتے تھے۔ 10 روزہ اور حج وغیرہ تمام ارکان سے یہی ذوق وشغف تھا، اس کے واقعات طبقات صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں مذکور ہیں۔ حضرت

---

1 بخاری کتاب التفسیر باب ثانی اثنین اذھما فی الغار۔
2 تہذیب التہذیب وتہذیب الکمال ترجمہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔
3 اعلام الموقعین ج ۱، ص ۱۳۔ 4 مستدرک ج ۳، ص ۵۴۹۔ 5 تاریخ الخلفاء ص ۲۱۳۔
6 مسند احمد بن حنبل ج ۱، ص ۳۸۹۔ 7 اصابہ ج ۴، ص ۷۰۔ 8 اسد الغابہ ج ۳، ص ۱۶۲۔
9 ابن اثیر ج ۴، ص ۳۹۲۔ 10 تاریخ الخلفاء ص ۲۱۳۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو زہد وورع کا مجسم پیکر تھے، ان کی مذہبی زندگی کے معترف تھے۔ 1

پابندی سنت

کسی کام میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سررشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا۔ ایک مرتبہ ان کے اور ان کے بھائی عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی معاملہ میں تنازعہ ہو گیا۔ سعید بن عاص حاکم مدینہ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ اس نے دونوں کے مرتبہ کے خیال سے پہلو میں جگہ دی، عمرو تو بیٹھ گئے لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا کہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقہ سے فیصلہ نہیں فرماتے تھے۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو حاکم کے سامنے بیٹھنا چاہیے۔ 2

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کی خدمت

امہات المؤمنین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ انہی کے دامن میں انہوں نے پرورش پائی تھی۔ اس لیے ان کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی فیاض تھیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جو کچھ دیتے وہ سب خرچ کر ڈالتیں۔ ایک مرتبہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی زبان سے اس کی شکایت نکل گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تکلیف پہنچی۔ انہوں نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے ترک کلامی کی قسم کھالی۔ ان کو اس سے بڑی پریشانی ہوئی اور مختلف وسیلوں سے عفو تقصیر کی کوشش کی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی قسم توڑنے پر آمادہ نہ ہوتی تھیں۔ آخر میں بڑی دشواری، سفارشوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان یاد دلانے کے بعد کہ "کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ ترک کلام جائز نہیں" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی قسم توڑ دی اور اس کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کیے اور خالہ بھانجے میں پھر مہر ومحبت کے تعلقات قائم ہو گئے۔ 3

شجاعت و بہادری

ابن زبیر رضی اللہ عنہ قریش کے شجاع ترین لوگوں میں تھے۔ ہر معرکہ میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کی پوری زندگی شجاعانہ کارناموں سے معمور ہے جس کے واقعات اوپر گزر چکے ہیں۔ یہ ان کی شجاعت ہی تھی کہ بنی امیہ جیسی با جبروت حکومت کا سات برس تک مقابلہ کرتے رہے۔

جرأت وحق گوئی

---

1 مستدرک ج ۳، ص ۵۵۲۔ 2 تاریخ الخلفاء ص ۲۱۶۔

3 بخاری کتاب الادب باب الهجرة میں یہ واقعہ مفصل ہے۔

شجاعت ہی کا ایک رخ جرأت وبے باکی اور حق گوئی ہے۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ بڑے جری اور حق گو تھے، کسی موقعہ پر ان کی زبان اظہار حق میں خاموش نہ ہوتی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دبدبہ وشکوہ، پولیٹیکل تدبیروں اور زر پاشیوں نے بڑے بڑے لوگوں کی زبانیں خاموش کر دی تھیں لیکن ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر ان کا بس نہ چل سکا۔ ان کے سامنے ان کی تمام تدبیریں ناکام رہیں اور انہوں نے کسی طرح یزید کی ولی عہدی کی بدعت تسلیم نہیں کی۔

مالی حالت

ان کے والد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ قریش کے بڑے دولت مند لوگوں میں تھے۔ ان کا تجارتی کاروبار بڑا وسیع تھا۔ اپنے بعد پانچ کروڑ سے زیادہ روپیہ چھوڑا اور ایک تہائی کی وصیت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے لیے کر گئے۔ [1] نقد کے علاوہ جاگیر اور مکانوں کی شکل میں الگ سرمایہ تھا۔ اس لیے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی زندگی شروع سے آخر تک نہایت فراغت اور اطمینان سے بسر ہوئی۔

[1] بخاری کتاب المغازی باب برکۃ المغازی فی مالہ۔

عبدالملک بن مروان کا خالص دور

(۷۳ھ تا ۸۶ھ مطابق ۶۹۳ء تا ۷۰۵ء)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد عبدالملک کا کوئی حریف مقابل نہ رہا اور وہ تنہا دنیائے اسلام کا خلیفہ ہو گیا اور ۷۳ھ سے اس کی خالص حکومت کا دور شروع ہوا۔

خوارج کی انقلاب انگیز شورش

خارجیوں کے اصل حریف بنی امیہ تھے۔ ان کا مرکز عراق و فارس تھا' جو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد عبدالملک کے قبضہ میں آ گیا تھا۔ اس لیے خوارج کا رخ عبدالملک کی طرف پھر گیا اور وہ سارے عراق اور فارس میں بڑے زور و شور سے اٹھے۔ عبدالملک نے ان کے استیصال میں پوری قوت صرف کر دی' لیکن وہ ایسے بہادر و جانباز تھے کہ مدتوں حکومت کا مقابلہ کرتے رہے اور بڑی مشکلوں سے ان کا زور ٹوٹا۔ اس کی تفصیلات بڑی طویل ہیں' ان کا خلاصہ یہ ہے: یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی جانب سے مہلب بن ابی صفرہ خوارج کے مقابلہ میں تھا۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بعد وہ عبدالملک کے ساتھ ہو گئے تھے۔ ۷۳ھ میں خالد بن عبداللہ والی کوفہ نے مہلب کو خوارج کے مقابلہ سے ہٹا کر مال گزاری کے محکمہ میں منتقل کر دیا اور ان کی جگہ اپنے بھائی عبدالعزیز کو مقرر کر کے مقاتل بن مسمع کو ان کی مدد پر مامور کیا۔ مہلب بڑے بہادر اور تجربہ کار تھے۔ ان کے ہٹتے ہی خوارج کا زور بڑھ گیا اور انہوں نے عبدالعزیز کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے خالد بن عبداللہ کو لکھا کہ تم نے مہلب جیسے آزمودہ کار کو ہٹا کر اپنے ناتجربہ کار بھائی کو مقرر کیا تھا۔ اس کا لازمی نتیجہ شکست تھا۔ مہلب کو فوراً اس کی جگہ پر بھیجو اور خوارج کے معاملہ میں بغیر مہلب کے مشورہ کے کوئی کارروائی نہ کرو۔ اس حکم کے ساتھ اپنے بھائی بشر بن مروان کو علیحدہ خوارج کے مقابلہ میں پانچ ہزار فوج بھیجنے کا حکم دیا۔ اس حکم پر خالد نے مہلب کو خوارج کے مقابلہ میں بھیج دیا اور خود اہل بصرہ کے ساتھ ان کی مدد کے لیے اہواز پہنچا۔ بشر نے علیحدہ عبدالرحمٰن بن اشعث کو ۵ ہزار فوج دے کر بھیجا۔ تینوں نے مل کر مورچہ بندی کی۔ خوارج ان کے مقابلہ کی قوت نہ پا کر اہواز سے منتشر ہو گئے۔

بحرین پر ابو فدیک خارجی نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس لیے ۷۳ھ میں عبدالملک کے حکم سے عمر بن عبیداللہ دس ہزار فوجیں لے کر بحرین پہنچا۔ ابو فدیک نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا' لیکن آخر میں مارا گیا۔ اس کے بہت سے آدمی مقتول اور بہت سے زندہ گرفتار ہوئے۔ ۷۴ھ میں عبدالملک نے

خوارج کے استیصال پر براہ راست مہلب کا تقرر کیا اور بشر بن مروان والی کوفہ کو اس کی مدد کے لیے لکھا۔ بشر کو اپنے وسیلہ کے بغیر یہ تقرر بہت ناگوار ہوا۔ وہ اس حکم کی خلاف ورزی تو نہ کر سکتا تھا' اس لیے عبدالرحمٰن بن مخنف کو پانچ ہزار کوفی سپاہ کے ساتھ مہلب کی مدد کے لیے بھیج دیا' لیکن اس کو خفیہ مہلب کی مخالفت اور اس کی تحقیر کی ہدایت کر دی۔ اس وقت خوارج کی یورش رامہرمز میں زیادہ تھی۔ اس لیے مہلب اور عبدالرحمٰن دونوں سیدھے یہیں پہنچے' لیکن ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی کہ بشر کی موت کی خبر آ گئی۔ یہ خبر سن کر کوفی فوج بغیر لڑے ہوئے لوٹ گئی۔ بشر کے نائب خالد بن عبداللہ کو اس کی اطلاع ملی' تو اس نے کوفی فوج کو رامہرمز پر لوٹ جانے کا حکم دیا' لیکن وہ واپس نہ ہوئی اور خالد کے علی الرغم کوفہ چلی آئی۔ اہل عراق خصوصاً اہل کوفہ بڑے سرکش اور شورش پسند واقع ہوئے تھے اور ہمیشہ سے اپنے والیوں کی عدول حکمی کے عادی تھے۔ اس لیے اس واقعہ کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف ثقفی کو جو بڑا سخت گیر تھا' عراق کا حاکم بنا کر بھیجا۔ یہ کل بارہ سو سواروں کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا اور سیدھا جامع کوفہ پہنچا اور تقریر کے لیے منادی کرا دی۔ اہل کوفہ تقریر سننے کے لیے جمع ہوئے' انہیں حجاج کے تقرر کا علم نہ تھا' وہ والیوں کی تحقیر کرنے کے عادی تھے' اس لیے بہت سے لوگ حسب معمول کنکریاں لے کر مارنے کے لیے پہنچے۔ حجاج منہ پر نقاب ڈالے ہوئے تھا' اس لیے کسی نے اس کو نہیں پہچانا' منبر پر چڑھنے کے بعد جب اس نے نقاب ہٹائی' اس وقت اسے دیکھ کر لوگ اتنے خوفزدہ ہوئے کہ ان کے ہاتھوں سے کنکریاں چھوٹ گئیں۔ حجاج نے انہیں مخاطب کر کے ایک شعلہ بار تقریر کی' جس کا خلاصہ یہ ہے:

> ''لوگو! اللہ کی قسم میں شر کو اس کی جگہ رکھتا ہوں اور اس کا پورا بدلہ دیتا ہوں۔ میں بہت سے سروں کو دیکھتا ہوں (پکی ہوئی کھیتی کی طرح) جن کے کٹنے کا وقت آ گیا ہے' مجھ کو تمہارے عماموں اور داڑھیوں کے درمیان خون ہی خون نظر آتا ہے۔ اب معاملہ آخری حد کو پہنچ چکا ہے۔ مجھ کو آسانی کے ساتھ نہیں دبایا جا سکتا۔ میں حوادث سے نہیں ڈرتا۔ امیر المومنین عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو جانچا' ان میں جو سب سے زیادہ سخت اور جگر دوز تھا' وہ تمہارے سینہ کی طرف چلایا ہے۔ تم مدتوں سے بغاوت' مخالفت' فتنہ انگیزی اور نفاق و شقاق کے عادی چلے آ رہے ہو۔ اب تم سیدھے ہو جاؤ اور سر اطاعت خم کر دو' ورنہ اللہ کی قسم میں تم کو ذلت کا پورا مزہ چکھاؤں گا' تمہاری کجروی کو درست کر دوں گا' تمہیں لکڑی کی طرح چھیل اور ببول کی طرح

جھاڑ ڈالوں گا' تمہیں سرکش اونٹ کی طرح ماروں گا کہ سرکشی بھول کر مطیع ہو جاؤ گے۔ تم پر اتنے مصائب نازل کروں گا کہ تم پست ہو جاؤ گے۔ اللہ کی قسم میں جو کچھ کہتا ہوں اسے کر دکھاتا ہوں اور جو اندازہ کرتا ہوں صحیح ہوتا ہے۔ اب مخالف جماعتیں ہیں اور میں ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تم حق پر نہ آئے تو میری تلوار عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم کر دے گی۔ اس وقت تم باطل سے باز آ جاؤ گے اور اپنی ہوا و ہوس کو چھوڑ دو گے۔ نافرمانوں کی نافرمانی سے چشم پوشی کے معنی یہ ہیں کہ دشمنوں سے نہ لڑا جائے اور سرحدوں کو بیکار کر دیا جائے۔ اگر لوگوں کو جنگ کی شرکت پر مجبور نہ کیا جائے تو وہ خوشی سے لڑنے کے لیے نہ جائیں گے' جس بغاوت اور سرکشی سے تم نے مہلب کا ساتھ چھوڑا اس کا حال مجھے معلوم ہے۔ اللہ کی قسم آج کے تیسرے دن جو شخص واپس نہ گیا اور یہاں نظر آیا تو اس کا سر قلم کر دوں گا اور گھر لٹوا دوں گا''۔

اس آتش بار تقریر کے بعد اہل کوفہ کے نام عبدالملک کا فرمان پڑھنے کا حکم دیا۔ ابھی ابتدائی فقرہ ''اَمَّابَعْدُ السَّلَامُ عَلَيْكُم'' پڑھا گیا تھا' کہ حجاج نے روک دیا اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا: ''امیر المؤمنین تم کو سلام کہتے ہیں' تم اس کا جواب نہیں دیتے۔ اللہ کی قسم میں تم کو ادب سکھا کر رہوں گا''۔ اس تادیب پر حاضرین نے ''سَلَامُ اللّٰهِ عَلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ'' کہا' اس کے بعد پھر فرمان پڑھنے کا حکم دیا۔ حجاج کی آتش بار تقریر سن کر لوگوں کے دل دہل گئے اور عراق ساری سرکشی اور شرارت بھول گئے' یا تو وہ کسی کے روکے نہ رکتے تھے اور مہلب کا ساتھ چھوڑ کر چلے آئے تھے' یا اس تقریر کے بعد ہر شخص جلد سے جلد اپنے کو مہلب کے پاس پہنچانے کے لیے بے تاب تھا اور کوفہ کے پل پر اتنا اژدہام ہو گیا کہ راستہ چلنا دشوار تھا۔ کوفہ کے بعد حجاج نے بصرہ جا کر ایسی ہی تہدید آمیز تقریر کی' یہاں کے شورش پسند بھی درست ہو گئے۔ ایک شخص شریک بن عمر نے جسے سابق والی بشر بن مروان نے بیماری کی وجہ سے شرکت جنگ سے مستثنیٰ کر دیا تھا' عذر کیا۔ حجاج نے اس کا سر قلم کرا دیا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگ جوق در جوق فوج میں شرکت کے لیے بھاگنے لگے۔

البتہ ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں عراقی فوج کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا تھا۔ عبدالملک نے بھی اسے قائم رکھا تھا۔ حجاج نے اسے گھٹا دیا۔ ایک شخص عبداللہ بن جارود کے ساتھ ہو گیا اور بصرہ میں حجاج کے خلاف بغاوت ہو گئی۔ حجاج کے پاس اس وقت حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا۔ ابن جارود نے اس کا خیمہ لوٹ لیا' لیکن حجاج کی خوش

قسمتی سے خیمہ لوٹنے کے بعد ابن جارود خاموش ہو گیا۔ حجاج کے مشیروں نے اسے بصرہ چھوڑ دینے کی رائے دی' لیکن اس نے ہمت سے کام لیا اور اپنی کمزوری نہ ظاہر ہونے دی۔ دو چار دن کے بعد جب حجاج کے آدمی جمع ہو گئے' اس وقت ابن جارود پھر مقابلہ کے لئے اٹھا۔ اب حجاج کے پاس تھوڑی بہت قوت فراہم ہو گئی تھی۔ اس نے مقابلہ کیا' لیکن ابن جارود کے ساتھ پوری فوج تھی۔ اس لیے جنگ میں اسی کا پلہ بھاری تھا' مگر اتفاق سے ابن جارود کو تیر لگا اور وہ ختم ہو گیا۔ اس بغاوت کا سرغنہ یہی تھا' اس کے بعد باغیوں کی ہمت چھوٹ گئی۔ حجاج نے امن عام کی منادی کرا دی۔ اس منادی پر باغیوں نے سپر ڈال دی۔ اختتام جنگ کے بعد حجاج نے ابن جارود کے تمام بڑے بڑے ساتھیوں کو قتل کرا دیا اور عراق میں ایک بڑا انقلاب ہوتے ہوتے رہ گیا۔ کوفہ اور بصرہ کی فوجوں کے مہلب کے پاس واپس جانے کا حال اوپر گزر چکا ہے۔ ان کے پہنچنے کے بعد ان کی مدد سے مہلب نے خارجیوں کو رامہرمز سے ہٹا دیا۔ یہاں سے ہٹنے کے بعد وہ گازورون میں جمع ہوئے۔ مہلب بھی ساتھ ساتھ پہنچے۔ دونوں میں عرصہ تک معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ اس کا سلسلہ جاری تھا کہ ۷۶ھ میں جزیرہ میں ایک عابد و زاہد شخص صالح بن مسرح تمیمی مظالم کے استیصال کی دعوت لے کر اٹھے۔ بہت سے آدمی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اسی زمانہ میں ایک اور خارجی سردار شبیب بن نعیم شیبانی کا ظہور ہوا' چونکہ صالح کی دعوت بھی درحقیقت بنی امیہ کے خلاف تھی' اس لیے سردار شبیب بھی ان کے ساتھ ہو گیا۔ جزیرہ کے حاکم محمد بن مروان نے عدی بن عدی کندی کو صالح کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ عدی نیک فطرت تھا۔ اسے خونریزی پسند نہ تھی۔ اس لیے صالح کے پاس کہلا بھیجا کہ میں جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ان اطراف سے چلے جاؤ' لیکن انہوں نے انکار کیا۔ ان کے انکار پر عدی کو مجبوراً مقابلہ کرنا پڑا' لیکن شکست کھائی۔ عدی کے شکست کھانے کے بعد محمد بن مروان نے خالد بن جزر کو بھیجا۔ آمد میں اس کا اور صالح و شبیب کا مقابلہ ہوا۔ ایک پرزور مقابلہ کے بعد صالح اور شبیب دسکرہ کی طرف نکل گئے۔ حجاج کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے حارث بن عمیرہ کو کئی ہزار فوج دے کر روانہ کیا۔ اس نے صالح کو قتل کر دیا۔ شبیب نے ایک قلعہ میں پناہ لی۔ شام ہو چکی تھی' اس لیے حارث قلعہ کے پھاٹک پر آگ کا الاؤ لگا کر لشکر گاہ میں چلا آیا کہ صبح محصورین کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے گا۔ شبیب کے ساتھی بڑے جانباز تھے' وہ حسن تدبیر سے آگ سے بچ کر نکل آئے اور حارث کی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ یہ حملہ بالکل ناگہانی تھا۔ حارث سخت زخمی ہوا اور اس کے کل سامان پر شبیب نے قبضہ کر لیا۔ حارث کو شکست دینے کے بعد شبیب نے عام تاخت و تاراج شروع کر دی۔ حجاج کو خبر ہوئی تو اس نے

سفیان بن ابی العالیہ کو بھیجا۔ شبیب نے اسے بھی شکست دی۔ اس کے بعد سورہ بن ابجر آیا۔ اس نے بھی شکست کھائی۔ ان پیہم شکستوں کو دیکھ کر حجاج نے جزل بن سعید کندی کو چار ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ بھیجا۔ شبیب نے محض چند آدمیوں کے ساتھ بڑی بہادری سے مقابلہ کیا' لیکن پھر پہلو کمزور دیکھ کر نکل گیا اور جائیداد اور فصلوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ حجاج نے ایک دوسرے بہادر سعید بن مجالد کو جزل بن سعید کی مدد کے لیے بھیجا۔ دونوں نے مل کر شبیب کا تعاقب کیا۔ مقام قطیطیا میں دونوں کا مقابلہ ہوا' اس مقابلہ میں سعید کام آ گیا اور جزل سخت زخمی ہو کر کوفہ لوٹ گیا۔ ان پیہم کامیابیوں سے شبیب کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا کہ اس نے عراق کے پایہ تخت کوفہ کا رخ کیا۔ حجاج نے سعید بن عبدالرحمٰن اور عثمان بن قطن کو دو دو ہزار فوج کے ساتھ دو سمتوں سے روکنے کے لیے بھیجا۔ شبیب کوفہ کے قریب پہنچ چکا تھا کہ اس کا اور سوید و عثمان کا سامنا ہو گیا۔ شبیب بہادری سے لڑتا ہوا حیرہ کی طرف نکل گیا۔ پھر کچھ دور آگے جا کر چکر کاٹتا ہوا کوفہ لوٹ آیا اور بڑی جرأت اور دلیری سے کوفہ میں گھس کر بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے تیزی سے نکل گیا۔ اب حجاج نے زائدہ بن قدامہ اور اس کے ساتھ متعدد بہادر افسروں کو دس ہزار پیدل سپاہ اور زحر بن قیس کو سوار دستے کے ساتھ شبیب کے تعاقب میں بھیجا۔ پیدل سپاہ تو پیچھے رہ گئی' زحر بن قیس نے تعاقب کیا' کچھ دور جا کر شبیب نے پلٹ کر مقابلہ کیا اور زحر کو شکست دی۔ زحر کو شکست دینے کے بعد شبیب پیدل فوج کے مقابلہ کے لیے جو زائدہ کی ماتحتی میں عقب سے آ رہی تھی' بڑھا' کوفہ کے قریب مقابلہ ہوا۔ اس مقام میں عام سپاہ کے علاوہ عراقی فوج کے کئی افسر مقتول ہوئے۔ خارجیوں کو بھی نقصان پہنچا۔ اس لیے وہ مقابلہ چھوڑ کر دوسری سمت نکل گئے۔ حجاج کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے ایک تجربہ کار افسر عبدالرحمٰن بن اشعث کو چھ ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ بھیجا اور ہدایت کر دی کہ خارجی جہاں کہیں بھی ملیں تو تعاقب کر کے ان کا استیصال کیا جائے اور جو شخص شکست کھا کر واپس آئے گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔

عبدالرحمٰن نے پوری احتیاط اور مستعدی سے تعاقب کیا۔ جہاں منزل کرتا تھا' خوارج کے حملہ سے حفاظت کے لیے مورچہ بندی اور جنگ کا سامان کر لیتا تھا۔ یہ اہتمام دیکھ کر شبیب نے اس کے جواب میں یہ صورت اختیار کی کہ جیسے ہی عبدالرحمٰن قریب پہنچتا' شبیب رک جاتا اور جب عبدالرحمٰن مورچہ بندی اور جنگ کا سامان کر لیتا تو پھر آگے بڑھ جاتا۔ اس طرح سے اس نے عبدالرحمٰن اور عراقی فوجوں کو تھکا ڈالا۔ ابھی یہ سلسلہ جاری ہی تھا کہ بقر عید کا زمانہ آ گیا۔ شبیب نے فریقین کے عید منانے کے لیے صلح کا پیغام دیا۔ عراقی فوجیں تھک چکی تھیں۔ اس لیے عبدالرحمٰن نے منظور کر لیا۔ اس کے

ایک مخالف عثمان بن قطن نے حجاج کو اس کی خبر کر دی۔ وہ شبیب کے مقابلے میں کسی قسم کی نرمی پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیے عبدالرحمٰن کو معزول کر کے عثمان کو افسر مقرر کر دیا۔ اس نے اپنی کارگزاری دکھانے کے لیے فوراً مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ شبیب بھی اپنی مختصر جماعت کے ساتھ پہنچ گیا اور ایک خونریز معرکہ کے بعد عثمان کو قتل کر دیا اور عراقی فوج نے شکست فاش کھائی۔

شبیب کی ان کامیابیوں کو دیکھ کر بہت سے شورش پسند عوام بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور عراقی فوجوں کی بے بسی سے عراق میں بڑے خطرہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ اس وقت حجاج نے اہل کوفہ کو جمع کر کے انہیں غیرت دلائی کہ ''اگر تم دشمن کا مقابلہ اور اپنے ملک کی خود حفاظت نہیں کر سکتے تو میں تم سے زیادہ بہادر لوگوں کو یہ فرض سپرد کرتا ہوں''۔ یہ طعنہ سن کر ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہم خود لڑیں گے اور ہر طرح امیر کی مدد کریں گے۔ ایک کہن سال اور تجربہ کار بہادر زہرہ بن حویہ نے مشورہ دیا کہ اس مہم کے لیے ایسے جانباز اور سرفروش بہادروں کو منتخب کیجیے جو میدان سے منہ نہ موڑنا جانتے ہوں اور انہیں ایسے آزمودہ کار بہادر کے ساتھ بھیجیے جو فرار کو عار اور صبر و ثبات کو عزت و شرف سمجھتا ہو۔ حجاج نے کہا میری نظر میں تم ہی اس کے لیے زیادہ موزوں ہو۔ زہرہ نے عذر کیا کہ میری بصارت جواب دے چکی ہے ہاتھ پاؤں قابو میں نہیں ہیں۔ اس کے لیے ایسا شخص ہونا چاہیے جو تلوار اور نیزہ چلا سکے البتہ بحیثیت مشیر کے ساتھ رہ سکتا ہوں۔ حجاج نے منظور کر لیا۔

عراق میں انتظامات کے ساتھ حجاج نے عبدالملک کو علیحدہ لکھا کہ اب شبیب کی نظر کوفہ پر ہے۔ عراقی فوج کی پیہم شکستوں نے یہاں کے باشندوں کی ہمت پست کر دی ہے اس لیے شام سے فوجیں بھیجیے۔ اس خط پر عبدالملک نے سفیان بن ابرد کلبی اور حبیب بن عبدالرحمٰن حکمی کو چھ ہزار منتخب شامی فوج کے ساتھ بھیجا۔ یہ فوج حجاج نے خاص کوفہ کی حفاظت کے لیے منگائی تھی۔ اس لیے اس کے پہنچنے سے قبل عتاب بن ورقاء کو جنہیں مہلب کے ساتھ خوارج کے مقابلہ کا کافی تجربہ ہو چکا تھا' پچاس ہزار شامی فوج کے ساتھ شبیب کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ شبیب کو ان تمام انتظامات کی خبر تھی۔ اس لیے فوراً مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ابھی راستہ میں تھا کہ مطرف بن مغیرہ والی مدائن نے اس کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنے آدمی ہمارے پاس بھیجو۔ وہ ہمیں قرآن سے تمہاری دعوت اور تمہاری تعلیم سمجھائیں کہ ہم کو تمہارا مقصد و منشا معلوم ہو۔ اس پیام پر شبیب نے اپنے چند علما بھیج دیئے۔ ان میں اور مطرف میں مباحثہ ہوا' لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور شبیب اپنی مہم پر روانہ ہو گیا۔ ساباط کے قریب اس کا اور عتاب بن ورقاء کا سامنا ہوا۔ خوارج کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہ تھی اور عراقی فوج کا شمار

چالیس ہزار کے درمیان تھا۔ اتنے فرق کے باوجود خارجیوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ عراقیوں نے پوری قوت صرف کر دی' لیکن خوارج کی جانبازی کے مقابلہ میں کچھ نہ کر سکے۔ عتاب اور زہرہ دونوں مارے گئے اور عراقی فوج نے بری طرح شکست کھائی۔ اس ذلیل شکست نے حجاج کو بہت برہم کر دیا۔ اس نے اہل کوفہ کو جمع کر کے سخت تنبیہ کی کہ تم لوگ کسی عزت کے مستحق نہیں ہو۔ جو تمہارا بھلا سوچے اللہ اسے رسوا کرے۔ تم کسی جنگ میں بھیجے جانے کے لائق نہیں۔ کوفہ چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کے ساتھ حیرہ میں جا کر رہو۔ آئندہ سے عتاب کی فوج کا کوئی آدمی کسی جنگ میں نہ بھیجا جائے گا۔

ادھر عراقی فوج کو شکست دینے کے بعد شبیب پھر کوفہ کی جانب بڑھا۔ اس درمیان میں عبدالملک کی بھیجی ہوئی شامی فوج کوفہ پہنچ چکی تھی۔ اس سے حجاج کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس نے حارث بن معاویہ کو ایک ہزار سپاہ کے ساتھ شبیب کو روکنے کے لیے بھیجا۔ شبیب نے اسے قتل کر دیا اور کوفہ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اس مرتبہ حجاج خود اپنے موالی اور شامی فوج کو لے کر نکلا۔ کوفہ کے باہر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ خارجی حسب معمول اپنی مشہور شجاعت کے ساتھ لڑے اور بہتوں کو قتل کیا' لیکن حجاج خود شامی فوجوں کا دل بڑھا رہا تھا۔ اس نے بڑی جان فروشی دکھائی۔ دو دن کی خونریز جنگ کے بعد شبیب کا بھائی مصاد' جو اس کا قوت بازو تھا' مارا گیا' لیکن اس سے بھی شبیب کے استقلال میں فرق نہ آیا۔ وہ اسی شجاعت سے لڑتا رہا' مگر آخر میں خارجی شامیوں کے پیہم حملوں کی تاب نہ لا سکے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس وقت شبیب کو مجبوراً میدان چھوڑنا پڑا۔ یہ اس کے شکست کھا کر میدان چھوڑنے کا پہلا موقع تھا۔ شبیب کی شکست کے بعد حجاج نے اعلان کرا دیا کہ جو شخص شبیب کا ساتھ چھوڑ کر چلا آئے گا' وہ مامون ہے۔ اس اعلان پر وہ عوام جو محض شبیب کی قوت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہو گئے تھے' منتشر ہو گئے۔ اس سے اس کی قوت اور کمزور ہو گئی اور حجاج کے لیے اس کا زیر کر لینا آسان ہو گیا' چنانچہ اس نے فوراً حبیب بن عبدالرحمٰن حکمی کو تین ہزار شامی فوج کے ساتھ شبیب کے تعاقب میں روانہ کیا۔ شبیب اتنا جری اور بہادر تھا کہ اس نے قلت تعداد کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی مختصر جماعت کے ساتھ بڑی آن بان سے مقابلہ میں آ گیا اور صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ فریقین کے بہت سے آدمی کام آ گئے' لیکن دونوں خصوصاً خارجی مسلسل لڑتے لڑتے اتنے چور ہو چکے تھے کہ ہاتھ پاؤں کام نہ دیتے تھے' اس لیے شبیب میدان چھوڑ کر آرام لینے کے لیے کرمان چلا گیا۔ لیکن حجاج نے اسے دم لینے کا موقع نہ دیا اور فوراً سفیان بن ابرد کو شامی فوج کے ساتھ اس کے تعاقب میں روانہ کیا اور اپنے داماد حکم بن ایوب والی بصرہ کو اس کی مدد کے لیے لکھا۔ اس نے علیحدہ چار ہزار امدادی فوجیں

بھیجیں۔ اہواز میں لب ساحل دونوں کا مقابلہ ہوا۔ صبح سے شام تک جنگ ہوتی رہی۔ خارجیوں نے شامیوں کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کا پلہ کمزور پڑنے لگا۔ یہ صورت دیکھ کر سفیان نے تیر بازی شروع کرا دی۔ خارجیوں نے حملہ کر کے بہت سے تیراندازوں کو ختم کر دیا۔ شام ہو چکی تھی' اس لیے شبیب نے دوسرے دن کے لیے جنگ ملتوی کر دی۔ شامیوں نے بھی ہاتھ روک لیا۔ شبیب نے رات گزارنے کے لیے دریا کو عبور کر کے دوسری سمت نکل جانا چاہا کہ عین پل کے وسط میں اس کا گھوڑا بدکا اور مع شبیب کے دریا میں ڈوب گیا۔ اس افسوسناک طریقہ سے اس جانباز بہادر کا' جس نے مٹھی بھر جماعت سے بنی امیہ کی افواج قاہرہ کو زچ کر دیا تھا' خاتمہ ہو گیا۔ یہ واقعہ ۷۷ھ کا ہے۔ اس کی لاش نکلوا کر اس کا دل دیکھا گیا تو غیر معمولی جسامت کا اور نہایت سخت تھا۔ شبیب کے بعد حجاج کو اس کی جماعت کی جانب سے تو اطمینان ہو گیا' لیکن کرمان میں خوارج کی ایک اور شاخ کا جو نافع بن ازرق کی نسبت سے ازارقہ کہلاتی تھی' بڑا زور تھا۔ مہلب کامل اٹھارہ مہینے سے اس کے مقابلہ میں تھے' لیکن ان کا زور کسی طرح نہ ٹوٹتا تھا۔ شبیب کے خاتمہ کے بعد حجاج ادھر متوجہ ہوا اور مہلب بن ابی صفرہ کی مدد کے لیے مزید فوجیں بھیجیں اور ازارقہ کے استیصال کی سخت تاکید لکھی۔ مہلب نے تازہ دم فوجوں کی مدد سے پورا زور صرف کر دیا' لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اس زمانہ میں ازارقہ کا سردار قطری بن فجاۃ تھا۔ اتفاق سے اس کے ایک عہدے دار نے ایک خارجی کو قتل کر دیا تھا۔ خارجیوں نے اس کے قصاص کا مطالبہ کیا۔ قطری نے کہا یہ قاتل کی خطائے اجتہادی تھی' اس لیے قصاص واجب نہیں ہے۔ اس سے ایک جماعت اس کے خلاف ہو گئی۔ مہلب کو اس اختلاف کا علم ہوا تو انہوں نے ایک نصرانی کو مقرر کیا کہ وہ خارجی بن کر خوارج کے سامنے قطری کو سجدہ کرے۔ اس نے اس کی تعمیل کی۔ خارجی عقیدے میں بڑے سخت ہوتے ہیں۔ انہوں نے قطری سے کہا اس شخص نے تم کو اللہ بنا لیا ہے اور اس نصرانی کو قتل کر دیا۔ اس سے اختلاف اور بڑھ گیا اور ایک جماعت نے قطری سے الگ ہو کر عبدربہ الکبیر کو اپنا سردار بنا لیا۔ ان دونوں میں جنگ ہو گئی۔ یہ اختلاف دیکھ کر قطری اپنی جماعت کے ساتھ طبرستان چلا گیا۔ جب عبدربہ الکبیر تنہا رہ گیا' اس وقت مہلب نے اس کو جیرفت میں گھیر لیا۔ عبدربہ الکبیر کچھ دنوں تک بہادری سے مقابلہ کرتا رہا' لیکن جیرفت میں محصور ہونے کی وجہ سے کھل کر نہ لڑ سکتا تھا۔ اس لیے کسی طرح یہاں سے نکل گیا۔ مہلب نے آگے بڑھ کر گھیرا۔ خوارج نے اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ مہلب جیسے تجربہ کار افسر کے چھکے چھوٹ گئے' لیکن وہ جان پر کھیل کر جما رہا۔ بالآخر ایک پرزور معرکہ کے بعد عبدربہ مارا گیا اور اس کی جماعت کے بہت کم آدمی زندہ بچے۔ اس کارگزاری پر حجاج

نے مہلب کی بڑی قدر افزائی کی۔

عبدربہ کے بعد حجاج نے سفیان بن ابرد کو شامی فوج کے ساتھ قطری کے مقابلہ کے لیے طبرستان بھیجا اور کوفہ کی فوج کو اس کی مدد پر مامور کیا۔ طبرستان کی ایک پہاڑی میں سفیان اور قطری کا مقابلہ ہوا۔ عین اس وقت قطری کے بہت سے آدمیوں نے ساتھ چھوڑ دیا۔ قطری نے نکل بھاگنا چاہا' لیکن اس کا وقت آخر ہو چکا تھا۔ گھوڑے سے گر کر سخت زخمی ہوا۔ اتفاق سے اس طرف ایک گبر کا گزر ہوا۔ قطری نے اس سے پانی مانگا۔ قطری کا لباس اور ساز و سامان بہت قیمتی تھا۔ گبر نے اس کی طمع میں اسے مار ڈالنا چاہا۔ شور سن کر شامی سپاہی پہنچ گئے۔ انہوں نے پہچان کر قتل کر دیا۔ قطری کے قتل کے بعد اس کا ایک ساتھی عبیدہ بن بلال اپنی مختصر جماعت کے ساتھ اٹھا' لیکن اس کے پاس کوئی قوت نہ تھی۔ اس لیے سفیان نے اسے آسانی کے ساتھ زیر کر لیا اور عبیدہ مارا گیا۔ اس کے قتل کے بعد خوارج کی قوت بالکل ختم ہوگئی اور ان کے خطرات سے حکومت کو نجات مل گئی۔ [1]

افریقی مقبوضات پر دوبارہ قبضہ

اوپر یزید کے حالات میں گذر چکا ہے کہ ایک بربری کسیلہ بن مکرم نے بغاوت کر کے شمالی افریقہ کے تمام اسلامی مقبوضات چھین لیے تھے۔ یزید کے زمانہ سے لے کر عبدالملک کی تخت نشینی تک برابر ایسے سیاسی انقلابات ہوتے رہے کہ کسی خلیفہ کو افریقہ کی طرف توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ عبدالملک کی تخت نشینی کے بعد جب دوبارہ اموی حکومت قائم ہوئی تو اس نے افریقہ کی طرف توجہ کی اور ۶۹ھ میں زہیر بن قیس کو جنہیں افریقہ کے حالات کا کافی تجربہ تھا' بڑے ساز و سامان کے ساتھ اس مہم پر روانہ کیا۔ ان کے افریقہ میں داخل ہونے کے وقت کسیلہ قیروان میں تھا' یہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور ایک محفوظ مقام ممش چلا گیا' زہیر کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ قیروان میں دو چار دن قیام کرنے کے بعد کسیلہ کی تلاش میں روانہ ہوگئے۔ ممش کے قریب سامنا ہوگیا' کسیلہ کے ساتھ رومیوں اور بربریوں کی بڑی تعداد تھی' ان میں اور زہیر میں اتنی شدید اور خون ریز جنگ ہوئی کہ کسی فریق کے زندہ بچنے کی امید باقی نہ رہی' لیکن مسلمانوں کے استقلال اور جانبازی سے میدان ان کے ہاتھ رہا' کسیلہ نے نہایت فاش شکست کھائی' بربریوں اور رُومیوں کی بڑی تعداد قتل و گرفتار ہوئی' جن میں افریقہ کے بڑے بڑے ممتاز اُمراء و عمائد تھے' اس کامیابی سے مسلمانوں کی اکھڑی ہوئی ساکھ پھر قائم ہوئی اور زہیر قیروان ہوتے ہوئے برقہ لوٹ گئے۔

---

[1] یہ تمام حالات طبری و ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

زہیر کی شہادت اور افریقہ میں دوبارہ انقلاب

جس زمانہ میں زہیر افریقہ کی مہم میں مشغول تھا' رومیوں نے میدان خالی پا کر برقہ پر حملہ کر دیا۔ یہاں مدافعت کی کوئی طاقت موجود نہ تھی' اس لئے بہت سے مسلمان مارے گئے۔ اس درمیان میں زہیر واپس آ گئے۔ رومی بڑی تعداد میں تھے۔ زہیر میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی لیکن مسلمانوں کی فریاد و فغاں سن کر ان سے ضبط نہ ہو سکا اور وہ رومیوں کے مقابلہ میں آ گئے لیکن دونوں کی طاقت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ اس لئے شکست ہوئی' زہیر قتل ہوئے اور مسلمانوں کی بہت تھوڑی تعداد زندہ بچی اور ان کے قتل ہونے کے بعد پھر افریقہ کے مقبوضات نکل گئے۔ [1]

افریقہ پر دوبارہ فوج کشی اور قبضہ

عبدالملک کو زہیر کے قتل کا بڑا صدمہ ہوا لیکن یہ وہ زمانہ تھا جب وہ ہمہ تن ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مشغول تھا۔ اس لئے اس وقت افریقہ کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ ان سے فرصت پانے کے بعد ۷۴ ہجری میں اس نے حسان بن نعمان غسانی والی برقہ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ افریقہ بھیجا اور مصر کے خزانہ کی کنجی اس کے حوالہ کر دی کہ جس طرح وہ چاہے' اس کو افریقہ کی مہم میں صرف کرے۔ [2] ایک روایت یہ ہے کہ اتنا بڑا اسلامی لشکر اس سے پہلے افریقہ نہ گیا تھا۔

افریقہ کی بغاوت میں رومی بھی بربریوں کے ساتھ ہو جاتے تھے اور سسلی اور اسپین تک کی رومی حکومتیں بربریوں کی مدد کرتی تھیں۔ اس لئے اس مرتبہ حسان نے ان کا زور توڑنے کا عزم کیا۔ اس وقت شمالی افریقہ میں قرطاجنہ کی حکومت سب میں ممتاز اور قسطنطنیہ کی مرکزی حکومت کی باجگزار تھی۔ دارالسلطنت قرطاجنہ بحر روم کے ساحل پر نہایت خوبصورت اور مستحکم شہر تھا۔ اس لئے حسان قیروان ہوتے ہوئے قرطاجنہ پہنچے۔ یہاں پہلے سے رومیوں اور بربریوں کا انبوہ عظیم جمع تھا۔ اس میں اسپین اور سسلی تک کے رومی تھے۔ دونوں میں سخت مقابلہ ہوا۔ رومیوں نے شکست کھائی اور قرطاجنہ پر حسان کا قبضہ ہو گیا اور انہوں نے یہاں کے تمام استحکامات مسمار کرا دیئے۔ [3]

قرطاجنہ کے ہزیمت خوردہ رومی اور بربری صطفورہ اور بینزرت میں جمع ہوئے۔ اس لئے قرطاجنہ کے بعد حسان صطفورہ پہنچے اور ان کو شکست دے کر سارے علاقہ میں فوجیں پھیلا دیں۔ اس شکست سے رومیوں اور بربریوں میں بڑا خوف پھیل گیا اور رومی باجہ میں اور بربری بونہ میں قلعہ بند ہو گئے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۱۴۲۔ [2] المونس ص ۳۱۔ [3] کتاب المونس ص۔ ۳۱' و ابن اثیر ج ۴' ۱۴۳۔

حسان کی شکست اور ملکہ دامیہ کا قبضہ

اس مرتبہ حسان نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ افریقہ کی ان تمام طاقتوں کا جن کا بربری اور رومی سہارا لے سکتے ہوں' خاتمہ کر دیں تا کہ پھر بغاوت کی ہمت نہ کریں اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ جائے۔

قرطاجنہ کی حکومت کے بعد اس زمانہ میں جبل اور اس کی ملکہ دامیہ کا جو کاہنہ کے لقب سے مشہور تھی' بڑا اثر تھا اور اسے سارے شمالی افریقہ کے رومی اور بربری مانتے تھے' چنانچہ کسیلہ بن مکرم برنسی کے قتل کے بعد وہ اسی کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ حسان کو معلوم ہوا کہ اگر اسے ختم کر دیا جائے تو پھر شمالی افریقہ میں ان کا کوئی مزاحم باقی نہ رہے گا۔ [1] اس لئے چند دن قیروان میں آرام کرنے کے بعد انہوں نے جبل اور اس کا رخ کیا۔ ملکہ دامیہ کے پاس پہلے سے رومی اور بربری جمع تھے۔ انہیں لے کر وہ مقابلہ کے لئے نکلی۔ دریائے سکتاقہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک خون ریز جنگ کے بعد حسان نے فاش شکست کھائی' بہت سے مسلمان قتل و گرفتار اور تمام اسلامی مقبوضات ملکہ دامیہ کے قبضہ میں آ گئے۔ [2]

آخری فوج کشی اور افریقہ پر قبضہ

اس شکست کے بعد حسان برقہ چلے گئے اور عبدالملک کو اطلاع دی۔ اس وقت اندرون ملک خوارج کا ہنگامہ بپا تھا۔ اس لئے عبدالملک کوئی مدد نہ کر سکا اور پانچ سال تک ملکہ دامیہ شمالی افریقہ پر مسلط رہی۔ خوارج سے فراغت کے بعد ۷۸ ہجری میں عبدالملک نے تازہ دم فوجیں بھیج کر حسان کو پھر افریقہ پر فوج کشی کا حکم دیا۔ گذشتہ جنگ میں جو مسلمان گرفتار ہوئے تھے' ملکہ دامیہ نے ان سب کو رہا کر دیا۔ صرف ایک خالد بن یزید قیسی کو روک لیا تھا اور اسے اپنا لڑکا بنا کر اپنے بیٹوں کے ساتھ کر دیا تھا۔ حسان نے خالد کو خفیہ خط لکھ کر وہاں کے حالات پوچھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ''اس وقت رومی اور بربری منتشر ہو چکے ہیں' میدان بالکل خالی ہے۔'' یہ خط پا کر حسان فوراً روانہ ہو گئے۔ ملکہ کو اس کا علم ہو گیا۔ اس وقت اس کے پاس مدافعت کی کوئی قوت نہ تھی۔ اس لئے اسے اپنی حکومت کے خاتمہ کا یقین ہو گیا۔ تاہم اس نے مسلمانوں کو روکنے کی ایک تدبیر کی۔ اسے یقین تھا کہ مسلمان محض دولت کی طمع میں آتے ہیں۔ اس لئے اس نے حصول دولت کے تمام ذرائع بڑے بڑے شہروں' آبادیوں اور سرسبز و شاداب علاقوں کو جو دو ہزار میل میں پھیلے ہوئے تھے' بالکل ویران کرا دیا کہ مسلمان یہاں کا رخ

---

[1] المونس ص۔۳۱'۳۲ و اخبار المغرب ص ۳۷۔ [2] المونس ص۔۳۱'۳۲ و اخبار المغرب ص ۳۷۔

نہ کریں اور اگر آئیں تو ان کے ہاتھ کچھ نہ لگے۔ اس ویرانی سے ملک بالکل تباہ ہو گیا اور یہاں کے اکثر باشندے آس پاس کے جزیروں میں نکل گئے۔ [1] اس دوران میں حسان پہنچ گئے۔ افریقہ کی ویرانی سے کل رعایا تباہ اور ملکہ دامیہ کے خلاف ہو رہی تھی۔ اس نے حسان سے فریاد کی اور ملکہ کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دیا' چنانچہ قابس اور قبصہ کے باشندوں نے جو اسلامی حکومت سے بغاوت کر چکے تھے' خود سے اطاعت قبول کر لی اور قسطلیہ اور نفزادہ پر بھی بلا مزاحمت کے قبضہ ہو گیا۔

اہل افریقہ کی مخالفت دیکھ کر ملکہ دامیہ کو اپنی شکست کا پورا یقین ہو گیا۔ اس وقت اس نے اپنے دونوں لڑکوں سے کہا کہ میں عنقریب قتل ہونے والی ہوں' تم خالد کے وسیلہ سے حسان کے پاس جا کر اپنی جان بخشی کرا لو' اس کی ہدایت کے مطابق یہ دونوں حسان کے پاس چلے گئے۔

گو ملکہ دامیہ کو اپنی شکست کا یقین تھا' تاہم وہ حسان سے آخری مقابلہ کے لئے نکلی۔ دونوں میں نہایت خون ریز جنگ ہوئی۔ ملکہ دامیہ شکست کھا کر قتل ہوئی۔ شکست خوردہ بربریوں نے حسان کی اطاعت قبول کر لی۔ ان میں بہت سے بربری مسلمان ہو گئے۔

ملکہ کے قتل کے بعد حسان نے اس کے لڑکوں کی جان بخشی کر دی اور نومسلم بربریوں کی ایک فوج بنا کر ان کو اس کا افسر مقرر کیا۔ ملکہ دامیہ کے بعد افریقہ میں کوئی حریف باقی نہ رہا اور یہاں بکثرت اسلام پھیلا۔ اس مہم کی تکمیل کے بعد حسان قیروان واپس آئے۔ [2]

رتبیل کی بغاوت اور پہلی فوج کشی

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہنگامہ کے زمانہ میں سیستان کے علاقہ کا ایک ترک فرمانروا رتبیل باغی ہو گیا تھا۔ ۷۴ ہجری میں عبداللہ بن امیہ والی خراسان نے اپنے لڑکے عبداللہ کو اس کی تادیب پر مامور کیا۔ جب وہ بست پہنچے تو رتبیل اطاعت قبول کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا اور بہت سا نقد و جنس پیش کر کے صلح کر لینی چاہی لیکن عبداللہ نے منظور نہ کیا اور پیش قدمی جاری رکھی۔ رتبیل نے کوئی مزاحمت نہ کی بلکہ عبداللہ کو راستہ دے دیا۔ یہ ناعاقبت اندیشی سے آگے بڑھتے چلے گئے اور واپسی کے راستوں کی حفاظت کا کوئی سامان نہ کیا۔ سیستان کا علاقہ پیچ در پیچ اور پہاڑی ہے' عبداللہ جب بیچ میں پہنچے تو اس وقت رتبیل نے ناکہ بندی کر کے ہر طرف سے گھیر لیا۔ اس وقت عبداللہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا' لیکن اب ہر طرف سے محصور ہو چکے تھے' نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس لئے انہیں مجبور ہو کر

---

[1] ابن الغداری کے بیان کے مطابق حسان کو شکست دینے کے بعد ہی ملکہ دامیہ نے افریقہ کو ویران کر دیا تھا۔ ص ۳۸۔ [2] کتاب المونس ص ۳۲ و ابن اثیر ج ۴ ص ۴۴۔

رتبیل سے راستہ چھوڑنے کی درخواست کرنی پڑی۔ اس نے آئندہ فوج کشی نہ کرنے کا تحریری وعدہ لے کر راستہ دے دیا اور عبداللہ جان بچا کر واپس ہوئے عبدالملک کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبداللہ کو معزول کر دیا۔

دوسری فوج کشی اور شکست

کچھ دنوں تک رتبیل کا یہ رویہ درست رہا لیکن پھر اس نے سرکشی شروع کر دی۔ اس لئے ۷۸ ہجری میں حجاج نے دوبارہ عبداللہ بن ابی بکرہ کو اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ وہ ۷۹ھ میں سیستان پہنچے اور رتبیل کے علاقہ میں گھس کر بہت سے قلعے مسمار اور کئی مقامات پر قبضہ کر لیا لیکن انہوں نے بھی غلطی کی جو ان کے پیشرو عبداللہ بن امیہ کر چکے تھے اور بغیر واپسی کا سامان کئے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ اس لئے رتبیل نے ان کی بھی ناکہ بندی کر دی اور ابن ابی بکرہ کو سات لاکھ درہم دے کر جان چھڑانی پڑی لیکن ایک پرجوش مجاہد شریح بن ہانی کو یہ ننگ گوارہ نہ ہوا۔ انہوں نے کہا اگر تم نے یہ شرط منظور کر لی تو اس نواح میں اسلام ہمیشہ کے لئے کمزور ہو جائے گا' تم موت سے جس کا آنا ایک نہ ایک دن یقینی ہے' بھاگنا چاہتے ہو' یہ کہہ کر ایک جانباز جماعت کے ساتھ لڑ کر مردانہ وار جان دے دی اور باقی ماندہ لوگ کسی طرح مرتے کھپتے واپس آئے۔ بہت سے لوگ راستہ کی دشواریوں کا شکار ہوئے جن میں خود ابن ابی بکرہ بھی تھے۔ [1]

تیسری فوج کشی اور کامیابی

اس معرکہ میں مسلمانوں کا کافی جانی و مالی نقصان ہوا۔ اس لئے حجاج نے ۸۰ ہجری میں پھر ایک تجربہ کار اور آزمودہ کار بہادر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو ایک لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا۔ انہیں دیکھ کر رتبیل بہت گھبرایا اور اطاعت قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا لیکن ابن اشعث نے منظور نہ کیا اور رتبیل کے مقبوضات میں گھس گئے۔ رتبیل نے انہیں بھی اسی جال میں پھنسانا چاہا لیکن وہ بڑے تجربہ کار تھے اس لئے جتنا علاقہ فتح کرتے تھے' اس کی حفاظت اور واپسی کا پورا انتظام کر کے آگے بڑھتے تھے۔ اس طرح انہوں نے رتبیل کے علاقہ کا بڑا حصہ چھین لیا۔ سیستان کا علاقہ پہاڑی اور دشوار گزار تھا' اس لئے ایک حصہ فتح کرنے کے بعد فوجوں کو آرام دیتے۔ مقبوضہ علاقہ کا انتظام کرنے اور باقی حصہ کے جغرافیہ سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے باقی مہم آئندہ کے لئے ملتوی کر کے حجاج کو اس کی اطلاع دے دی۔

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۰۶۔

حجاج ابن اشعث سے کبیدہ تھا' اس لئے ان کے خط کے جواب میں لکھا کہ "تمہارا خط راحت پسند اور آرام طلب آدمی کا خط ہے۔ ایک ایسے دشمن کے مقابلہ میں جس کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو کافی نقصان پہنچ چکا ہے' آرام کرنا چاہتے ہو' میرا خط دیکھتے ہی فوراً پیش قدمی شروع کر دو۔ اس خط کے بعد کئی تاکیدی احکام بھیجے۔ آخر میں حکم دیا کہ اگر تم سے اس کی تعمیل نہیں ہو سکتی تو فوج کی کمان اپنے بھائی اسحاق بن محمد کے ہاتھ میں دے کر تم الگ ہو جاؤ۔"

ابن اشعث کی بغاوت اور عراق میں انقلاب

ابن اشعث کو اس کا یقین تھا کہ حجاج اپنی پرانی عداوت نکالنا چاہتا ہے' اس لئے وہ بھی اس کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا اور اپنی ماتحت فوج سے کہا "میں تمہارا خیر خواہ اور خیر طالب ہوں' تمہارے ہی فائدہ کو پیش نظر رکھ کر میں نے ایک سال کے لئے سیستان کی مہم ملتوی کی تھی اور تمہارے تمام تجربہ کار آدمی میری اس رائے کے موید تھے لیکن حجاج اس کو میری کمزوری پر محمول کر کے فوج کشی پر مصر ہے۔ رتبیل کا ملک وہ ہے جس میں تمہارے بہت سے بھائی عجلت اور ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔ میں اس بارے میں تم لوگوں کی مرضی کا پابند ہوں۔"

حجاج کی سخت گیری' اس کے مظالم اور ناپسندیدہ طرز عمل سے سب نالاں تھے۔ اس لئے فوج نے ابن اشعث کا ساتھ دیا اور حجاج کے مقابلہ کے لئے اس کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ فوج کے علاوہ ہزاروں آدمی ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے۔ بہت سے قراء' حفاظ اور علما نے جن میں امام شعبی' سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہم جیسے اکابر تابعین شامل تھے' ابن اشعث کا ساتھ دیا' فوج کی بغاوت اور ان بزرگوں کی شرکت سے سارے عراق میں حجاج کے خلاف شعلے بھڑک اٹھے۔

حجاج کی مخالفت کے ساتھ ہی ابن اشعث نے رتبیل سے مصالحت کر لی کہ اگر وہ حجاج کے مقابلہ میں کامیاب ہوا تو اس کا خراج ہمیشہ کے لئے معاف کر دیا جائے گا اور اگر ناکام رہا تو رتبیل اس کی مدد کرے گا اور سیستان کے مفتوحہ علاقے میں اپنے عمال مقرر کر کے حجاج کے مقابلہ کے لئے عراق روانہ ہو گیا۔

اس بغاوت کا آغاز اگرچہ حجاج کی مخالفت سے ہوا تھا' لیکن اس کا لازمی نتیجہ حکومت سے تصادم تھا۔ اس لئے عراق پہنچنے کے بعد فوج نے عبدالملک سے بھی فسخ بیعت کا اعلان کر دیا اور ابن اشعث کے ہاتھوں پر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ اور گمراہوں سے جہاد پر بیعت کر لی۔

بصرہ پر ابن اشعث کا قبضہ

حجاج کو یہ حالات معلوم ہوئے تو عبدالملک کو اس کی اطلاع بھیج کر خود ابن اشعث کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ تستر کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حجاج کو شکست ہوئی اور وہ بصرہ لوٹ گیا۔ ابن اشعث نے اس کا تعاقب کیا۔

اہل عرب فطرۃً شورش پسند تھے اور حجاج کی زیادتیوں سے بھی نالاں تھے' اس لئے ابن اشعث کا سہارا پا کر اہل بصرہ بھی حجاج کے خلاف ہو گئے۔ یہاں مخالفت کے آثار دیکھ کر حجاج بصرہ سے نکل گیا اور اہل بصرہ بھی ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے اور ذی الحجہ ۸۱ ہجری میں وہ بصرہ میں داخل ہو گیا۔

ابن اشعث کی پہلی شکست

حجاج بصرہ کے قریب ہی مقام زاویہ میں فوجوں کے ساتھ گھر گیا تھا۔ اس لئے بصرہ پر ابن اشعث کے قبضہ کے بعد آغاز ۸۲ ہجری میں پھر جنگ شروع ہو گئی۔ ابن اشعث نے بڑی شجاعت سے مقابلہ کیا۔ حجاج کے قدم اکھڑتے اکھڑتے رہ گئے۔ لیکن خون ریز معرکوں کے بعد آخر میں ابن اشعث کو شکست ہوئی' اس کی سپاہ کا بڑا حصہ کام آیا۔ شکست کھانے کے بعد وہ بصرہ چھوڑ کر کوفہ چلا گیا۔ بصرہ کے بہت سے عمائد نے بھی ان کا ساتھ دیا اس کے جو مددگار بصرہ میں رہ گئے تھے' انہوں نے عبدالرحمٰن بن عباس رضی اللہ عنہما بن ربیعہ کو امیر بنا کر حجاج کا نہایت پرزور مقابلہ کیا لیکن چند معرکوں کے بعد یہ لوگ بھی کوفہ چلے گئے۔

کوفہ پر قبضہ

کوفہ پہنچنے کے بعد ابن اشعث کے آدمیوں نے یہاں کے اموی حاکم عبدالرحمٰن بن عباس کو نکال دیا۔ حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بصرہ سے کوفہ پہنچا۔ اس وقت ابن اشعث کی قوت پھر مجتمع ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ تقریباً دو لاکھ آدمی تھے۔ انہیں لے کر ابن اشعث حجاج کے مقابلہ کے لئے نکلا اور عرصہ تک دونوں میں نہایت خون ریز جنگ ہوتی رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

بغاوت روز بروز نازک شکل اختیار کرتی جاتی تھی۔ سارے عراق میں اس کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ اس لئے عبدالملک نے حجاج کو جس کی مخالفت میں یہ بغاوت برپا ہوئی تھی' عراق کی حکومت سے معزول کر دینے کا ارادہ کر لیا اور اپنے لڑکے عبداللہ اور بھائی محمد کو بھیجا کہ وہ جا کر اہل عراق سے کہیں کہ اگر ان کو حجاج کی حکومت سے اختلاف ہے تو اس کو معزول کر کے محمد بن مروان کو عراق کا حاکم بنا دیا جائے گا۔ عراقی فوج کو شامی فوج کے برابر تنخواہیں دی جائیں گی اور ابن اشعث

جس مقام کی حکومت پسند کرے گا' زندگی بھر کے لئے وہاں کا حاکم بنا دیا جائے گا اور اگر اہل عراق پر اس پر بھی بغاوت سے باز نہ آئیں تو حجاج بدستور حاکم رہے گا اور اسے یہ اختیار ہوگا کہ جس طرح چاہے انہیں مطیع بنائے۔

عبداللہ اور محمد نے اہل عراق کو عبدالملک کا یہ پیغام سنایا' ابن اشعث نے بھی اسے منظور کر لینے کی رائے دی لیکن عراقی فطرۃً شورش پسند واقع ہوئے تھے' اس لئے منظور نہ کیا اور اپنی ناعاقبت اندیشی سے اس پیش کش کو مسترد کر کے حجاج کو اپنے اوپر مسلط رہنے کا موقع دے دیا۔ [1]

ابن اشعث کی شکست اور عراق پر حجاج کا قبضہ

ان کے انکار پر حجاج کو انتقام لینے کا موقع مل گیا چنانچہ پھر فریقین میں جنگ شروع ہوگئی اور کئی مہینوں کے مسلسل خون ریز معرکوں کے بعد ۸۳ ہجری میں عراقیوں نے نہایت فاش شکست کھائی۔ ابن اشعث شکست کھا کر بصرہ چلا گیا اور حجاج نے کوفہ میں داخل ہو کر یہاں کے باشندوں سے بزور شمشیر بیعت لی' جس نے ذرا بھی تامل کیا' اسے بے دریغ قتل کر دیا گیا۔

ابن اشعث کے بصرہ پہنچنے کے بعد شکست خوردہ عراقی اس کے پاس پہنچ گئے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مددگار جمع ہو گئے۔ انہیں لے کر وہ پھر حجاج کے مقابلہ کے لئے نکلا۔ شعبان ۸۴ ہجری میں دونوں میں آخری مقابلہ ہوا۔ اہل عراق نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا' لیکن آخر میں شکست انہی کی ہوئی۔ اس شکست نے ابن اشعث کی قوت بالکل توڑ دی اور وہ سیستان' جہاں اس کے عمال تھے' چلا گیا۔ حجاج نے تعاقب کیا لیکن ابن اشعث لڑتا بھڑتا ہوا بست نکل گیا۔ یہاں کے والی عیاض بن ہمیان نے عزت واحترام کے ساتھ ٹھہرایا لیکن پھر اس کی نیت بدل گئی اور حجاج سے سرخروئی حاصل کرنے کے لئے قید کر دیا۔

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ابن اشعث نے شروع ہی میں رتبیل سے معاہدہ کر لیا تھا کہ شکست کی صورت میں وہ اس کی مدد کرے گا۔ چنانچہ رتبیل کو جب اس کی گرفتاری کی خبر ہوئی تو اس نے عیاض کو لکھا کہ "اگر ابن اشعث کو کسی قسم کا نقصان پہنچا تو تمہاری خیر نہیں۔" رتبیل اس نواح کا بڑا ممتاز حکمران تھا' اس لئے عیاض نے ڈر کر ابن اشعث کو رہا کر دیا اور وہ رتبیل کے ہاں چلا گیا' اس نے بڑا شریفانہ برتاؤ کیا۔

گو اہل عراق کو حجاج کے مقابلہ میں شکست ہوئی تھی لیکن اس کے بعد بھی ہزاروں آدمیوں نے اس کی اطاعت قبول نہ کی تھی۔ یہ سب کے سب سیستان پہنچے اور زرنج پر قبضہ کر کے ابن اشعث کو

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۱۸۱۔

رہنمائی کے لئے بھیجا۔ وہ ان کی دعوت پر زرنج آیا اور ان کے ساتھ ہرات کی طرف بڑھا۔ ہرات پہنچ کر ایک ممتاز امیر عبیداللہ بن معمر قریشی دو ہزار سپاہ کے ساتھ الگ ہوگئے' ان کی علیحدگی پر ابن اشعث نے کہا کہ میں ایک محفوظ مقام پر چلا گیا تھا' تم لوگوں نے خود مجھ کو بلا بھیجا اور جب میں آیا تو ساتھ چھوڑنے لگے۔ اس لئے میں پھر اپنے مقام واپس جاتا ہوں' چنانچہ وہ رتبیل کے ہاں لوٹ گیا۔

ابن اشعث کی گرفتاری اور قتل

حجاج کو جب اس کی خبر ہوئی کہ ابن اشعث نے رتبیل کے دامن میں پناہ لی ہے تو اس نے رتبیل کو لکھا کہ ابن اشعث کو میرے پاس بھجوا دو ورنہ تمہارا ملک پامال کر ڈالوں گا۔ رتبیل کی غیرت نے اسے گوارہ نہ کیا لیکن ابن اشعث کے ایک دشمن عبید بن ربیع نے رتبیل کو حجاج کے انتقام سے ڈرا کر اس شرط پر آمادہ کر لیا کہ اگر ابن اشعث کو حوالہ کر دے تو سات برس تک اس سے خراج نہ لیا جائے گا چنانچہ باختلاف روایت رتبیل نے اس کا سر قلم کر کے بھجوا دیا' یا زندہ حوالہ کر دیا۔ راستہ میں ابن اشعث نے خودکشی کر لی' یہ واقعہ ۸۵ ہجری کا ہے۔

ابن اشعث کے خاتمہ کے بعد عراق میں امن وسکون ہوگیا۔ حجاج نے ائمہ تابعین میں سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ باقی بزرگوں کو معاف کر دیا اور سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کو کئی برس کے بعد ولید کے زمانہ میں شہید کر دیا۔ [1]

ولی عہدی

مروان عبدالملک کے بعد اپنے دوسرے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بنا گیا تھا۔ عبدالملک نے اپنی وفات سے کچھ دنوں پیشتر ۸۵ ہجری میں عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے ولید کو ولی عہد بنانا چاہا' لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے رک گیا۔ اتفاق سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد جمادی الاولیٰ ۸۵ ہجری میں عبدالعزیز کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد عبدالملک نے علی الترتیب اپنے دونوں لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنا کر ان کی بیعت لی۔ [2] عام مسلمانوں نے تو بیعت کر لی لیکن مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں ایک خلیفہ کی زندگی میں دوسرے کی بیعت نہیں کر سکتا۔ ابن مسیب بڑے محترم بزرگ تھے۔ ان کے انکار سے دوسروں پر اثر پڑنے کا اندیشہ تھا' اس لئے ہشام بن عبدالملک حاکم مدینہ نے ان پر بڑی سختیاں کیں۔ کوڑوں سے

---

[1] اس انقلاب کا پورا حال ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہے۔ [2] ابن اثیر ج ۴' ص ۱۹۸۔

پٹوایا اور تشہیر اکرا کے قید کر دیا لیکن یہ اپنی ضد پر قائم رہے۔ عبدالملک کو اس کی خبر ہوئی تو ہشام کے فعل پر ناپسندیدگی ظاہر کی اور ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو معذرت کا خط لکھا کہ "یہ واقعہ بغیر میری مرضی اور میرے علم کے پیش آیا ہے۔" اور ہشام کو تنبیہ کی کہ ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ ہرگز اس سلوک کے مستحق نہ تھے۔ ان کی ذات سے کسی اختلاف کا خطرہ نہیں ہے۔ عبدالملک کی تنبیہ پر ہشام کو بڑی ندامت ہوئی۔ [1]

علالت اور وفات

شوال ۸۶ھ میں عبدالملک مرض الموت میں مبتلا ہوا' دوران علالت اپنے لڑکوں کو وصیت کی کہ "خدا کا خوف ہمیشہ کرنا کہ یہ سب سے خوبصورت زیور اور سب سے مضبوط جائے پناہ ہے۔ تم میں سے جو بڑا ہو' اس کو چھوٹے کے ساتھ لطف سے پیش آنا چاہئے اور چھوٹے کو بڑے کے حقوق کا لحاظ رکھنا چاہئے' اپنے بھائی مسلمہ کا ہمیشہ خیال رکھنا۔ اس کی رائے و مشورہ پر عمل کرنا کہ وہ تمہارا قوت بازو اور تمہاری ڈھال ہے۔ حجاج کا احترام کرنا؟ اس نے دشمنوں کو زیر کر کے ملک کو تابع فرمان بنایا ہے۔ تم میں اختلاف نہ پیدا ہونے پائے' جنگ میں شرافت کا حق ادا کرنا' جنگ سے موت ضروری نہیں ہے۔ نیکی اور بھلائی کا مینار بننا کہ اس کا اجر اور نام باقی رہ جاتا ہے۔ بھلائی ہمیشہ شریفوں کے ساتھ کرنا کہ وہ اس کا حق ادا کرتے ہیں اور ممنون ہوتے ہیں۔ خطا کاروں کی خطاؤں کو نگاہ میں رکھنا' اگر وہ معافی چاہیں تو معاف کر دینا اور جب دوبارہ کریں تو سزا دینا۔" [2]

۱۵ شوال ۸۶ ہجری کو انتقال ہوا اور دمشق کی سرزمین میں دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت ساٹھ سال کی عمر تھی۔ اس کی بیعت کے وقت سے مدت خلافت اکیس سال تھی اور ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خاتمہ کے بعد سے تیرہ سال چار مہینے۔

اولاد

عبدالملک کے بہت سی اولادیں تھیں۔ ان میں سولہ لڑکے تھے۔ ولید' سلیمان' مروان اکبر درج' مروان اصغر' یزید' معاویہ' ہشام' ابوبکر' حکم درج' عبدالملک' مسلمہ' منذر' عنبسہ' محمد' سعید اور حجاج وغیرہ۔

کارنامے

عبدالملک اموی حکومت کا دوسرا بانی ہے۔ معاویہ بن یزید کی دست برداری کے بعد اموی

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۵۔ تذکرہ ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ۔ [2] ابن اثیر ج ۴' ص ۱۹۸۔

حکومت قریب قریب ختم ہو چکی تھی اور ساری دنیائے اسلام نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مان لیا تھا۔ مروان کو اتنی کامیابی ہوئی کہ اس نے شام پر قبضہ کر کے دوبارہ مرکز حکومت قائم کر دیا لیکن مصر لینے کے بعد اس کا وقت آخر ہو گیا اور اس کو زیادہ موقع نہ ملا اور باقی سارا ملک ابن زبیر رضی اللہ عنہ ہی کے زیر فرمان رہا۔

عبدالملک کے ہاتھ میں جس وقت زمام حکومت آئی' اس وقت ساری دنیائے اسلام پر آشوب ہو رہی تھی۔ اس کے زمانہ میں بڑے بڑے انقلاب وحوادث ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پہلے سے مقابلہ میں تھے۔ ان کے علاوہ مختار ثقفی کا خروج' خوارج کی شورش اور ابن اشعث کی انقلاب انگیز بغاوت اسی کے زمانہ میں ہوئیں اور بہت سے انقلابات وحوادث جن کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے' پیش آئے' لیکن عبدالملک نے اپنے عزم واستقلال اور تدبر وشجاعت سے ان تمام مخالف حالات پر قابو حاصل کر کے دوبارہ اموی حکومت قائم کر دی۔

وہ بڑا قوی دل اور مستقل مزاج تھا' نازک سے نازک حالات میں گھبراتا نہ تھا۔ مشکلات و مصائب کے ہجوم میں اس کی ہمت اور زیادہ قوی ہو جاتی تھی۔ ۶۲ ہجری میں جب وہ مختار ثقفی کے مقابلہ کے سلسلہ میں پایہ تخت سے باہر تھا' اس کو ایک ہی شب پے در پے حوصلہ شکن خبریں ملیں کہ اموی حکومت کا قوت باز و عبیداللہ بن زیاد مختار کے مقابلہ میں مارا گیا۔ ایک اور ممتاز افسر ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں کام آیا۔ ان کی فوجیں فلسطین میں داخل ہو گئیں۔ شام کی سرحد مصیصہ پر رومیوں نے حملہ کر دیا۔ دمشق کے اوباشوں نے شہر میں غدر مچا دیا۔ قیدی جیل توڑ کر نکل گئے اور اعراب نے حمص اور بعلبک پر تاخت کی۔

ایک وقت میں اتنی مخالف خبریں مستقل مزاج آدمی کو گھبرا دینے کے لئے کافی تھیں' لیکن عبدالملک مطلق نہ گھبرایا' بلکہ اس شب کو وہ اور راتوں سے زیادہ خوش' بشاش اور مستقل مزاج نظر آتا تھا۔ [1]

اس کے اس استقلال' ہمت وشجاعت نے نہ صرف تمام مخالف حالات پر قابو حاصل کر لیا بلکہ نئی فتوحات بھی حاصل ہوئیں اور سندھ سے لے کر جبرالٹر تک ایک متحدہ حکومت قائم ہو گئی اور اس کے جانشینوں کو اطمینان کے ساتھ تعمیری کاموں کا موقعہ ملا۔

اس سلسلہ میں بعض ایسے نادر واقعات ظہور پذیر ہوئے جن سے عبدالملک کے دامن پر دھبہ آتا ہے۔ مثلاً خانہ کعبہ پر سنگباری' مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن

[1] مروج الذہب مسعودی ج ۲۔

مسیّب رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے تابعین کی تحقیر و تذلیل لیکن ان واقعات میں بعض ناگزیر واقعات کا نتیجہ تھے اور بعض کی ذمہ داری عبدالملک کے عمال کے سر ہے' تاہم وہ بھی ان سے یکسر بری نہیں۔

خانہ کعبہ پر سنگباری کا سبب یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حرم میں قلعہ بند تھے۔ یہاں ان کی فوج اور سامان رسد تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ گو جلیل القدر صحابی تھے لیکن حکومت کے نقطہ نظر سے باغی تھے۔ اس لئے حجاج کو حرم میں بھی ان کا مقابلہ کرنا پڑا اور چونکہ وہ کعبہ کو آڑ بنائے ہوئے تھے' اس لئے ناگزیر طور پر اس پر بھی پتھر گرے جس سے اس کی عمارت کو نقصان پہنچا۔ گو ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے خاتمہ کے بعد حجاج نے فوراً خانہ کعبہ کو صاف کرایا اور عبدالملک نے اس کی عمارت درست کرائی مگر حجاج کا یہ فعل حرم کی عظمت و حرمت کے منافی تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ وہ بھی حجاج کو پسند نہ کرتے تھے اور ان کا قیام بصرہ میں تھا۔ اس لئے حجاج کی نگاہ میں وہ بھی ابن اشعث کی بغاوت میں متہم تھے۔ چنانچہ اس نے ان سے بھی سختی کے ساتھ باز پرس کی اور کہا یہ دورنگی کہ کبھی مختار کے ساتھ' کبھی ابن اشعث کے ساتھ' میں تم کو سخت سزا دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا' امیر یہ کس کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟ حجاج نے جواب دیا' اللہ تم کو بہرہ کرے' تم کو کہتا ہوں' یہ سن کر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ لوٹ گئے۔

ایک روایت یہ ہے کہ حجاج نے آپ کو ذلیل کرنے کے لئے آپ کی گردن پر مہر لگوائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے عبدالملک کے پاس شکایت بھیجی' اسے پڑھ کر وہ جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور اسی وقت حجاج کو نہایت غضب آلود خط لکھا کہ ''تم اپنی اوقات اتنی بھول گئے اور تمہاری یہ جرأت کہ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے ساتھ گستاخی کرتے ہو' میرا خط ملتے ہی پاپیادہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی رضامندی حاصل کرو' ورنہ تم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔'' یہ خط پا کر حجاج نے اپنے درباریوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پاپیادہ حاضر ہو کر ان سے معافی چاہی اور ان سے خوشنودی کا خط لے کر عبدالملک کے پاس بھیجا۔ [1]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیر کا حال اوپر گذر چکا ہے۔ اس سے اس کی پوری کیفیت اور عبدالملک کی برأت معلوم ہو چکی ہو گی۔ درحقیقت عبدالملک بذات خود ظلم و زیادتی کو ناپسند کرتا تھا۔ اسے جب کسی زیادتی کی اطلاع ہوتی تو وہ نہ صرف اس کا تدارک کرتا تھا بلکہ اس کی باز پرس بھی کرتا تھا۔ چنانچہ جب اس کو معلوم ہوا کہ ابن اشعث کی بغاوت فرو کرنے کے بعد حجاج نے شکست خوردہ باغیوں اور قیدیوں کی خونریزی میں بے اعتدالی کی ہے اور اپنے آدمیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ان

[1] اخبار الطوال ص ۳۲۷ تا ۳۲۸۔

میں مسرفانہ روپیہ تقسیم کیا تو اس نے یہ تہدید آمیز خط لکھا:

''امابعد! امیر المؤمنین کو خون ریزی میں تمہاری زیادتی اور مال میں اسراف کی خبر ملی امیر المؤمنین دونوں باتوں کو کسی کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ قتل خطا میں تم سے دیت اور قتل عمد میں قصاص لیا جائے گا اور جو مال تم نے بے جا صرف کیا ہے' اسے واپس کرنا ہوگا اور اس مصرف پر بعد میں غور کیا جائے گا۔ امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ کے امین ہیں۔ ان کے نزدیک کسی کا حق روکنا اور ناحق دینا دونوں برابر ہیں۔ اگر اس سے تمہارا مقصد یہ ہے کہ لوگ امیر المؤمنین کے ہو جائیں تو ان سے تم نے ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور اگر یہ مقصد ہے کہ لوگ تمہارے ہو جائیں تو ان سے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ تم کو امیر المؤمنین کی جانب سے نرمی اور سختی برداشت کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اطاعت ہی میں تمہاری بھلائی ہے اور سرکشی میں خرابی ہے۔ امیر المؤمنین کی ذات سے اپنی خطاؤں کو برداشت کرنے کے علاوہ اور ہر چیز میں حسن ظن رکھ سکتے ہو۔ جب اللہ تم کو کسی قوم کے مقابلہ میں فتح یاب کرے تو صلح جو لوگوں اور قیدیوں کو ہرگز قتل نہ کرنا چاہئے۔''

حجاج نے اس کی معذرت میں لکھا:

''امابعد! امیر المؤمنین کا فرمان جس میں خون ریزی میں میری زیادتی اور مال میں اسراف کا ذکر تھا' ملا اپنی عمر کی قسم! باغی جس سزا کے مستحق تھے' اسے پوری نہ دے سکا اور اہل اطاعت جس صلہ کے مستحق تھے' اسے پورا نہ دے سکا۔ اگر ان نافرمانوں کا قتل زیادتی اور اہل اطاعت کو دینا اسراف ہے تو جو کچھ ہو چکا' وہ ہو چکا۔ آئندہ کے لئے امیر المؤمنین میرے لئے ایک حد مقرر کر دیں کہ میں اس سے تجاوز نہ کروں۔ اللہ رب العزت کی قسم نہ مجھ پر دیت ہے اور نہ قصاص' کہ میں نے قتل میں کوئی غلطی کی ہے۔ جنہیں میں نے دیا ہے' آپ ہی کے لئے دیا ہے اور جنہیں قتل کیا ہے' آپ ہی کے لئے کیا ہے۔ میں آپ کے لئے دونوں طرز عمل' نرمی اور سختی کو اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔'' [1]

عبدالملک کا یہ خط اس کی سیاست کے سرسری اندازہ کے لئے کافی ہے۔ وہ طبعاً رعایا پر ظلم و زیادتی کو ناپسند کرتا تھا اور لوگوں کو ممانعت کر دی تھی کہ وہ ایسی باتیں نہ کہیں جو رعا[illegible]

[1] مروج الذہب مسعودی ج۔ ۲' ص۔ ۵۵۷' ۵۵۸ حاشیہ نفح الطیب۔ [illegible] وابن اثیر وغیرہ۔

بھڑکانے والی ہوں کہ اس کے ساتھ نرمی کی زیادہ ضرورت ہے۔ ❶ تقرری کے وقت عمال کو نرمی اور خندہ جبینی اختیار کرنے کی ہدایت کرتا تھا' چنانچہ اپنے بھائی عبدالعزیز کو مصر کی حکومت پر بھیجتے وقت جو ہدایتیں کی تھیں' ان میں یہ بھی تھا کہ کشادہ جبینی اور نرمی اختیار کرنا اور جملہ امور میں نرمی اور آشتی کو ترجیح دینا۔ ❷

خصوصاً حرمین کے بزرگوں کے ساتھ اس کا طرز عمل بڑا شریفانہ و متحملانہ تھا۔ ۷۵ہجری میں جب حج کے سلسلہ میں وہ مدینہ حاضر ہوا تو اہل مدینہ کے سامنے تقریر کی۔ اس کے بعد حکومت کے ایک اور رکن کھڑے ہوئے' انہوں نے مدینہ کے گذشتہ واقعات کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ جو کچھ ہوا' وہ تمہاری نافرمانی اور بنی امیہ اور امیر المؤمنین کے ساتھ تمہارے ناپسندیدہ طرز عمل کا نتیجہ تھا' تم لوگوں کی مثال اس قریہ جیسی ہے جس کا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ:

> ''وہ امن و اطمینان کے ساتھ تھے اور ہر جگہ سے فراغت کے ساتھ ان کے پاس رزق پہنچتا تھا مگر انہوں نے اللہ کی ناشکری کی' اس کردار کا اللہ تعالیٰ نے ان کو مزا چکھایا اور بھوک اور خوف کو ان کا لباس بنا دیا۔''

یہ سن کر مدینہ کے ایک بزرگ ابن عبد نے کہا' تم جھوٹ کہتے ہو' ہم لوگ ایسے نہیں ہیں۔ اس آیت کے بعد کا حصہ بھی تو پڑھو:

> ''ان (کفار) کے پاس انہیں میں سے رسول آیا' پس ان لوگوں نے اسے جھٹلایا' اس کی سزا میں ان کو عذاب نے پکڑا اور وہ لوگ ظالم تھے۔''

ہم لوگ تو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔

اس بے باکانہ جواب پر حکومت کے سپاہیوں نے بڑھ کر ابن عبد کو پکڑ لیا اور عبدالملک کے پاس لے گئے۔ اس نے رہا کر دیا اور ابن عبد سے کہا کہ میں تو درگزر سے کام لیتا ہوں لیکن کسی اور والی کے سامنے ایسی باتیں نہ کرنا' وہ برداشت نہ کرے گا اور ان کو چھ سو اشرفیاں عطا کیں۔ ❸

اس میں شک نہیں کہ ابن اشعث کی بغاوت اور عراق کے انقلاب کے سلسلہ میں ضرور بعض عمال کی جانب سے بے عنوانیاں ہوئیں لیکن اس کی ذمہ داری انہی کے سر ہے۔ دوسرے ایسی بغاوتوں میں جن کا مقصد حکومت کا تختہ الٹنا ہو' کسی حاکم کا جادۂ اعتدال پر قائم رہنا بہت مشکل ہے' عبدالملک کا زمانہ جیسا پرآشوب تھا اور جیسے سرکشوں سے اس کو سابقہ پڑا تھا' وہ بغیر سختی کے درست بھی باغیوں... سکتے تھے۔ وہ اپنے طرز عمل کی توجیہ میں خود کہا کرتا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ ہوا' وہ ان

❶ اخبار الطوال ص ۳۲۷ تا ۳۲۸۔ ❷ آداب السلطانیہ ص ۱۱۳۔ ❸ ابن سعد ج ۵' ص ۱۷۲۔

کی نرمی کا نتیجہ تھا۔ اگر وہ عمر رضی اللہ عنہ کی طرح سخت ہوتے تو ہرگز اس کی نوبت نہ آتی۔ آج ویسے لوگ کہاں ہیں جن کے ساتھ عمر رضی اللہ عنہ کا طرز جہاں بانی برتا جائے۔ ہر زمانہ کے آدمیوں کی سرشت کے ساتھ حاکم وقت کا طریقہ بدلتا رہتا ہے۔ اگر آج وہی طریقہ اختیار کیا جائے تو گھروں پر ڈاکے پڑنے لگیں' راستے غیر محفوظ ہو جائیں' ظلم اور فتنہ عام ہو جائے۔ اس لئے ہر حکمران کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر زمانہ میں وہی طریقہ اختیار کرے جو اس دنیا کے اقتضا کے موافق ہو۔ ❶

اس کا قول تھا کہ اس زمانہ میں مجھ سے زیادہ بار کو اٹھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ ❷

عبدالملک طرز جہانبانی میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلتا تھا۔ گو وہ ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا' تاہم اتنا مسلم ہے کہ وہ نہایت بیدار مغز اور اپنے عمال کی سخت نگرانی رکھتا تھا۔ ❸

ایک مرتبہ ایک عامل کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ رعایا سے تحفہ لیتا ہے تو فوراً اس کو طلب کر کے بازپرس کی اور عہدہ سے معزول کر دیا۔ ❹

گو عبدالملک کا دور نہایت پرآشوب تھا۔ اس کا پورا زمانہ شورشوں اور انقلابوں کے دبانے میں گزرا اور اسے تعمیری کاموں کا کم موقع ملا' تاہم اس لحاظ سے اس کے بعض کارنامے یہ ہیں:

اسلامی سکہ

اس سلسلہ میں اس کا سب سے ممتاز کارنامہ اسلامی سکہ کا اجراء ہے۔ اس وقت تک مسلمانوں کا اپنا سکہ نہ تھا بلکہ رومی' ایرانی اور قبطی سکوں سے ان کا کام بھی چلتا تھا۔ اس سے بڑی حد تک مسلمانوں کی اقتصادی باگ ان قوموں کے ہاتھ میں تھی۔ عبدالملک نے ۷۵ یا ۷۶ ہجری میں اسلامی سکہ رائج کر کے دوسری قوموں کے سکوں سے رہائی حاصل کی۔ ❺

عربی زبان کا دفتری زبان بنانا

دوسرا کارنامہ عربی زبان کو دفتری قرار دینا ہے۔ اب تک حکومت کے دفاتر فارسی اور رومی زبان میں تھے۔ اس سے مختلف قسم کی خرابیاں تھیں۔ ان خرابیوں کو محسوس کر کے عبدالملک نے عربی زبان کو دفتری زبان قرار دیا۔ اس سے سہولت کے علاوہ عربی زبان کی بڑی ترقی و اشاعت ہوگئی۔ ❻

---

❶ ابن سعد ج ۵' ص ۱۷۳۔
❷ ابن اثیر ج ۴' ص ۱۵۵۔
❸ کتاب البیان والتبیین ج ۲' ص ۱۸۶۔
❹ مروج الذہب ج ۲' ص ۳۷۵۔
❺ طبقات ابن سعد ص ۔۳ ۱۷۴' ۴' طبری ۹۳۹۔
❻ آداب السلطانیہ ص ۱۱۰' وابن اثیر وغیرہ۔

خانہ کعبہ میں ترمیم

اوپر گذر چکا ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی عمارت کو گرا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ نقشہ کے مطابق بنادیا (جیسے پہلے گزرا) حجاج نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے اضافہ کو تڑوا کر پھر خانہ کعبہ کی عمارت کو پرانے نقشہ کے مطابق کر دیا۔ [1]

مذہبی خدمات

عبدالملک کا دور مذہبی خدمات سے بھی خالی نہیں ہے' وہ ہر سال خانہ کعبہ کے لئے دیبا کا غلاف اور حرم اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خوشبو کے لئے بخورات اور عود دان بھیجتا تھا۔ [2] متعدد نئی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور پرانی مسجدوں کی توسیع و مرمت ہوئی۔ ۶۵ ہجری میں عبدالملک نے جامع دمشق بنوائی اور صخرہ پر عظیم الشان خوبصورت گنبد بنوایا۔ واسط' بروعہ اور اردبیل میں وسیع مسجدیں تعمیر ہوئیں۔ عبدالعزیز بن مروان نے جامع مسجد مصر کو تڑوا کر اس کی توسیع کروائی۔ [3]

رفاہ عام کے کام

رفاہ عام کے بھی بہت سے کام انجام پائے۔ ۸۰ ہجری میں مکہ میں بہت بڑا سیلاب آیا تھا جو ''سیل جارف'' کے نام سے مشہور ہے' اس سے مکہ کی ساری آبادی تہ آب ہوگئی اور اہل مکہ کو بڑا جانی و مالی نقصان پہنچا۔ عبدالملک نے آئندہ اس سے حفاظت کے لئے ان تمام مکانوں میں جو وادی کے کنارے تھے اور مسجدوں اور گلیوں میں مستحکم حصار اور بند بنوائے۔ [4]

شہروں کی آبادی

بعض نئے شہر بھی بسائے گئے اور پرانے ویران شدہ شہر دوبارہ آباد ہوئے۔ حجاج نے عراق میں بڑے اہتمام سے واسط شہر بنایا۔ صرف شہر پناہ' قصر حکومت اور جامع مسجد کی تعمیر میں کئی کروڑ صرف ہوئے تھے۔ [5]

بعض مؤرخین آذربائیجان کے شہر اردبیل اور بروعہ کو بھی اس دور کے آباد شدہ شہروں میں لکھتے ہیں۔ [6] لیکن ان کے نام اسلام سے بہت پہلے ملتے ہیں۔ غالباً اسلامی دور میں ویران ہو چکے تھے

---

[1] دول الاسلام ذہبی ج ۱' ص ۳۸۔ [2] تاریخ مکہ ازرقی ج اول' ص ۱۳۸۔ [3] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۴۔
[4] وفاء الوفاء۔ [5] معجم البلدان ذکر واسط۔ [6] دول الاسلام ذہبی ج ۱' ص ۴۲۔

اور عبدالعزیز بن ابی حاتم باہلی کے اہتمام سے دوبارہ آباد ہوئے۔

ذاتی حالات

عبدالملک عقل و دانش' تدبیر و سیاست' شجاعت و شہامت اور علم و فضل' جملہ اوصاف میں کامل تھا۔ (کان عبدالملک لبیبا عاقلا عالما قوی الھیبة شدید السیاسة حسن تدبیر اللدنیا) اس کی تدبیر و سیاست کا اندازہ اوپر کے واقعات سے ہو گیا ہو گا۔

علم و فضل کے اعتبار سے اپنے عہد کے اکابر علما میں تھا۔ اگر وہ حکومت کی آزمائشوں میں نہ پڑ گیا ہوتا تو مدینہ کی مسند علم کی زینت ہوتا۔ اس کا شمار مدینہ کے ممتاز فقہا میں تھا۔ [1] حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انصاری کے بعد مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب قضا و افتا پر فائز تھا۔ اس عہد کے اکابر علما و ائمہ اس کے علمی کمالات کے معترف تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ میں لوگوں نے پوچھا کہ اب آپ کا آفتاب عمر لب بام ہے' آپ کے بعد ہم کس کی طرف رجوع کریں؟ فرمایا مروان کا لڑکا فقیہ ہے' اس سے پوچھنا۔ [2]

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے تھے کہ میں جن جن علما سے ملا' عبدالملک کے سوا اپنے کو سب پر فائق پایا۔ اس سے جب حدیث یا شاعری وغیرہ پر گفتگو ہوتی تھی تو وہ معلومات میں کچھ اضافہ ہی کر دیتا تھا۔ [3]

خلافت سے پہلے وہ بڑا متقی و پرہیز گار تھا۔ رات دن عبادت و ریاضت اور تلاوت قرآن سے کام رکھتا تھا۔ [4] لیکن خلافت کی ذمہ داریوں کے بعد یہ زندگی قائم نہ رہ سکی۔ بعض تاریخوں میں ہے کہ جب اس کو خلافت ملنے کی خبر ملی' اس وقت وہ تلاوت قرآن میں مشغول تھا۔ یہ خبر سن کر اس نے قرآن بند کر دیا اور کہا کہ یہ آخری صحبت ہے۔ [5] اس سے اس کے مخالفین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خلافت کے بعد اس کو مذہب سے کوئی تعلق نہ رہ گیا تھا' جو صحیح نہیں ہے۔ اس سے یہ مقصد تھا کہ خلافت کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بعد اب تلاوت قرآن کا زیادہ موقع نہ ملے گا۔ اس نے یہ کلمات حسرت و افسوس کے طور پر کہے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ خلافت کے بعد اس کا اگلا رنگ قائم نہ رہ سکا تھا اور وہ سیاسی امور میں مذہبی حدود سے بھی متجاوز ہو جاتا تھا' لیکن اور اعمال میں وہ مذہبی تھا۔ اس کی انگوٹھی کا نقش "آمَنْتُ بِاللّٰهِ مُخْلِصًا" تھا' یعنی میں خلوص دل سے اللہ پر ایمان لایا۔ [6]

مشہور صاحب علم تابعی حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کر کے کلام اللہ کی تفسیر

---

[1] ابن اثیر ج ۴ ص ۱۹۹۔ [2] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۶۔ [3] ابن سعد ج ۵' ص ۱۷۴۔

[4] ابن سعد ج ۵' ص ۱۷۴۔ [5] تاریخ الخلفاء ص ۲۱۷۔ [6] کتاب التنبیہ والاشراف مسعودی ص ۳۱۶۔

لکھائی۔ ❶ خلافت ملنے کے کئی سال بعد ۷۵ھ میں حج کے لیے گیا اور خود امیر الحج کے فرائض انجام دیئے اور ۸۱ھ میں اپنے لڑکے سلیمان کو امیر الحج بنا کر بھیجا۔ ❷

اس کے مذہبی جذبات کا اس واقعہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اہم فرامین اور مراسلات کے سرنامے پر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ [۱۱۲/ الاخلاص: ۱] اور آنحضرت ﷺ کا نام مبارک لکھا کرتا تھا۔ سلاطین اور فرمانرواؤں کے مراسلات میں بھی یہ تحریر ہوتی تھی۔ قیصر روم نے اس پر اعتراض کیا کہ شاہی مراسلات میں آپ نے جو یہ نیا طریقہ جاری کیا ہے اسے بند کر دیجئے۔ ورنہ ہم اپنے سکوں پر ایسی تحریر نقش کریں گے جو آپ کو ناگوار ہوگی۔ اس کے جواب میں عبدالملک نے رومی سکہ ہی منسوخ کر دیا اور اسلامی سکہ جاری کیا' جس پر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ﴾ اور ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ نقش تھا۔ ❸

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے امام اس کے ہم جلیس وہم نشین تھے۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اس کے عمل کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے ان سے سونے کے تار سے دانت کسنے کے متعلق استفسار کیا۔ انہوں نے جواب دیا کوئی مضائقہ نہیں' عبدالملک ایسا کرتا تھا۔ ❹ اگر عبدالملک کی زندگی غیر مذہبی ہوتی تو امام زہری رحمۃ اللہ علیہ ہرگز اس کے فعل کو سند جواز نہ بناتے۔

❶ میزان الاعتدال ذہبی ج۔ ۲' ص ۱۹۷۔ ❷ یعقوبی جلد اول' ص ۳۳۶۔

❸ تاریخ الخلفاء ص ۲۱۸۔ ❹ ابن سعد ج ۵' ص ۱۷۴۔

ولید بن عبدالملک

(۸۶ھ تا ۹۶ھ مطابق ۷۰۵ء تا ۷۱۴ء)

ولید عبدالملک کا بڑا لڑکا تھا۔ اس کی ماں ولادہ بنت عباس قبیلہ عبس سے تھی۔ اپنے والد کے برعکس وہ علم وفن سے بیگانہ تھا۔ عبدالملک نے اس کی تعلیم کی بڑی کوشش کی' لیکن ولید کی طبیعت تحصیل علم کی جانب راغب نہ ہوئی' گو وہ علم سے بیگانہ تھا' لیکن جہاں بانی کے اور تمام اوصاف بدرجہ کمال موجود تھے اور وہ بنی امیہ کا کامیاب ترین خلیفہ تھا۔ عبدالملک نے اپنی زندگی میں ہی اس کی ولی عہدی کی بیعت لے لی تھی' چنانچہ اس کی وفات کے بعد شوال ۸۶ھ میں ولید تخت نشین ہوا۔

عبدالملک اپنے زمانہ میں تمام مخالف طاقتوں اور اندرونی شورشوں کا قلع قمع کر کے میدان بالکل صاف کر گیا تھا۔ اس لیے ولید کو پورے سکون واطمینان کے ساتھ بیرونی فتوحات اور تعمیری کاموں کا موقع ملا' چنانچہ ان دونوں حیثیتوں سے اس کا زمانہ بنی امیہ کا دور زریں شمار کیا جاتا ہے۔

ولید کی خوش قسمتی سے اس کو قتیبہ بن مسلم' موسیٰ بن نصیر' محمد بن قاسم اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے نامور سپہ سالار اور فاتح مل گئے تھے' جنہوں نے اسلامی حکومت کے ڈانڈے چین سے یورپ تک ملا دیئے۔ ان چاروں کی فتوحات الگ الگ لکھی جاتی ہیں۔

قتیبہ بن مسلم کی فتوحات (ترکستان اور چین)

۸۶ھ میں حجاج نے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ ترکستان کے ایک حصہ پر اگرچہ بہت پہلے مسلمانوں کا تسلط قائم ہو چکا تھا اور یہاں کے متعدد چھوٹے چھوٹے حکمران باجگزار بن چکے تھے' لیکن وقتاً فوقتاً وہ باغی ہو جاتے تھے' چنانچہ اس زمانہ میں بھی سمرقند و بخارا کے نواح کے حکمرانوں کا رویہ باغیانہ تھا۔ اس کے علاوہ بعض علاقے اب تک اسلامی حکومت کے زیر اقتدار نہ آئے تھے۔ اس لیے ۸۶ھ میں قتیبہ نے ترکستان پر فوج کشی کی۔ حسن اتفاق سے اس وقت یہاں کے حکمرانوں میں باہم مخالفت تھی۔ اس سے قتیبہ کو بڑا فائدہ پہنچا اور جب انہوں نے دریائے جیحون کے پار قدم رکھا' اس وقت صغانیان کے فرمانروا نے جو شومان کے حکمران کے خلاف ہو رہا تھا' اطاعت قبول کر لی اور ہدایا و تحائف پیش کر کے اپنا مہمان بنایا۔

صغانیان سے قتیبہ نے شومان کا رخ کیا۔ شومان اور کفیان کے حکمرانوں نے بھی صغانیان کا طرز عمل دیکھ کر اطاعت قبول کر لی اور دونوں کو مطیع بنانے کے بعد قتیبہ اپنے بھائی صالح کو انتظام ونگرانی

کے لیے چھوڑ کر مرو واپس آ گئے۔ ان کی واپسی کے بعد صالح اور نصر بن سیار نے کاشان اور فرغانہ کے شہر اورشت، بیغز اور خشک فتح کر لیے۔ ❶

باذغیس کے حکمران نیزک کے ہاں عرصہ سے کچھ مسلمان قید تھے۔ مرو واپس آنے کے بعد قتیبہ نے ان کی رہائی کے بارے میں لکھا۔ نیزک نے انہیں چھوڑ دیا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ اس کا علاقہ محفوظ رکھا جائے گا اور ترکستان کے معرکوں میں قتیبہ کا معاون و مددگار بن گیا۔ ۸۷ھ میں قتیبہ نے بخارا کے شہر بیکند پر فوج کشی کی۔ بخاریوں نے سغد کی مدد سے مقابلہ کیا اور شکست کھا کر شہر میں قلعہ بند ہو گئے۔ قتیبہ نے شہر پناہ تڑوانا شروع کر دی۔ اہل شہر نے جب دیکھا کہ شہر پر قبضہ ہو جانے میں ان کو زیادہ نقصان اٹھانا پڑے گا تو صلح کر لی اور قتیبہ یہاں ایک مسلمان حاکم مقرر کر کے لوٹ گئے۔ ابھی یہ تھوڑے دور گئے تھے کہ اہل شہر نے مسلمان حاکم اور اس کے عملہ کو قتل کر دیا۔ یہ خبر سن کر قتیبہ راستہ سے لوٹ آئے۔ اہل شہر پھر محصور ہو گئے۔ قتیبہ نے شہر پناہ مسمار کرا دی۔ بیکند والوں نے پھر صلح کرنی چاہی، لیکن وہ ایک مرتبہ نقض عہد کر کے اعتبار کھو چکے تھے۔ اس لیے اس مرتبہ قتیبہ نے منظور نہ کیا اور بزور شمشیر فتح کر کے جس قدر جنگ جو تھے سب کو قتل کر دیا۔ اس فتح میں بے شمار اسلحہ اور سونے چاندی کے ظروف ہاتھ آئے۔ اس سے مسلمانوں کو بڑی تقویت پہنچی۔ ❷ اس کے بعد ۸۸ھ میں نومشکث کو فتح کرتے ہوئے امثنہ پہنچے۔ یہاں کے باشندوں نے صلح کر لی اور قتیبہ لوٹ گئے۔ راستہ میں خاقان چین کا بھتیجا دو لاکھ ترک، سغد اور فرغانیوں کے لشکر جرار کے ساتھ ملا، قتیبہ نے مسلمانوں کی قلت تعداد کے باوجود شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا اور اس ٹڈی دل کو فاش شکست دی۔ اس جنگ میں باذغیس کا فرمانروا نیزک مسلمانوں کی حمایت میں بڑی جانبازی سے لڑا۔ ❸

اسی سنہ میں قتیبہ نے خاص بخارا پر فوج کشی کی۔ بلاذری کے بیان کے مطابق جنگ کی نوبت نہیں آئی اور فرمانروائے بخارا وردان خدا نے صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔ مگر ابن اثیر کا بیان ہے کہ دونوں میں مقابلہ ہوا، لیکن قتیبہ کو کامیابی نہیں ہوئی۔ اس نے حجاج کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے بخارا کا نقشہ مانگ بھیجا اور اسے دیکھ کر حملہ اور جنگ کے متعلق مفصل ہدایات بھیجیں۔ اس کے متعلق قتیبہ

❶ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۲۶۔ ❷ ابن اثیر ج ۴، ص ۲۰۳۔ ❸ ابن اثیر ج ۴، ص ۲۰۴۔

نے ۹۰ھ میں دوبارہ فوج کشی کی۔ وردان خدا نے ترک اور سغد کی مدد سے مقابلہ کیا۔ ترک بڑی جانبازی و شجاعت سے لڑے اور اسلامی فوج کے ایک حصہ کو لشکر گاہ تک پسپا کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسلمان عورتوں نے للکارا اور گھوڑوں کو مار مار کر میدان جنگ کی طرف واپس کیا۔ دوبارہ مسلمانوں نے سنبھل کر اس زور کا حملہ کیا کہ ترکوں کو دھکیل کر دریا کے پار پہنچا دیا۔ بنی تمیم کے سردار وکیع اور ہریم ہمت کر کے دریا عبور کر گئے۔ انہیں دیکھ کر کئی سو مسلمان پار پہنچ گئے اور اس زور شور سے حملہ آور ہوئے کہ ترک اور سغد کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وردان خدا بھاگ نکلا اور مسلمانوں کا بخارا پر قبضہ ہو گیا۔ سغد کا فرمانروا طرخون' وردان خدا کی شکست سے اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اس نے بھی صلح کر کے اطاعت قبول کر لی۔ [1] بادغیس کا فرمانروا نیزک مسلمانوں کے ساتھ اور ان کا معاون و مددگار تھا' لیکن پھر ترکستان میں ان کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر قتیبہ کی جانب سے اس کو خوف پیدا ہو گیا اور وہ اس کی اجازت سے چلا گیا اور بلخ' مروالروذ' طالقان' فاریاب اور جوزجان وغیرہ آس پاس کے تمام حکمرانوں کو ساتھ ملا کر علم بغاوت بلند کر دیا اور طخارستان سے مسلمان حاکم کو نکال دیا۔ قتیبہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کو طخارستان روانہ کیا اور خود دوسرے باغی فرمانرواؤں کی طرف بڑھا۔ سب سے پہلے طالقان فتح کر کے یہاں کے باشندوں سے ان کی بغاوت کا بدلہ لیا۔ ایک بیان ہے کہ یہاں کے حکمران نے سپر ڈال دی' اس لیے قتیبہ نے درگذر سے کام لیا۔ طالقان کے بعد ۹۱ھ میں فاریاب کا رخ کیا۔ یہاں کے فرمانروا نے بھی اطاعت قبول کر لی۔ قتیبہ نے اسے بھی معاف کر دیا اور یہاں ایک مسلمان حاکم کو چھوڑ کر جوزجان پہنچا۔ یہاں کا حکمران بھاگ گیا اور عام باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی اور قتیبہ' عامر بن مالک کو یہاں چھوڑ کر بلخ پہنچا اور ایک دن ٹھہر کر نیزک کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔ قتیبہ کا بھائی عبدالرحمٰن پہلے سے تعاقب میں تھا۔ نیزک' خلم کی پرپیچ اور دشوار گھاٹی میں گھس گیا تھا اور اس کے دھانے کے قلعہ پر ایک دستہ حفاظت کے لیے متعین کر دیا تھا۔ راستہ بہت تنگ اور دشوار گزار تھا۔ قلعہ تک پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی' کچھ دنوں تک یونہی کچھ جھڑپ سی ہوتی رہی۔ اسی دوران میں حسن اتفاق سے یہیں کا ایک واقف کار آدمی مل گیا۔ اس نے مسلمانوں کو پشت سے لے جا کر قلعہ تک پہنچا دیا۔ وہ پہنچتے ہی دفعتہً ٹوٹ پڑے۔ اہل قلعہ بالکل مطمئن تھے۔ انہیں اس کا گمان بھی نہ تھا۔ اس لیے اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ بہت سے مارے گئے' جو زندہ بچے وہ بھاگ نکلے۔ نیزک نے وادی فرغانہ کو عبور کر کے کرز کی گھاٹی میں پناہ لی۔ قتیبہ بھی تعاقب میں پہنچا' لیکن یہ گھاٹی بھی خلم کی طرح بہت محفوظ تھی۔ راستہ اتنا دشوار گزار تھا کہ فوج

[1] فتوح البلدان ص ۴۰۷۔

عبور نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے قتیبہ نے محاصرہ کر لیا۔ کامل دو مہینہ تک محاصرہ قائم رہا اور نیزک کا کل سامان ختم ہو گیا۔ سردی کا زمانہ قریب آ رہا تھا اور یہاں کی سردی مسلمان برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لیے قتیبہ نے ایک شخص سلیم کو نیزک کے پاس بھیجا کہ وہ کسی طرح اس کو سمجھا بجھا کر بغیر امان دیئے ہوئے لے آئے۔ چنانچہ وہ اسے نشیب و فراز سمجھا کر عفو تقصیر کے حیلہ سے لے آیا۔ فرمانروائے جغبویہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ قتیبہ نے نیزک کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعضوں نے مخالفت کی' لیکن نیزک کا جرم نہایت سنگین تھا' اس نے نہ صرف تنہا خود مخالفت کی تھی' بلکہ اپنے ساتھ بہت سے فرمانرواؤں کو بھی باغی بنا دیا تھا' جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا تھا' اس لیے بالآخر اس کے قتل کا فیصلہ ہوا اور قتیبہ نے اس کو مع اس کی جماعت کے قتل کرا دیا' البتہ فرمانروائے جغبویہ کا قصور معاف کر دیا۔

نیزک کے بعد قتیبہ دوسرے باغی فرمانرواؤں کی طرف متوجہ ہوا اور فوجی پیش قدمی سے پہلے انہیں سمجھانے کی کوشش کی اور فرمانروائے شومان کے پاس' جس نے اپنے ہاں سے مسلمان حاکم نکال دیا تھا' کہلا بھیجا کہ اگر اب بھی وہ بغاوت سے باز آ جائے تو اس کی خطا معاف کر دی جائے گی' لیکن اسے اپنی قوت پر اتنا غرور تھا کہ ایک قاصد کو قتل کر دیا اور دوسرا جان بچا کر بھاگ گیا۔ اس لیے قتیبہ کو اس پر فوج کشی کرنی پڑی۔ قریب پہنچ کر قتیبہ کے بھائی صالح نے دوبارہ سمجھانے کی کوشش کی' مگر اب بھی وہ باز نہ آیا اور مخالفانہ قلعہ بند ہو گیا۔ قتیبہ نے سنگباری کر کے قلعہ کی دیواریں توڑ دیں۔ جب اس نے جنگ یا اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہ دیکھا تو قلعہ سے نکل کر مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ شومان کے بعد قتیبہ نے کش اور نسف فتح کیے اور اپنے بھائی صالح کو بھیج کر سغد کے فرمانروا طرخون سے خراج وصول کیا [1]

۹۳ھ میں خوارزم شاہ نے خود سے قتیبہ کی اطاعت قبول کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس زمانہ میں شاہ خوارزم [2] بہت کمزور تھا۔ اس کا بھائی خرزاد اسے معطل کر کے سلطنت پر حاوی ہو گیا تھا اور رعایا پر بڑے مظالم کرتا تھا۔ کسی کی عزت و آبرو اور مال و دولت اس کے ہاتھوں محفوظ نہ تھی۔ ساری رعایا اس کے مظالم سے نالاں تھی۔ خوارزم شاہ اس کے مقابلہ میں بالکل مجبور و بے بس تھا۔ اس لیے وہ موقعہ کا منتظر تھا۔ ترکستان میں جب قتیبہ کی قوت و فتوحات کا شہرہ ہوا تو خوارزم شاہ نے اس کے پاس خفیہ کہلا بھیجا کہ اگر وہ اس کے بھائی کے ہاتھوں سے نجات دلا دے تو اس کی اطاعت قبول کر لے گا۔ قتیبہ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور خوارزم پر فوج کشی کر کے خرزاد کو قتل کر کے سلطنت خوارزم شاہ کے حوالہ کر دی۔ اس نے حسب وعدہ اطاعت قبول کر لی اور بہت سا نقد و جنس قتیبہ کی خدمت میں پیش کیا۔ [3]

---

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۲۰۸' ۲۰۹' ۲۱۰۔ [2] خوارزم کے ہر فرمانروا کا لقب خوارزم شاہ ہوتا تھا۔

[3] فتوح البلدان ص ۴۲۳-۴۲۷ وابن اثیر ج ۴' ص ۲۱۷' ان دونوں کے بیان میں خرزاد کے خاتمہ کی تفصیل میں خفیف سا اختلاف ہے' لیکن نتیجہ دونوں کا ایک ہے۔

بلاذری کا بیان ہے کہ قتیبہ کے سلطنت واپس دلانے کے بعد خوارزم شاہ کی کمزوری کی وجہ سے اس کی رعایا نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد قتیبہ نے اپنے بھائی عبید اللہ کو خوارزم کا حاکم مقرر کیا۔

سمرقند کی فتح

سغد یعنی اہل سمرقند اور مسلمانوں میں بہت قدیم سے عہد و پیمان اور مصالحانہ تعلقات تھے' لیکن ترکستان کی لڑائیوں میں انہوں نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کے خلاف ترکستان کے فرمانرواؤں کی امداد کی تھی۔ اس لیے خوارزم کی مہم سے فراغت کے بعد قتیبہ نے سمرقند پر فوج کشی کا ارادہ کیا اور مسلمانوں سے کہا کہ ''سغد نے جس طرح معاہدہ کو توڑا ہے وہ تم کو معلوم ہے' مجھ کو امید ہے کہ خوارزم اور سغد کا حشر بنی قریظہ اور بنی نضیر [1] کی طرح ہوگا''۔ اور اپنے بھائی صالح کو ایک فوج کے ساتھ سمرقند روانہ کر دیا اور خود ان کے عقب سے روانہ ہوا۔ اس مہم میں بیس ہزار اہل بخارا اور خوارزم بھی مسلمانوں کے ساتھ تھے۔ صالح اور قتیبہ دو تین دن کے وقفہ سے سمرقند پہنچے۔ سغد شہر میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ قتیبہ نے محاصرہ کر لیا۔ سمرقندی ایک مہینہ تک مدافعت کرتے رہے۔ جب محاصرہ کی مدت زیادہ بڑھی تو انہوں نے شاش اور فرغانہ وغیرہ کے فرمانرواؤں کو لکھ بھیجا کہ اگر آج عرب ہمارے مقابلہ میں کامیاب ہو گئے تو کل تم کو بھی یہی دن دیکھنا پڑے گا۔ اس لیے ہماری نہیں بلکہ اپنی حفاظت کے لیے آج ہماری مدد کرو۔ قتیبہ کی فتوحات کو ترکستان کے تمام فرمانروا خوف و خطر کی نگاہ سے دیکھ رہے تھے' اس لیے تمام سرحدی حکمران سغد کی مدد کے لیے تیار ہو گئے اور اپنے لڑکوں' اپنے یہاں کے عمائد و اشراف اور نامور بہادروں کو خاقان چین کے لڑکے کی قیادت میں مدد کے لیے روانہ کیا۔ قتیبہ کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ اس نے صالح کو چند سو منتخب بہادروں کے ساتھ امدادی فوج کا راستہ روکنے کے لیے بھیج دیا۔ صالح نے آگے بڑھ کر فوج کے راستہ میں دونوں جانب تھوڑی تھوڑی فوج چھپا دی۔ رات گئے جیسے ہی دشمن کی فوج ادھر سے گزری صالح نے اس پر حملہ کر دیا۔ کمین گاہوں کے مسلمان بھی نکل کر ٹوٹ پڑے۔ دشمنوں نے بڑی شجاعت و پامردی سے مقابلہ کیا' لیکن آخر میں نہایت فاش شکست کھائی۔ ان کے بہت سے نامور بہادر مارے گئے اور بکثرت قیدی گرفتار ہوئے۔ جن میں بیشتر ترکستان کے شہزادے اور امراء و شرفا تھے' اور بہت سا قیمتی اسلحہ اور زریں سامان مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اس شکست کی خبر سمرقند پہنچی تو سغد کی ہمت پست ہو گئی۔ اب ان کے لیے کوئی سہارا باقی نہ رہ گیا تھا۔ قتیبہ نے محاصرہ اور زیادہ سخت کر دیا اور پتھر برسا کر شہر پناہ کی دیوار توڑ دی۔ تاہم اہل سمرقند

---

[1] یہ دونوں یہودی قبیلے تھے' جنہوں نے عہد رسالت میں عہد شکنی کی تھی اور اس کے نتیجہ میں وہ جلاوطن کیے گئے تھے۔

نے مدافعت میں اپنی آخری قوت صرف کر دی۔ قتیبہ نے مسلمانوں کو للکارا کہ شہر پناہ کے روزن تک پہنچنے کی دیر ہے۔ اس للکار پر مسلمان آگے بڑھے۔ اہل سمرقند اوپر سے تیروں کا مینہ برسا رہے تھے' لیکن مسلمانوں نے کوئی پرواہ نہ کی اور چہروں کو ڈھال سے بچاتے ہوئے روزن تک پہنچ کر جم گئے۔ اب اہل سمرقند کے لیے مصالحت کے علاوہ کوئی صورت باقی نہ رہ گئی تھی۔ اس لیے انہوں نے کہلا بھیجا کہ آج تم لوگ یہاں سے ہٹ جاؤ' کل ہم صلح کر لیں گے۔ قتیبہ نے جواب دیا کہ صلح اسی وقت ہو سکتی ہے کہ ہمارے آدمی روزن پر موجود رہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ قتیبہ نے ان کی درخواست پر آدمی ہٹا لیے تھے' بہرحال اب اہل سمرقند کے لیے سپر ڈال دینے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے دوسرے دن انہوں نے حسب ذیل شرائط پر صلح منظور کر لی:

① اہل سمرقند بارہ لاکھ سالانہ خراج دیا کریں گے۔

② اس سال تیس ہزار سوار دیں گے۔

③ مسلمان شہر میں فاتحانہ داخل ہوں گے۔ ان کے داخلے کے وقت مسلح آبادی شہر خالی کر دے گی۔

④ مسلمان یہاں مسجد بنا کر نماز پڑھیں گے اور خطبہ دیں گے۔

ان شرائط کے مطابق سغد نے شہر خالی کر دیا۔ مسلمانوں نے شہر میں مسجد تعمیر کر کے نماز پڑھی اور خطبہ دیا اور اعلان عام کر دیا کہ صلح کی رقم کے علاوہ ہم کسی چیز کو ہاتھ نہ لگائیں گے' جس جس کا مال ہو وہ آ کر اپنا مال لے لے۔ [1]

اہل سمرقند بت پرست تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے بعض دیوتا ایسے ہیں جن کو ہاتھ لگانے والا ہلاک ہو جائے گا۔ ان کے اس وہم کو دور کرنے کے لیے قتیبہ نے ان بتوں کو نذر آتش کر دیا۔ جب اس سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچا تو بہت سے سغد ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو گئے اور قتیبہ نے سمرقند میں مسلمانوں کی آبادی بسائی۔ [2]

اوپر گذر چکا ہے کہ شاش اور فرغانہ کے فرمانرواؤں نے اہل سمرقند کی مدد کی تھی اس لیے سمرقند سے فراغت کے بعد قتیبہ نے ان دونوں کی طرف توجہ کی اور ۹۴ھ میں اہل خوارزم' کش اور نسف کی فوج بھیج کر شاش کو فتح کیا اور خود فرغانہ کی طرف بڑھے۔ راستہ میں خجندیوں نے مقابلہ کیا۔ انہیں شکست دے کر آگے بڑھے اور فرغانہ کے دارالسلطنت کاشان کو فتح کر کے ترکستان وچین کی سرحد استیجاب تک بڑھتے چلے گئے۔ اس کے بعد چین کے حدود شروع ہو جاتے تھے' اس لیے اس سال یہیں تک پہنچ کر لوٹ گئے۔

---

[1] ابن اثیر ج ۴' ص ۲۱۷ و ۲۱۸۔ [2] فتوح البلدان ص ۴۲۷۔

چین پر فوج کشی اور خاقان کی اطاعت

خاقان چین نے بھی اہل سمرقند کی مدد کی تھی بلکہ اس کا بیٹا امدادی فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس لیے ۹۶ھ میں قتیبہ نے بڑے اہتمام کے ساتھ چین پر فوج کشی کی تیاریاں کیں۔ مجاہدین کے اہل و عیال کو حفاظت کے خیال سے سمرقند میں منتقل کر دیا اور فرغانہ سے کاشغر تک راستہ درست کرا کے ایک لشکر چین روانہ کیا۔ یہ کاشغر فتح کرتا ہوا چین کے اندر تک بڑھتا ہوا چلا گیا۔ خاقان چین مسلمانوں کی فتوحات کا شہرہ سن چکا تھا' اس لیے ان کے حالات معلوم کرنے اور ان سے گفتگو کرنے کے لیے ان کا وفد طلب کیا۔ قتیبہ نے ہبیرہ بن مشرح کلبی کو دس سنجیدہ مسلمانوں کے ساتھ چین بھیجا اور انہیں ہدایت کر دی کہ وہ خاقان چین کو اس کا یقین دلا دیں کہ میں نے قسم کھالی ہے کہ جب تک تمہاری زمین کو اپنے پیروں سے پامال کر کے خراج وصول نہ کر لوں گا' اس وقت تک واپس نہ جاؤں گا۔ یہ وفد خاقان کے دربار میں پہنچا اور اس سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ آخری گفتگو کے بعد خاقان نے ہبیرہ سے کہا کہ تم واپس جا کر اپنے سردار (قتیبہ) سے کہہ دو کہ وہ لوٹ جائے' مجھ کو تم لوگوں کی تعداد کا علم ہے' اگر تم اپنے ارادہ سے باز نہ آئے تو میں ایسی فوج تمہارے مقابلہ میں بھیجوں گا جو تمہیں تباہ و برباد کر ڈالے گی۔ ہبیرہ نے اس کے جواب میں کہا کہ تم اس قوم کو کم تعداد کس طرح کہہ سکتے ہو جس کا ایک سردار تمہارے ملک میں ہے اور دوسرا شام میں۔ ہم لوگ موت اور قتل سے ڈرنے والے نہیں ہیں' موت کا ایک دن مقرر ہے اور لڑ کر جان دینا معزز موت ہے۔ اس لیے نہ ہم قتل ہونے کو برا سمجھتے ہیں اور نہ اس سے ڈرتے ہیں۔ ہمارے سردار نے قسم کھالی ہے کہ جب تک وہ اپنے پیروں سے تمہاری زمین کو پامال کر کے جزیہ وصول نہ کرے گا' اس وقت تک واپس نہ جائے گا۔ خاقان چین کو مسلمانوں کی قوت کا پہلے سے اندازہ تھا' ترکستان کا حشر اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس لیے وہ خواہ مخواہ مسلمانوں سے بھڑنا نہ چاہتا تھا اور محض ان کو آزما رہا تھا۔ اس لیے ہبیرہ کا جواب سن کر اطاعت کرنے کے لیے آمادہ ہو گیا اور جزیہ دے کر بہت سے قیمتی ہدایا و تحائف قتیبہ کے پاس بھیجے۔ ان کا مقصد بھی چین کو فتح کرنا نہیں' بلکہ خاقان چین کے خطرہ کا انسداد تھا۔ اس لیے اس کے اس مصالحانہ رویہ پر انہوں نے جزیہ قبول کر کے فوج کشی کا ارادہ ترک کر دیا۔ [1]

محمد بن قاسم کی فتوحات سندھ

سندھ پر فوج کشی کا سلسلہ عرصہ سے جاری تھا۔ قریب قریب ہر خلیفہ کے زمانے میں یہاں کچھ

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۳۰۲۔

نہ کچھ فتوحات حاصل ہوئیں' لیکن ولید سے پہلے مسلمانوں کو اسے مستقل فتح کرنے کا خیال پیدا نہ ہوا تھا اور ان کے حملے سرحدی علاقوں سے آگے نہ بڑھتے تھے۔ ولید کے زمانہ میں ایک ناگوار واقعہ نے حجاج کو اسے مستقل فتح کر لینے پر آمادہ کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ لنکا میں کچھ عرب تاجر آباد تھے۔ ان میں سے ایک تاجر کا انتقال ہو گیا۔ لنکا کا راجہ مسلمانوں سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کا خواہش مند تھا۔ اس لیے متوفی تاجر کے اہل وعیال کو' جن میں کئی عورتیں تھیں' جہاز کے ذریعہ بھجوا دیا اور ولید کے لیے قیمتی ہدایا وتحائف بھیجے۔ اس جہاز میں کچھ حاجی تھے۔ دیبل (دیول) کے قریب سندھی قزاقوں نے جہاز پر حملہ کر کے لوٹ لیا اور عربی عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ ان میں سے ایک عورت نے غائبانہ حجاج سے فریاد کی کہ حجاج المدد! حجاج کو اس کی خبر ہوئی تو اس پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ اس نے جواب دیا: ''میں آیا'' اور اسی وقت دیبل کے راجہ داہر کو لکھا کہ عرب عورتوں کو واپس کرا دو۔ اس نے جواب دیا کہ یہ کام بحری قزاقوں کا ہے' اس لیے میں مجبور ہوں۔ [1] یہ جواب سن کر حجاج نے عبیداللہ بن نبہان کو فوج کے ساتھ دیبل روانہ کیا۔ یہ جنگ میں کام آئے۔ ان کے بعد بدیل بن طہفہ بجلی کو جو عمان میں تھے' دیبل پہنچنے کا حکم دیا' وہ تین ہزار فوج کے ساتھ مکران ہوتے ہوئے دیبل پہنچے۔ راجہ داہر نے کئی ہزار سپاہ مقابلہ کے لیے بھیجی۔ بدیل بن طہفہ نے بڑی شجاعت وپامردی سے مقابلہ کیا' لیکن عین میدان جنگ میں ان کا گھوڑا بدکا اور وہ گھوڑے سے گر پڑے۔ سندھیوں نے یورش کر کے قتل کر دیا۔ ان کے قتل ہوتے ہی مسلمان شکست کھا گئے۔ [2] حجاج کو اس کی اطلاع ہوئی تو اسے بڑا صدمہ ہوا' اور اس کو اس کا بھی اندازہ ہو گیا کہ معمولی فوج کشی سے کام نہ چلے گا۔ اس لیے اس نے اپنے نوجوان چچیرے بھائی محمد بن قاسم ثقفی کو' جو فارس کا حاکم تھا' چھ ہزار سپاہ کے ساتھ سندھ روانہ کیا۔ اس نے تمام بھاری سامان بحری راستہ سے روانہ کر دیا اور خود مکران ہوتا ہوا خشکی کے راستے سے سندھ آیا اور سب سے پہلے قنز پور (پنج گور) کی طرف بڑھا اور اسے فتح کر کے ارمائیل (ارمن بیلہ) کو تسخیر کیا۔ [3]

ارمن بیلہ کے بعد دیبل کی طرف بڑھا۔ اس کے پہنچنے کے ساتھ ہی وہ سامان بھی جسے بحری راستہ سے بھیجا تھا' پہنچ گیا۔ اس میں ایک قلعہ شکن منجنیق تھی' جسے پانچ سو آدمی حرکت دیتے تھے۔ اس کا نام عروس تھا۔ محمد بن قاسم کے پہنچنے کے بعد دیبل کے باشندے شہر میں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ محمد بن قاسم نے شہر کا محاصرہ کر لیا اور چاروں طرف خندقیں کھدوا کر منجنیقیں نصب کرا دیں۔ اہل شہر کئی مہینوں

---

[1] فتوح البلدان ص۔ ۴۴۱ و چچ نامہ نسخہ قلمی دار المصنفین۔
[2] فتوح البلدان ص۔ ۴۴۱ و چچ نامہ نسخہ قلمی دار المصنفین۔
[3] بلاذری ص ۴۴۲۔

تک بہادری سے مدافعت کرتے رہے، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ حجاج کو اس مہم سے اتنا تعلق خاطر تھا کہ ہر تیسرے دن خبریں منگا کر حالات معلوم کر کے جنگ کے متعلق ہدایتیں بھیجتا تھا۔ جب محاصرہ زیادہ طول کھنچا اور کوئی نتیجہ نہ نکلا تو حجاج نے لکھا کہ منجنیق کو ایک زاویہ کم کر کے مشرق کی جانب نصب کر کے دیول پر سنگباری کی جائے۔ [1] اس ہدایت کے مطابق محمد بن قاسم نے سنگباری کرنے کا حکم دیا۔ اس سے دیول کا گنبد ٹوٹ گیا۔ اس کے ٹوٹتے ہی اہل شہر کی ہمت پست ہوگئی۔ دوسری طرف باہر سے مسلمانوں نے پورا زور لگایا اور بڑھتے ہوئے فصیل کی دیوار تک پہنچ گئے۔ اہل شہر نے روکنے کی بہت کوشش کی، مگر ناکام رہے اور چند جانباز مسلمان کمند ڈال کر فصیل پر چڑھ گئے۔ اب اہل شہر کی ہمت بالکل چھوٹ گئی۔ راجہ داہر کا حاکم شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے ایک مسجد تعمیر کرائی اور چار ہزار مسلمان آباد کیے۔ [2]

دیبل سے تھوڑی مسافت پر ایک مقام نیرون تھا۔ یہاں کے راجہ بھدرکن نے اہل دیبل کا انجام دیکھ کر محمد بن قاسم سے صلح کر لی اور وہ دیبل سے نیرون پہنچا۔ حاکم نیرون نے بڑے تپاک سے اس کا استقبال کیا اور شہر لے جا کر مسلمانوں کی ضیافت کی۔ ان کے مویشیوں کے لیے چارہ فراہم کیا۔ بہت سے قیمتی ہدیے پیش کیے اور نامہ و پیام کے ذریعہ جو صلح ہوئی تھی، زبانی تکمیل ہوگئی۔ [3]

نیرون کے بعد اسلامی لشکر نے آگے کوچ کیا۔ راستہ میں کسی کو روکنے کی ہمت نہ ہوئی اور نیرون سے دریائے سندھ کی شاخ تک کا سارا علاقہ آسانی کے ساتھ فتح ہوگیا۔ دریا کو عبور کرنے کے بعد سربیدس (شری ویدس) کے بدھوں نے خراج دے کر اطاعت قبول کر لی۔

یہاں سے محمد بن قاسم سیوستان (سہوان) کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ نیرون کا راجہ بھدرکن ہمرکاب تھا۔ راستہ میں بہرج کا علاقہ جو راجہ داہر کے بھتیجے بجرا کے زیر حکومت تھا، پڑتا تھا۔ یہاں کی آبادی بدھ مذہب کے پیرو تھی اور کشت و خون کو ناپسند کرتی تھی۔ مسلمانوں کا رخ بہرج کی طرف دیکھ کر اس نے بجرا سے درخواست کی کہ ہم لوگ امن و آشتی پسند کرتے ہیں۔ کشت و خون ہمارے مذہب کے خلاف ہے اور آپ کی طرح ہم محفوظ بھی نہیں ہیں، اس لیے اگر ہم نے عربوں سے مقابلہ کیا تو وہ ہم کو تباہ کر دیں گے۔ ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ خلیفہ کا حکم ہے کہ مطیع اور امن پسند آبادی سے تعرض نہ کیا جائے اور عرب جو معاہدہ کرتے ہیں، اسے پورا کرتے ہیں۔ اس لیے اگر آپ کی رائے ہو تو ہم عربوں

---

[1] دیول بدھ کا صنم کدہ تھا جو اس شہر کا قلب اور اس کی جان تھا۔ [2] بلاذری ص ۴۴۲، ۴۴۳۔

[3] بلاذری ص ۴۴۲، ۴۴۳ و چچ نامہ قلمی۔

سے صلح کر لیں، لیکن بجرا نے اس درخواست کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ [1] بہرج کی آبادی اطاعت کیش تھی، اس لیے محمد بن قاسم نے ان سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اصل مرکز مقصود سیوستان کی طرف بڑھا۔ جاسوسوں نے اسے خبر دی کہ سیوستان کے عام باشندے اطاعت کے لیے آمادہ ہیں، لیکن راجہ بجرا اور قلعہ کی مسلح سپاہ مقابلہ کے لیے تیار ہے۔ اس لیے محمد بن قاسم نے سیوستان پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا اور سنگباری شروع کر دی۔ یہاں کی آبادی بھی جنگ کرنا نہیں چاہتی تھی، لیکن بجرا کی وجہ سے مجبور تھی۔ اس لیے سنگباری سے گھبرا کر بجرا سے درخواست کی کہ ہم میں مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ اس لیے جنگ موقوف کی جائے، لیکن بجرا نے توجہ نہ کی اور جنگ جاری رکھی۔ اہل شہر نے مجبور ہو کر محمد بن قاسم کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم سب بجرا سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم کو اس جنگ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ راجہ کے پاس کوئی بڑی طاقت بھی نہیں ہے۔ یہ پیام سن کر مسلمانوں نے جنگ میں اور زور لگا دیا۔ ایک ہفتہ مقابلہ کے بعد بجرا کی فوج کی ہمت چھوٹ گئی اور وہ کمزوری دکھانے لگی۔ یہ صورت دیکھ کر بجرا ایک شب کو ایک جماعت کے ساتھ فرار ہو گیا اور بودھیا کے حاکم کاکا کے ہاں پناہ لی۔ یہ داہر کا ماتحت تھا۔ اس لیے بجرا کو بڑے اعزاز و کرام کے ساتھ ٹھہرایا۔ بجرا کے فرار کے بعد سیوستان پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا اور محمد بن قاسم نے چند دنوں یہاں قیام کر کے ضروری انتظامات کیے۔ [2]

سیوستان سے فرار کے بعد راجہ بجرا نے کاکا کے دارالسلطنت سیسم کو مرکز بنایا تھا۔ اس لیے سیوستان کے انتظامات سے فراغت کے بعد محمد بن قاسم سیسم کی طرف بڑھا۔ مفتوحہ علاقے کے باشندے محمد بن قاسم کے حسن سلوک سے اتنا متاثر ہوئے تھے کہ سیسم کی فوج کشی میں بہت سے سردار اس کے ہم رکاب ہو گئے۔ بجرا راجہ داہر کا بھتیجا تھا، اس لیے کاکا اسے پناہ دینے پر مجبور تھا، لیکن وہ خود محمد بن قاسم سے لڑنا نہ چاہتا تھا، چنانچہ اسے جب سیسم کی جانب محمد بن قاسم کی پیش قدمی کی خبر ملی، تو وہ اپنے چند معتمد سرداروں کے ساتھ اس سے گفتگو کرنے کے لیے روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک عرب سردار بنانہ بن حنظلہ سے، جسے محمد بن قاسم نے حالات کی تحقیقات کے لیے آگے روانہ کر دیا تھا، ملاقات ہوئی۔ بنانہ کاکا کا ارادہ معلوم کر کے اسے اپنے ساتھ لے آیا اور اس نے محمد بن قاسم سے مل کر اپنی اطاعت و وفاداری کا یقین دلایا۔ محمد بن قاسم نے اس کے صلے میں اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ خلعت سے نوازا اور ایک مسلمان وکیل عبدالملک بن قیس کو ساتھ کر کے عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا۔ [3]

کاکا نے گو خود اطاعت قبول کر لی تھی، لیکن وہ راجہ بجرا کو جو اب تک سیسم میں مقیم تھا اپنے ہاں

---

[1] چچ نامہ قلمی۔ [2] چچ نامہ قلمی۔ [3] چچ نامہ قلمی۔

سے نکال نہیں سکتا تھا۔ اس لیے محمد بن قاسم نے سیسم پہنچ کر قلعہ پر حملہ کیا۔ بجرا نے اپنے سرداروں کے ساتھ مقابلہ کیا اور ایک سردار نے لڑ کر جان دے دی۔ کچھ لوگ شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ اس شکست کے بعد سرداروں نے جو دل سے راجہ داہر کے خلاف تھے' لیکن علانیہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے' محمد بن قاسم کی اطاعت قبول کر لی۔ سیسم کے قلعہ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے حمید بن وداع اور عبدالقیس جارودی کو یہاں کا حاکم مقرر کیا۔ سیسم پر قبضہ کرنے کے بعد محمد بن قاسم آگے بڑھنے کا قصد کر رہا تھا کہ حجاج کا حکم پہنچا کہ نیرون واپس جا کر راجہ داہر کے پایہ تخت پر فوج کشی کرو۔ یہ حکم پا کر وہ نیرون واپس چلا آیا اور چند دنوں یہاں قیام کرنے کے بعد راجہ داہر کی طرف بڑھا۔ راستہ میں اشبہار کے قلعہ کو مطیع کرتا ہوا دریائے سندھ کے مغربی کنارہ پر پہنچا اور بیٹ کے راجہ موکا کو جو راجہ داہر کے ماتحت تھا' لکھا کہ اگر تم اطاعت قبول کر لو تو کچھ اور سورتہ کی حکومت تم کو دی جائے گی۔ راجہ موکا اور اس کے بھائی راسل میں تخت کے معاملہ میں اختلاف تھا۔ اس لیے راسل کے مقابلہ میں اس کو مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کی ضرورت تھی' لیکن وہ علانیہ راجہ داہر کے دشمنوں کی اطاعت قبول نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس نے محمد بن قاسم کو لکھ بھیجا کہ بغیر جنگ کے اطاعت قبول کر لینے میں میری اور میرے خاندان کی بڑی رسوائی ہو گی اس لیے میں ایک مختصر جماعت کے ساتھ سانکڑا جاتا ہوں' آپ ایک ہزار سپاہ بھیج کر مجھ کو گرفتار کرا لیجئے۔ یہ خط لکھ کر وہ سانکڑا روانہ ہو گیا۔ اس کی ہدایت کے مطابق محمد بن قاسم نے بنانہ بن حنظلہ کو ایک ہزار سپاہ کے ساتھ اس کے عقب میں روانہ کر دیا۔ اس نے سامنا ہوتے ہی حملہ کر دیا۔ پہلے سے قرارداد منظور ہو چکی تھی۔ اس لیے موکا مع اپنے ہمراہیوں کے گرفتار ہو گیا۔ محمد بن قاسم نے اس کی بڑی عزت افزائی کی۔ ایک لاکھ نقد انعام عطا کیا اور خلعت سے نوازا اور نسلاً بعد نسلٍ علاقہ بیٹ کی حکومت کا پروانہ اسے دے دیا[1] محمد بن قاسم کا مقصد خواہ مخواہ راجہ داہر سے لڑنا نہیں بلکہ اسے مطیع بنانا تھا۔ اس لیے راجہ موکا کی اطاعت کے بعد جارحانہ اقدام سے پہلے اس نے راجہ داہر کے پاس ایک وفد بھیجا' لیکن وہ مصالحت کے لیے آمادہ نہ ہوا اور جواب دیا کہ اس کا فیصلہ تلوار کرے گی۔ اس جواب کے ساتھ ہی فوجیں لے کر محمد بن قاسم کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو گیا اور مسلمانوں کے فرودگاہ کے پاس پہنچ کر ان کے بالمقابل دریائے سندھ کے مشرقی جانب خیمہ زن ہوا۔ دونوں کے درمیان دریائے سندھ حائل تھا۔ راجہ داہر نے جا بجا تیر انداز متعین کر دیئے کہ مسلمان کشتی کا پل نہ بنانے پائیں' چنانچہ جیسے ہی لوگ کشتیوں کو جوڑنے کی کوشش کرتے' تیر انداز تیر برسا کر ہٹا دیتے۔ یہ صورت دیکھ کر مسلمانوں نے کشتیوں کو دریا کے عرض میں جوڑنے کی بجائے پاٹ کا

[1] چچ نامہ۔

اندازہ کر کے رات کی تاریکی میں طول میں جوڑ کر ایک لمبا پل بنایا اور اس کو دریا کے بہاؤ پر چھوڑ دیا۔ اس تدبیر سے کشتیوں کا دوسرا سرا ساحل پر پہنچ گیا اور مسلمان راتوں رات دریا عبور کر کے اس زور شور سے سندھیوں پر حملہ آور ہوئے کہ وہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے' اور جہم کے پھاٹک تک پسپا ہوتے چلے گئے۔ انہیں پسپا کرنے کے بعد محمد بن قاسم نے آگے بڑھ کر بیٹ کو مرکز قرار دیا اور عبداللہ بن علی ثقفی کو ایک دستہ کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ راجہ داہر اس وقت کاجی جاٹ میں مقیم تھا۔ عبداللہ ارور ہوتا ہوا جیور کی طرف بڑھا۔ راستہ میں کھری جھیل پر داہر کا لڑکا جے سنگھ پہلے سے مزاحمت کے لیے موجود تھا' یہاں دونوں میں مقابلہ ہو گیا۔ جے سنگھ کی فوج مقابلہ کی تاب نہ لا سکی۔ وہ خود بھی گھوڑے سے گر پڑا لیکن کسی طرح بچ کر نکل گیا۔ [1]

اس شکست سے راجہ داہر کے سرداروں اور حکمرانوں میں بڑی بددلی پھیل گئی' چنانچہ راجہ موکا کا بھائی راسل جو بیٹ کی حکومت کی طمع میں داہر کے ساتھ تھا' مایوس ہو کر محمد بن قاسم سے مل گیا اور اپنے قیمتی مشوروں سے مسلمانوں کو بڑی مدد بہم پہنچائی اور محمد بن قاسم اس کے مشورے اور رہنمائی میں داہر کی طرف بڑھا اور جے پور پر قبضہ کر کے یہاں فوجیں اتاریں۔ اس وقت راجہ داہر مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ محمد بن قاسم پہنچ چکا تھا۔ راجہ داہر بڑے شکوہ وتجمل کے ساتھ مقابلہ میں آیا۔ کوہ پیکر ہاتھیوں کی صف آگے تھی۔ اس کے پیچھے دس ہزار سوار اور تیس ہزار پیدل سپاہ تھی۔ خود داہر ایک سپید ہاتھی پر سوار تھا۔ خواصین چپ وراست جلوہ فگن تھیں۔ داہر کے پہنچتے ہی جنگ شروع ہو گئی۔ فریقین بڑی شجاعت و پامردی سے لڑے۔ کئی خونریز معرکے ہوئے۔ ہاتھیوں کی دیوار آہن کے سامنے مسلمانوں کا زور نہ چلتا تھا۔ اس لیے انہوں نے نفت کے ذریعہ آگ برسانا شروع کی۔ اس کے سامنے ہاتھی نہ ٹک سکے اور بدحواسی سے بھاگے۔ راجہ داہر کا ہاتھی بھاگ کر ندی میں پھاند پڑا اور دلدل میں بیٹھ گیا۔ مسلمانوں نے ہاتھی پر تیر برسانا شروع کر دیے۔ فیلبان نے کسی نہ کسی طرح ہاتھی کو اٹھایا' وہ اٹھ کر سیدھا قلعہ کی طرف چلا اور کسی طرح میدان جنگ کا رخ نہ کیا۔ راجہ داہر کی فوج برابر لڑتی رہی اور اس کے بڑے بڑے سرداروں نے لڑ کر مردانہ وار جان دی۔ ان کی جانبازی دیکھ کر داہر کی حمیت بھی جوش میں آ گئی۔ وہ شمشیر بکف میدان جنگ میں پہنچا اور پاپیادہ عام سپاہیوں کے دوش بدوش لڑ کر قتل ہوا۔ اس کے قتل سے فوج میں جوش پیدا ہو گیا اور وہ اس جوش وخروش سے لڑی کہ مسلمانوں کا سنبھلنا مشکل ہو گیا۔ انہوں نے بھی مقابلہ میں پوری قوت صرف کر دی۔ بالآخر ان کی شجاعت واستقلال سے سندھیوں کو فاش

[1] یہ چچ نامہ کا بیان ہے' دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ قتل ہو گیا' لیکن جو لڑکا قتل ہوا' وہ جے سنگھ نہیں ہو سکتا کیونکہ آئندہ داہر کے قتل کے بعد ہی مسلمانوں کے مقابلہ میں آیا۔

شکست ہوئی اور وہ قلعہ راور کی طرف بھاگے۔ مسلمانوں نے دور تک تعاقب کر کے قتل وگرفتار کیا۔

اس شکست کے بعد داہر کے لڑکے جے سنگھ نے شکست خوردہ فوج کو راور میں جمع کر کے از سر نو مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں۔ اس کے عاقبت اندیش وزیر نے مشورہ دیا کہ شکست خوردہ فوج اور اس کے نواح کے لوگوں کے دلوں پر مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ چکی ہے۔ اس لیے یہاں مقابلہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ برہمن آباد چل کر مقابلہ کا انتظام کرنا چاہیے۔ وہاں جنگ کے ذرائع یہاں سے بہتر ہیں۔ جے سنگھ کو بھی یہ مشورہ پسند آیا' اس لیے وہ راور سے برہمن آباد چلا گیا۔ راجہ داہر کی ایک رانی واپس نہ گئی اور جے سنگھ کے جانے کے بعد وہ خود مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے آمادہ ہوگئی۔ راور کے قلعہ کی فوج نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ محمد بن قاسم کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ سیدھا راور پہنچا اور قلعہ کا محاصرہ کر کے سنگباری اور آتش زنی شروع کر دی۔ اس سے قلعہ کے برج مسمار ہو گئے۔ رانی نے جب دیکھا کہ قلعہ کا بچنا مشکل ہے تو اپنی خواصوں سمیت ستی (ہندوؤں میں مردہ شوہر کے ساتھ بیوی کے جل مرنے کی رسم) ہوگئی اور راور پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ [1]

برہمن آباد پہنچنے کے بعد جے سنگھ مقابلہ کی تیاریاں کر رہا تھا اس لیے راور کے بعد محمد بن قاسم نے برہمن آباد کا رخ کیا اور راستہ میں بہرور اور دھلیلا کے قلعے فتح کیے۔ راجہ داہر کا وزیر سی ساکر بڑا عاقبت اندیش تھا۔ جے سنگھ کے انجام کا اندازہ کر کے اس نے محمد بن قاسم کے پاس جان بخشی اور اطاعت کی درخواست بھیجی۔ دھلیلا کے قلعہ کی فتح کے بعد اس کے قاصد پہنچے۔ محمد بن قاسم قدر شناس تھا۔ اس نے وزیر مذکور کی درخواست قبول کر لی اور سی ساکر نے خود اس کے پاس آ کر اظہار اطاعت کیا اور وہ عرب عورتیں پیش کیں جنہیں سندھ کے قزاقوں نے جہاز سے گرفتار کیا تھا اور جن کی وجہ سے سندھ پر حملہ ہوا تھا۔ سی ساکر کی اطاعت کیشی کے صلہ میں محمد بن قاسم نے اس کی بڑی عزت افزائی کی اور اسے وزیر بنا کر اس کا اعزاز قائم رکھا۔ سی ساکر نے بھی اپنی خیر خواہی اور وفاداری سے اتنا اعتماد حاصل کر لیا' کہ محمد بن قاسم بغیر اس کے مشورہ کے کوئی کام انجام نہ دیتا تھا۔ [2]

دھلیلا کے قلعہ کو فتح کرنے کے بعد محمد بن قاسم ۹۴ھ میں برہمن آباد پہنچا۔ جے سنگھ مقابلہ کے تمام انتظامات مکمل کر چکا تھا اور اپنے تمام نامور سرداروں کو ذمہ دار بنا کر کسی جنگی ضرورت سے برہمن آباد سے باہر چلا گیا تھا۔ محمد بن قاسم نے جنگ شروع کرنے سے پیشتر اہل شہر کے پاس کہلا بھیجا کہ "یا اسلام قبول کرو یا خراج دے کر طاعت قبول کر لو ورنہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ"۔ جب اس کو کوئی جواب نہ ملا تو اس وقت محمد بن قاسم نے محاصرہ کر کے جنگ شروع کر دی۔ جے سنگھ کی فوج قلعہ بند ہو کر

[1] بلاذری ص ۴۴۳۔ [2] چچ نامہ۔

لڑ رہی تھی، اس لیے عرصہ تک سلسلہ جاری رہا اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس دوران میں جے سنگھ واپس آ گیا، مگر درمیان میں مسلمان حائل تھے۔ اس لیے برہمن آباد نہ پہنچ سکا، چنانچہ اس نے وہیں ٹھہر کر ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے مسلمانوں کا سامان رسد بند کر دیا۔ اس سے ان کو بڑی دشواری پیش آئی۔ محمد بن قاسم نے راجہ موکا کے مشورہ سے ایک فوج جے سنگھ کے مقابلہ کے لیے بھیج دی۔ اس کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی، اس لیے وہ ہٹ گیا اور اپنے بھائی گوپی کو اپنا نائب مقرر کر کے اور منزلیں طے کرتا ہوا کشمیر نکل گیا۔

جے سنگھ کے فرار کے بعد کچھ دنوں تک فوج اور برہمن آباد کی آبادی مدافعت کرتی رہی، لیکن جب محاصرہ زیادہ طول کھنچا تو اہل شہر گھبرا کر خفیہ محمد بن قاسم سے مل گئے، چنانچہ ایک دن وہ حسب معمول مقابلہ کے لیے نکلے اور قرارداد کے مطابق معمولی جنگ کے بعد شہر میں پسپا ہو گئے اور دروازے کھلے رہنے دیئے، چنانچہ ان کے عقب سے مسلمان بھی شہر میں داخل ہو گئے۔ قلعہ کی فوج کو اس کا علم نہ تھا۔ وہ اس ناگہانی داخلہ سے گھبرا گئی اور جسے جدھر راستہ ملا شہر سے نکل گیا اور محمد بن قاسم نے شہر میں داخل ہو کر امن عام کا اعلان کر دیا۔ [1]

راجہ داہر کی ایک رانی لاڈی جو برہمن آباد میں تھی گرفتار ہوئی۔ محمد بن قاسم نے اسے عزت کے ساتھ پردہ میں ٹھہرایا، پھر حجاج کی اجازت سے اپنے عقد میں لے لیا۔

برہمن آباد کی فتح کے بعد راجہ داہر کا لڑکا گوپی ارور چلا گیا تھا اور یہاں کے باشندوں کو یہ یقین دلا کر کہ راجہ داہر قتل نہیں ہوا، بلکہ ہندوستان چلا گیا ہے اور وہاں کے راجاؤں کی مدد لے کر عنقریب پہنچنا چاہتا ہے، جنگی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ [2] اس لیے برہمن آباد کے انتظام سے فارغ ہونے کے بعد محمد بن قاسم ارور روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ساوندری کے باشندوں نے حاضر ہو کر اظہار اطاعت کیا اور محمد بن قاسم چھوٹے چھوٹے مقاموں کو فتح کرتا اور مطیع بناتا ہوا ارور پہنچا۔ اس درمیان میں گوپی پوری تیاری کر چکا تھا۔ محمد بن قاسم نے پہنچتے ہی محاصرہ کر لیا، اہل شہر راجہ داہر کی امداد کی توقع پر مقابلہ کرتے رہے، محمد بن قاسم کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے رانی لاڈی کے ذریعہ سے کہلا بھیجا کہ راجہ قتل ہو چکا ہے، تم لوگ اطاعت قبول کر لو۔ یعقوبی کا بیان ہے کہ رانی کے یقین دلانے پر اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی اور شہر کے دروازے کھول دیئے۔ [3]

لیکن چچ نامہ میں ہے کہ انہوں نے رانی کے بیان پر اعتماد نہ کیا اور اس کی شان میں نازیبا باتیں کیں اس لیے محاصرہ قائم رہا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد جب اہل شہر کو راجہ کی موت کا یقین ہو گیا اور اس کی

---

[1] چچ نامہ۔ [2] چچ نامہ۔ [3] یعقوبی ج۔۲، ص ۳۴۶۔

امداد کا سہارا جاتا رہا تو وہ اطاعت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ یہ صورت دیکھ کر گوپی کیرج بھاگ گیا۔ گوپی کے فرار کے بعد ارور کے باشندے اس شرط پر شہر حوالہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے کہ ہر شہری کو امان دی جائے' کسی کو قتل نہ کیا جائے اور بدھ کے صنم کدہ کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ محمد بن قاسم نے دونوں شرطیں قبول کر لیں۔ اہل شہر نے کنجی حوالہ کر دی اور مسلمان ارور میں داخل ہو گئے۔ محمد بن قاسم نے قلعہ کی مسلح سپاہ کے علاوہ باقی شہر کی عام آبادی کو امان دے دی اور صنم کدہ کو کنیسہ اور آتش کدہ کے حکم میں قرار دے کر اس سے کوئی تعرض نہیں کیا اور اہل شہر پر معمولی خراج تشخیص کر دیا۔ [1]

ارور کے بعد قلعہ بابیہ کا رخ کیا۔ یہاں کے حاکم راجہ کسکا نے اطاعت قبول کر لی۔ اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی۔ بابیہ کے بعد اسکلندہ پہنچا۔ یہاں کے حاکم نے پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ سترہ دن کی خونریز جنگ ہوتی رہی۔ بہت سے مسلمان افسر شہید ہوئے' لیکن سندھیوں کا بھی نقصان اس سے کہیں زیادہ ہوا۔ آخر میں راجہ ہمت ہار کے ملتان نکل گیا اور قلعہ پر مسلمان قابض ہو گئے۔ اسکلندہ کے بعد محمد بن قاسم دریائے چناب کو عبور کر کے ملتان کی طرف بڑھا۔ یہاں کا راجہ گورسنگھ پہلے سے مقابلہ کے لیے تیار تھا۔ اس لیے ملتان کی حدود میں پہنچتے ہی نہایت سخت جنگ شروع ہو گئی۔ زائدہ بن عمیر طائی نے حیرت انگیز شجاعت دکھائی اور راجہ پسپا ہو کر شہر میں قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے محاصرہ کر لیا۔ ان کے پاس سامان رسد کم تھا۔ چند ہی دنوں میں سامان ختم ہو گیا اور باربرداری کے جانور ذبح کر کے کھانے کی نوبت آ گئی' تاہم اس حالت میں بھی وہ جمے رہے۔ حسن اتفاق سے ایک ملتانی ان کے ہاتھ پڑ گیا۔ اس نے قلعہ کے کمزور حصہ کا پتہ بتا دیا۔ مسلمانوں نے سنگباری کر کے اسے توڑ دیا۔ اس لیے اہل شہر کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا پڑا۔ کھلے میدان میں وہ زیادہ دیر تک نہ ٹک سکے اور مسلمانوں نے شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ یہ چچ نامہ کا بیان ہے۔ بلاذری کے مطابق ملتانی نے اس تالاب کا پتہ بتا دیا جس سے قلعہ میں پانی جاتا تھا۔ مسلمانوں نے اس پر قبضہ کر کے پانی بند کر دیا۔ اس سے اہل شہر نے مجبور ہو کر اطاعت قبول کر لی۔ [2]

ملتان بدھوں کا بہت بڑا تیرتھ گاہ تھا اور یہاں کے صنم کدہ میں بے اندازہ دولت تھی۔ یہ سب مسلمانوں کے قبضہ میں آئی۔ بلاذری کے بیان کے مطابق اٹھارہ گز لمبا اور دس گز چوڑا کمرہ سونے سے بھرا ہوا تھا۔ چچ نامہ کے بیان کے مطابق اس کی مقدار کئی سو من تک پہنچ جاتی ہے۔ [3] ملتان کے بعد بھی محمد بن قاسم کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا' لیکن ولید کا زمانہ ختم ہو چکا تھا اس لیے باقی فتوحات کا

---

[1] چچ نامہ و بلاذری ص ۴۴۴۔ [2] بلاذری ص ۴۴۵۔

[3] بلاذری ص۔ ۴۴۵ و چچ نامہ۔

حال سلیمان کے زمانہ میں آئے گا۔

طارق بن زیاد کی فتوحات اندلس

اسی زمانہ میں دوسری سمت یورپ میں بھی مہمات جاری رہیں اور طارق بن زیاد نے اندلس فتح کیا۔ یہ جزیرہ اس زمانہ میں اپنی سرسبزی وشادابی' پیداوار' اور تمول وثروت کے لحاظ سے یورپ کا ممتاز ترین ملک تھا۔ یہاں صدیوں سے گاتھ خاندان حکمران تھا۔ ساتویں صدی میں ان کی حکومت انتہائی عروج کو پہنچ گئی تھی اور اپنی شان وشوکت اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے سلطنت روما کی جانشین سمجھی جاتی تھی۔ آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں یعنی مسلمانوں کے داخلہ سے کچھ پہلے گوحکومت کا ظاہری جاہ وجلال قائم تھا' لیکن ملک کی اندرونی حالت بگڑ چکی تھی۔ حکومت پر کلیسا کا اقتدار تھا۔ حکمران پادریوں کے چشم وابرو کے اشارہ کے پابند تھے۔ رعایا حکومت کے جابرانہ قوانین اور امرا اور جاگیرداروں کے مظالم سے نالاں تھی۔ یہودیوں کے ساتھ جانوروں سے زیادہ وحشیانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ بادشاہ اور امرا سے لے کر خانقاہ نشین راہب تک عیش پرستی میں غرق تھے۔ ان کی خانقاہیں حسین عورتوں کا اکھاڑہ تھیں۔ گاتھ خاندان کا آخری فرمانروا وٹیزا (غطیشہ) بھی گوعیش پرست تھا' لیکن اس نے اپنے دور میں بہت کچھ اصلاح کی۔ کلیسا کے اقتدار کو گھٹایا۔ بہت سے جابرانہ قوانین منسوخ کیے۔ رعایا کو جاگیرداروں کے مظالم سے چھڑانے کی کوشش کی۔ یہودیوں کو مراعات عطا کیں۔ اس کی کوشش سے فی الجملہ ملک کی حالت کسی قدر سنبھلی' لیکن کلیسا کے اقتدار کو ہاتھ لگانا اس کا ایسا جرم تھا کہ اسے اہل کلیسا کسی طرح معاف نہیں کر سکتے تھے۔ اس لیے سارے پادری اس کے خلاف ہوگئے۔ وٹیزا نے ان کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہ کی اور پوری قوت سے ان کا مقابلہ کیا اور ان کا زور توڑنے کے لیے نہایت سخت قوانین جاری کیے۔

یہودیوں کے ساتھ مراعات عیسائی گناہ تصور کرتے تھے' اس لیے پادریوں نے اس کو آڑ بنا کر رعایا اور امرا کو بھی وٹیزا کے خلاف کر دیا اور انہیں ملا کر وٹیزا کو معزول کر کے ایک بوڑھے تجربہ کار فوجی افسر راڈرک (لزریق) کو جسے شاہی خاندان سے تعلق نہ تھا' تخت نشین کیا' یہ بڑا تجربہ کار اور عاقبت اندیش تھا۔ اس نے کلیسا کی حمایت کرنے کے لیے پادریوں کے اختیارات کو بحال کر دیا۔ [1]

گاتھ فرمانرواؤں میں دستور تھا کہ ان کے امرا اور جاگیرداروں کے لڑکے دربار شاہی میں اور لڑکیاں ملکہ کی زیر نگرانی محل سرا میں پرورش پاتی اور تعلیم وتربیت حاصل کرتی تھیں۔ اس سے اصل

[1] اخبار الاندلس ترجمہ ہسٹری آف دی مورس امپائران یورپ ایس پی اسکاٹ ملخصاً۔

مقصد یہ تھا کہ ان کی جان کے خوف سے ان کے والدین میں بغاوت اور سرکشی کا خیال نہ پیدا ہو سکے۔ اس دستور کے مطابق ایک یونانی سردار کاؤنٹ جولین (یلیان) والی سبتہ کی لڑکی بھی راڈرک کے محل میں تھی۔ یہ بڑی حسین و جمیل تھی۔ راڈرک اس پر فریفتہ ہوگیا اور زبردستی اسے اپنے تصرف میں لے آیا۔ لڑکی نے باپ کو اطلاع دی۔ اس بے عزتی پر کاؤنٹ جولین راڈرک کا دشمن ہوگیا اور اس کی حکومت کا تختہ الٹنے کا تہیہ کرلیا۔ [1] اس زمانے میں اندلس کے قریب ہی شمالی افریقہ میں مسلمانوں کی تازہ دم قوت نشوونما پا رہی تھی۔ خود اس کے دارالحکومت سبتہ پر بھی مسلمانوں کا حملہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس کو مسلمانوں کی قوت کا پورا اندازہ تھا۔

کاؤنٹ جولین یونانی تھا۔ اس کا اصل تعلق قسطنطنیہ کی حکومت سے تھا' لیکن شمالی افریقہ سے قیصر کی حکومت ختم ہونے کے بعد حکومت اندلس سے اس کا تعلق قائم ہوگیا تھا۔ اس لیے اس کو اندلس سے کوئی ہمدردی بھی نہ تھی' چنانچہ اس نے موسیٰ بن نصیر والی شمالی افریقہ یا اس کے ماتحت امیر طارق بن زیاد والی طنجہ کو خط کے ذریعہ اسپین پر حملہ کی دعوت دی' پھر خود موسیٰ سے ملا اور اندلس کی سرسبزی' شادابی' تمول و ثروت اور حکومت کی اندرونی کمزوریوں کو بتا کر حملہ کے لیے آمادہ کیا اور اس مہم میں ہر قسم کی مدد دینے کا وعدہ کیا۔ موسیٰ نے ولید کو لکھ کر اس سے اجازت چاہی۔ اس نے جواب دیا کہ "بغیر تجربہ کے مسلمانوں کو متلاطم سمندر کے خطرات میں پھنسانا مناسب نہیں ہے۔ پہلے وہاں کے حالات معلوم کرو"۔ اس نے جواب دیا کہ "سمندر نہیں بلکہ معمولی خلیج ہے' اس پار سے چیزیں صاف نظر آتی ہیں۔" اس اطلاع پر ولید نے اجازت دے دی اور موسیٰ نے سب سے پہلے ۹۱ھ میں اپنے ایک غلام طریف بن مالک کو پانچ سو کی جماعت کے ساتھ حالات کا اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ اس نے آبنائے کو عبور کر کے بعض جزیروں اور ساحلی شہروں پر حملہ کر کے بہت سا مال غنیمت حاصل کیا اور صحیح و سالم واپس آیا۔ [2]

اس کی واپسی کے بعد دوبارہ ۹۲ھ میں موسیٰ نے اپنے غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار بربری فوج کے ساتھ کاؤنٹ جولین کی راہنمائی میں بھیجا۔ یہ فوج چار جہازوں پر روانہ ہوئی اور طارق آبنائے عبور کر کے جبل الطارق (جبرالٹر) پر اترا۔ اتفاق سے اس وقت ایک گاتھ جاگیردار اور تھیوڈومیر (تدمیر) صوبہ دار مرسیہ اس نواح میں موجود تھا۔ ایک اجنبی اور نامعلوم جماعت کو دیکھ کر وہ فوراً بڑھا۔ جبرالٹر کے قریب ہی دونوں میں مقابلہ ہوا۔ تھیوڈومیر نے فاش شکست کھائی۔ اس شکست سے وہ اس

[1] یہ واقعہ افتتاح الاندلس ابن قوطیہ قرطبی و نفح الطیب وغیرہ تمام عربی تاریخوں میں ہے۔ اسکاٹ نے بھی اپنی تاریخ میں اسی واقعہ کو اسپین پر حملہ کا سبب بتایا ہے۔ ج ۱' ص ۲۱۰۔

[2] افتتاح الاندلس ابن قوطیہ قرطبی ص ۸' و نفح الطیب ج ۱' ص ۱۰۶۔

قدر خوفزدہ ہوا کہ راڈرک کو ان الفاظ میں اطلاع دی کہ "ہمارے ملک پر ایسے آدمیوں نے حملہ کیا ہے کہ نہ ان کا وطن معلوم ہے نہ اصلیت کہ کہاں سے آئے ہیں' زمین سے نکلے ہیں یا آسمان سے اترے ہیں"۔ راڈرک اس وقت ایک مہم کے سلسلے میں بلبونہ میں مقیم تھا۔ یہ اطلاع پا کر بلبونہ کی مہم ملتوی کر کے فوراً ایک لاکھ فوج کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ اسپین کے تمام بڑے بڑے امرا جاگیردار شاہی خاندان کے ارکان کی آمد کی خبر سن کر طارق نے موسیٰ بن نصیر سے مزید امدادی فوجیں مانگ بھیجی تھیں۔ اس نے پانچ ہزار سپاہ اور بھیج دی۔ اب مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار ہو گئی تھی۔ راڈرک سیدھا قادس آیا۔ وادی لکہ یا وادی بکہ میں دریا کے کنارے دونوں کا سامنا ہوا۔ [1] طارق نے مجاہدین کے سامنے یہ ولولہ انگیز تقریر کی۔ [2]

"امابعد لوگو! میدان جنگ سے اب کوئی مفر کی صورت نہیں ہے۔ آگے دشمن ہے اور پیچھے دریا۔ اللہ ذوالجلال کی قسم! صرف پامردی اور استقلال میں نجات ہے۔ یہی وہ فتح مند فوجیں ہیں جو مغلوب نہیں ہو سکتیں۔ اگر یہ دونوں باتیں موجود ہیں تو تعداد کی قلت سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور بزدلی' کاہلی' سستی' نامردی' اختلاف اور غرور کے ساتھ تعداد کی کثرت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

لوگو! میری تقلید کرو' اگر میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ آور ہو جاؤ اور جب میں رک جاؤں تو تم بھی رک جاؤ' جنگ کے وقت سب مل کر ایک جسم بن جاؤ' میں اس سرکش (راڈرک) پر حملہ کر کے دست بدست مقابلہ کروں گا' اگر میں اس حملہ میں مارا جاؤں تو تم رنج و غم نہ کرنا اور میرے بعد آپس میں جھگڑ کر لڑ نہ بیٹھنا' اس سے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور تم دشمن کے مقابلہ میں پیٹھ پھیر دو گے اور قتل و گرفتار ہو کر برباد ہو جاؤ گے۔

خبردار! ذلت پر راضی نہ ہونا اور اپنے کو دشمن کے حوالے نہ کرنا' اللہ تعالیٰ نے مشقت اور جفاکشی کے ذریعے دنیا میں تمہارے لیے جو عزت و شرف اور راحت اور آخرت میں شہادت کا جو ثواب مقدر کیا ہے' اس کی طرف بڑھو۔ اللہ کی پناہ اور حمایت کے باوجود اگر تم ذلت پر راضی ہو گئے تو بڑے گھاٹے میں رہو گے۔ دوسرے مسلمان الگ تم کو برے الفاظ سے یاد کریں گے' جیسے ہی میں حملہ کروں تم بھی حملہ آور ہو جاؤ۔"

---

[1] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص۔ ۷' نفح الطیب ج۔ ۱' ص ۱۰۷۔

[2] نفح الطیب میں یہ تقریر کسی قدر مختلف ہے' ہم نے سب سے قدیم ماخذ کتاب الامامۃ والسیاسۃ سے نقل کی ہے۔ ج۔ ۲' ص ۶۰۔

دوسرے دن دریائے گواڈلیٹ کے کنارے مقابلہ ہوا۔ راڈرک بڑی شان سے مقابلہ میں آیا۔ وہ خود فوج کے آگے تخت رواں پر سوار تھا۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن اور جلو میں مسلح گارڈ اور انسانوں کا موجیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ میدان میں آنے کے ساتھ ہی اس نے حملہ کر دیا۔ مسلمان بھی مقابلہ میں آ گئے اور جنگ شروع ہو گئی۔ دونوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ ایک طرف ہر طرح کے اسلحہ سے آراستہ ایک لاکھ فوج تھی جس میں اسپین بھر کے نامور بہادر اور جاگیردار تھے۔ اپنا ملک تھا' سامان رسد کی فراوانی تھی' ہر طرح کے ذرائع مہیا تھے' بادشاہ وقت خود کمان کر رہا تھا۔ دوسری طرف اپنے ملک سے دور بارہ ہزار پردیسی تھے' جن کے لیے اندلس بالکل اجنبی مقام تھا۔ نہ ان کے پاس ترقی یافتہ اسلحہ تھا' نہ سامان رسد کے ذرائع' لیکن معنوی اعتبار سے دونوں میں بڑا فرق تھا۔ بارہ ہزار مسلمان ایک مقصد کے لیے متحد تھے اور ان کا ہر فرد جام شہادت کے لیے بے تاب تھا۔ اس کے برعکس اسپینیوں میں پھوٹ تھی' گو راڈرک کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی' لیکن وہ شاہی خاندان سے نہ تھا' اس لیے اسپین کے اکثر شرفا و عمائد اور خاندان شاہی کے افراد اس کے خلاف تھے۔ ان کا خیال تھا کہ عرب طریف بن مالک کی طرح لوٹ مار کر کے نکل جائیں گے اور ان کے ذریعہ انہیں راڈرک کے تسلط سے نجات مل جائے گی۔ اس لیے انہوں نے راڈرک سے رہائی حاصل کرنے کے لیے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور عین میدان جنگ میں اندلس کے سابق گاتھ فرمانروا وٹیزا کے لڑکے جن کے ہاتھ میں میمنہ اور میسرہ کی کمان تھی' پسپا ہو گئے۔ راڈرک کی قوت کا مدار امرا اور جاگیرداروں پر تھا۔ اس لیے ان کے الگ ہو جانے کے بعد اس نے نہایت فاش شکست کھائی [1] اور ایسا لاپتہ ہوا کہ آج تک تاریخ اس کا انجام بتانے سے قاصر ہے۔ اس کا حلہ اور موزہ دریا کے کنارے ملا۔ اس سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ ڈوب گیا۔ گھوڑے کا ساز مرصع تھا۔ زین پر یاقوت و زبرجد جڑے تھے' حلہ بھی بیش قیمت جواہرات سے مرصع تھا۔ شکست خوردہ اندلسی بھاگ کر استجہ میں جمع ہوئے تھے۔ اس لیے طارق وادی لکہ سے استجہ پہنچا۔ یہاں کے باشندوں نے فوج کے ساتھ مل کر نہایت سخت مقابلہ کیا۔ بہت سے مسلمانوں کی قربانی کے بعد یہ مہم بھی سر ہوئی اور استجہ والوں نے بھی شکست کھائی۔ اب تک اسپینی اس غلط فہمی میں تھے کہ طریف کی طرح طارق بھی لوٹ مار کر واپس چلا جائے گا' لیکن اس کا عزم دیکھ کر اور مسلسل دو شکستوں سے وہ اس قدر خوفزدہ ہو گئے کہ کھلے میدانوں کو چھوڑ کر پہاڑی علاقوں میں چلے گئے اور امرا اور عمائد کے پایہ تخت طلیطلہ میں پناہ لی۔ کاؤنٹ جولین نے جو برابر طارق کے ساتھ تھا اور ہر قسم کی مدد کر رہا تھا' استجہ کے معرکہ کے بعد اس کو مشورہ دیا کہ اس وقت اندلسیوں کے دل پر رعب چھایا ہوا ہے'

[1] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص ۹۔۱۰ و نفح الطیب ج ۱' ص ۱۲۲۔

انہیں زیر کرنے کا یہی موقع ہے۔ قبل اس کے کہ وہ آئندہ کے متعلق آپس میں مشورہ کریں' تمام صوبوں میں فوجیں پھیلا دیجئے اور پایہ تخت پر آپ خود فوج کشی کیجئے۔ اس مشورہ کے ساتھ ہی اس نے اندلس کے جغرافیہ اور حالات سے باخبر اور معتمد علیہ رہنما بھی دیئے۔ یہ مشورہ مفید تھا۔ اس لیے طارق نے فوراً قرطبہ' غرناطہ' مالقہ' تدمیر (مرسیہ) وغیرہ تمام اہم صوبوں میں الگ الگ فوجیں روانہ کیں۔ [1]

قرطبہ پر قبضہ

پایہ تخت طلیطلہ کے بعد دوسرا اہم صوبہ قرطبہ کا تھا۔ اس کی مہم ولید کے ایک تجربہ کار غلام مغیث رومی کے سپرد ہوئی۔ قرطبہ کے قریب پہنچ کر اس نے فوج کو ترائی کی جھاڑی میں چھپا دیا اور راہنماؤں کے آگے تحقیقات کے لیے روانہ کیا۔ ایک چرواہے سے معلوم ہوا کہ تمام شہر کے عمائد شہر چھوڑ کر طلیطلہ چلے گئے ہیں۔ صرف صوبہ دار شہریوں اور چند سو سپاہیوں کے ساتھ رہ گیا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ قرطبہ کی شہر پناہ بڑی سنگین و مستحکم ہے۔ یہ حالات معلوم ہونے کے بعد مسلمان شب کی تاریکی میں قرطبہ کی طرف بڑھے اور شہر کے قریب دریا کو عبور کر کے فصیل تک پہنچ گئے۔ اتفاق سے بارش ہوگئی تھی' موسم سرد تھا' شہر پناہ کے محافظ کونوں میں بے خبر پڑے سو رہے تھے' مغیث نے گھوم پھر کر شہر پناہ کو دیکھا۔ کہیں سے کوئی راستہ نہ ملا۔ ایک مقام پر ایک روزن نظر آیا۔ اس کے پاس ہی ایک اونچا درخت تھا۔ چند مسلمان پگڑیوں کی کمند بنا کر درخت کے سہارے شہر پناہ کے اوپر پہنچ گئے اور نیچے اتر کر محافظوں کو قتل کر کے پھاٹک کھول دیئے' باہر فوج منتظر کھڑی تھی۔ وہ ریلا کر کے اندر داخل ہوگئی اور مسلمان سیدھے قصر حکومت کی طرف بڑھے۔ حاکم شہر کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی۔ اس لیے اس نے محل چھوڑ کر شہر کے مغربی حصہ کے ایک کنیسہ میں پناہ لی۔ یہ کنیسہ خود ایک سنگین قلعہ تھا۔ مغیث نے قصر حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد کنیسہ کا محاصرہ کر لیا۔ تین مہینے تک کامل محاصرہ قائم رہا' لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مغیث نے وہ نہر جس کے ذریعہ سے قلعہ میں پانی جاتا تھا' بند کر دی۔ اس سے محصورین بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ پھر بھی سپر ڈالنے کے لیے آمادہ نہ ہوئے' لیکن حاکم شہر حالت کا اندازہ کر کے ایک شب کو تنہا نکل گیا۔ مغیث کو اس کی اطلاع ہوگئی۔ اس نے تعاقب کیا۔ حاکم نے گھوڑا سرپٹ ڈال دیا' مگر ایک نالہ پھاندنے میں گھوڑا گر کر زخمی ہوگیا' مغیث نے پہنچ کر گرفتار کر لیا۔ اس کو گرفتار کرنے کے بعد مغیث نے اہل قلعہ کو مجبور کر کے سپر ڈلوا دی اور قرطبہ پر مکمل قبضہ ہو گیا۔ قرطبہ کے صوبہ میں یہودیوں کی بڑی آبادی تھی۔ یہ سب

---

[1] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص۔ ۹' ۱۰ و نفح الطیب ج۔ ۱' ص ۱۲۲۔

عیسائیوں کے ساتھ دلی عناد رکھتے تھے۔ مغیث نے ان کی ریشہ دوانیوں کے سدباب کے لیے یہودیوں کو جمع کر کے شہر قرطبہ میں بسایا۔ ❶

تدمیر کی صلح

دوسرا اہم صوبہ تدمیر (مرسیہ) تھا' جو اپنے صوبہ دار تھیوڈومیر کی نسبت سے تدمیر کہلاتا تھا۔ تھیوڈومیر اندلس کے صوبہ داروں میں سب میں ممتاز نامور اور بہادر تھا۔ اس کا مرکز حکومت بڑا مستحکم اور سنگین شہر تھا۔ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ استجہ کے معرکہ کے بعد طارق نے ہر صوبہ میں الگ الگ فوجیں بھیجی تھیں' چنانچہ اسلامی فوج جب تدمیر پہنچی تو تھیوڈومیر نے بڑی شجاعت سے اس کا مقابلہ کیا' لیکن مسلمانوں کی جانبازی کے مقابلہ میں اس کی شجاعت کام نہ آسکی اور اس نے نہایت فاش شکست کھائی۔ اس کی فوج کا بڑا حصہ برباد ہو گیا اور وہ بقیۃ السیف مختصر جماعت کو لے کر کے قلعہ میں چلا آیا اور مسلمانوں سے اپنی کمزوری چھپانے کے لیے عورتوں کو فوجی لباس پہنا کر اسلحہ سے آراستہ کر کے قلعہ کی فصیل پر کھڑا کر دیا۔ دور سے عورتوں اور مردوں میں کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے مسلمان دھوکہ میں آ کر صلح کے لیے تیار ہو گئے۔ تھیوڈومیر یہی چاہتا تھا' چنانچہ وہ خود قاصد کے لباس میں گفتگو کے لیے آیا اور صلح ہو جانے کے بعد اپنے کو ظاہر کیا اور صلح کے مطابق مسلمانوں کو شہر میں لے گیا یہاں ان کو عورتوں اور لڑکوں کے علاوہ کوئی مصافی آبادی نظر نہ آئی۔ اس وقت مسلمانوں کو صلح پر بڑی پشیمانی ہوئی' لیکن اب صلح ہو چکی تھی' اس لیے مجبور تھے۔ ❷

پایہ تخت طلیطلہ پر قبضہ

اوپر گزر چکا ہے کہ طلیطلہ پر خود طارق نے فوج کشی کی تھی۔ طلیطلہ گاتھ فرمانرواؤں کا پایہ تخت تھا۔ یہاں ان کا خزانہ' ان کی دولت اور ان کے عجائب روزگار نوادر کے ذخیرے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کا رخ دیکھ کر جہاں تک اہل طلیطلہ سے ہو سکا یہاں کی دولت اور ذخیرے دوسرے مقاموں پر منتقل کر دیئے اور مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی شہر چھوڑ کر جبل شارات کی پشت پر دوسرے شہر میں چلے گئے اور طارق جس وقت پہنچا شہر بالکل خالی ہو چکا تھا۔ اس لیے جنگ کی نوبت نہیں آئی اور بغیر کشت وخون کے طلیطلہ پر قبضہ ہو گیا۔ طارق نے حسب معمول یہاں بھی یہودیوں کو لا کر بسایا اور مسلمانوں کی ایک چوکی بھی قائم کر دی۔ ❸

❶ مجموعہ اخبار فتح الاندلس ص ۹' ۱۰ و نفح الطیب ج اول۔ ❷ مجموعہ اخبار فتح اندلس ص ۱۲' ۱۳ و نفح الطیب ج ۱' ص ۱۲۴۔ ❸ اخبار افتتاح اندلس ص ۱۴ و نفح الطیب ج ۱' ص ۱۲۴۔

گاتھ فرمانرواؤں میں یہ دستور تھا کہ جو بادشاہ مرتا تھا' اس کے تاج پر بادشاہ کا نام' عمر' سنہ جلوس اور مدت حکومت لکھ کر محفوظ کر دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے طلیطلہ میں داخلہ کے وقت اس قسم کے چوبیس تاج بیت الملوک میں محفوظ تھے۔ یہ سب مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ [1] ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ اندلس آنے کے بعد خود موسیٰ بن نصیر نے طلیطلہ کو فتح کیا' لیکن اور سب مؤرخین اس کے خلاف ہیں۔

مدینۃ المائدہ

طلیطلہ کی حفاظت کا انتظام کرنے کے بعد طارق اہل طلیطلہ کی تلاش میں روانہ ہوا اور وادی الحجارہ کو طے کر کے جبل الشارات کے اس پار مدینۃ المائدہ پہنچا۔ [2] یہاں اس کو ایک میز [3] جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف منسوب تھا' ملا۔ یہ میز خالص سونے کا اور اتنا بڑا تھا کہ ۳۶۵ پائے تھے اور زبرجد' یاقوت وغیرہ بیش قیمت موتیوں سے مرصع تھا۔

موسیٰ بن نصیر کا ورود اندلس

---

[1] کتاب الامامہ والسیاسہ ج ۲' ص ۶۱۔

[2] عربی کتابوں میں مدینۃ المائدہ کا نام ہے لیکن اندلس کے پرانے اور نئے جغرافیہ میں کہیں اس نام کے شہر اور اس کے محل وقوع کا پتہ نہیں چلتا۔ اس لیے ایک خیال یہ ہے کہ اس نام کا کوئی شہر ہی نہ تھا' بلکہ یہ میز طلیطلہ کے گرجے میں تھا۔ یہاں کے باشندوں نے دوسرے قیمتی ذخائر کے ساتھ اسے بھی دوسرے مقام پر منتقل کر دینا چاہا مگر وہ راستہ ہی میں تھے کہ مسلمانوں نے چھین لیا اور اس مقام کا نام مدینۃ المائدہ یعنی میز کا شہر رکھ دیا۔ مولوی عنایت اللہ صاحب دہلوی نے مختلف بیانوں کی روشنی میں مدینۃ المائدہ کے دو محل وقوع متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک طلیطلہ سے سو سوا سو میل کی مسافت پر وادی الحجارہ کے آگے' جبل شارات کے اس پار۔ دوسرے جبل شارات کے اس طرف قلعہ النہر کے قریب طلیطلہ سے پچپن میل کے فاصلہ پر۔ جغرافیہ اندلس مرتبہ مولوی عنایت اللہ صاحب دہلوی ص ۲۶۵۔

[3] اس میز کی تاریخ کے بارے میں دو بیانات ہیں۔ ایک یہ کہ اس کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اندلس کے قدیم حکمرانوں کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جو صاحب ثروت مرتا تھا وہ اپنے متروکہ میں کنیسہ کے لیے بھی وصیت کر جاتا تھا۔ اس سے جو دولت جمع ہوتی تھی' اس سے کنیسہ کیلئے سونا چاندی کی کرسیاں' میز اور اس قسم کی دوسری چیزیں بنوائی جاتی تھیں اور مذہبی مراسم کے موقعوں پر ان پر انجیل مقدس رکھی جاتی تھی' اور مذہبی تہواروں میں قربان گاہ کی آرائش کے کام میں آتی تھی۔ یہ میز اس قسم کے مال سے طلیطلہ کے گرجے کی قربان گاہ کیلئے بنایا گیا تھا۔ (نفح الطیب جلد اول ص ۱۲۷' ۱۲۸) یہودیوں میں اس میز کے متعلق یہ روایت تھی کہ وہ بیت المقدس میں حضرت سلیمان کے معبد میں تھا۔ اہل روما نے جب بیت المقدس کو لوٹا اس وقت یہ میز بیت المقدس سے یورپ آیا پھر کسی طرح عیسائیوں کے ہاتھ میں آ کر اندلس پہنچا۔

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ وادی لکہ کے معرکہ سے پہلے طارق نے موسیٰ بن نصیر کو اسپینیوں کی یورش کی اطلاع دے کر امداد طلب کی تھی۔ اس کی اطلاع کے الفاظ یہ تھے کہ "اسپینی ہر طرف سے امنڈ آئے ہیں اور مجھ میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے"۔ اس اطلاع پر موسیٰ نے فوراً پانچ ہزار فوج بھیج دی تھی' لیکن معرکہ کی اہمیت کے خیال سے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ میں عنقریب پہنچتا ہوں۔ میرے بغیر آئے ہوئے آگے بڑھنے کا قصد نہ کرنا۔ [1] لیکن حالات ایسے ہو گئے تھے کہ طارق اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا۔

اس تحریر کے تھوڑے ہی دنوں بعد موسیٰ روانہ ہو گیا تھا اور طلیطلہ کی فتح کے بعد رمضان ۹۳ھ میں وہ اندلس پہنچا۔ یہاں کاؤنٹ جولین کے آدمی راہنمائی کے لیے موجود تھے۔ موسیٰ اپنے کارنامے دکھانے کے لیے نیا میدان چاہتا تھا۔ اس لیے رہنماؤں کے مشورے سے طارق کے مفتوحہ علاقہ کو چھوڑ کر صوبہ شذونہ کو عبور کرتا ہوا قرمونہ کی طرف بڑھا۔

قرمونہ پر قبضہ

یہ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے اندلس بھر میں ممتاز شہر تھا اور اس کا فتح کرنا بہت دشوار تھا۔ کاؤنٹ جولین کے راہنماؤں نے یہ تدبیر کی کہ انہوں نے قرمونہ جا کر اپنے کو شکست خوردہ اسپینی ظاہر کیا۔ اہل قرمونہ نے انہیں پناہ دی۔ انہوں نے رات کو شہر پناہ کے پھاٹک کھول دیئے۔ موسیٰ بن نصیر منتظر ہی تھا' وہ پھاٹک کھلتے ہی مع فوج کے شہر میں داخل ہو گیا اور بغیر کشت وخون کے قرمونہ پر قبضہ ہو گیا۔ [2]

اشبیلیہ کی فتح

قرمونہ کی فتح کے بعد صوبہ اشبیلیہ کا رخ کیا۔ اس کا دارالسلطنت اشبیلیہ بڑا قدیم اور تاریخی شہر تھا۔ گاتھ خاندان سے پہلے مدتوں دارالسلطنت رہ چکا تھا' اور یہاں بہت سے آثار قدیمہ اور پرانی شاندار عمارتیں تھیں۔ اسپین کے مذہبی پیشوا اور علما یہیں رہتے تھے۔ اس لیے اسے مذہبی مرکزیت بھی حاصل تھی۔ موسیٰ نے ایک مہینہ محاصرہ کے بعد اسے فتح کیا۔

ماردہ کا معرکہ اور اس کی تسخیر

---

[1] کتاب الامامہ والسیاسہ ج ۲' ص ۶۰ و نفح الطیب ج اول۔

[2] نفح الطیب ج ۱' ص ۱۲۶۔

اشبیلیہ سے صوبہ بطلیوس پہنچے اور اس کے تاریخی شہر مارده کا محاصرہ کیا۔ یہ اپنی قدامت اور عظمت وشان کے لحاظ سے اندلس کا سب سے ممتاز شہر تھا اور یہ بھی ایک زمانہ میں اندلس کا پایہ تخت رہ چکا تھا۔ اس لیے یہاں بھی بکثرت قدیم آثار' محلات اور بڑے کنیسے اور پل تھے' شہر کے گرد نہایت سنگین شہر پناہ تھی۔

اہل مارده بڑے بہادر اور جنگ آزما تھے۔ انہوں نے شہر سے نکل کر بڑی شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ کئی خونریز معرکے ہوئے' جن میں مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا اور مارده والوں نے انہیں آگے نہ بڑھنے دیا۔ یہ لوگ روزانہ شہر سے نکل کر لڑتے تھے اور شام کو واپس چلے جاتے تھے۔ ایک شب کو مسلمانوں نے تھوڑی سی فوج کمین گاہوں میں چھپا دی۔ صبح کو جیسے ہی اہل مارده نکلے اور مقابلہ شروع ہوا' دفعتہً کمین گاہوں کی فوج نکل کر ٹوٹ پڑی۔ اہل مارده اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ ان کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور وہ پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد وہ باہر نہ نکلے اور قلعہ بند ہو کر لڑنا شروع کیا۔ اہل مارده قلعہ کے اندر تھے۔ اس لیے مسلمانوں کا زور نہ چلتا تھا۔ آخر میں موسیٰ نے دبابہ بنوایا اور اس کی آڑ لے کر فصیل تک پہنچ گئے' اور ایک برج کے نیچے دیوار توڑنا شروع کی' لیکن وہ اتنی سنگین تھی کہ سارے قلعہ شکن آلات بے کار ہو گئے۔ اسی دوران میں اہل مارده نے دفعتہً حملہ کر دیا۔ مسلمان بالکل غافل تھے۔ اس لیے وہ پورا جواب نہ دے سکے اور ان کی بڑی تعداد کام آئی۔ اس واقعہ کی یادگار میں اس برج کا نام ہی برج شہدا پڑ گیا۔

اس معرکہ میں مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا' مگر ان کی ہمت پست نہ ہوئی اور موسیٰ نے اہل مارده کو صلح کا پیغام دیا۔ وہ بھی مدافعت کرتے کرتے تھک چکے تھے' اسے غنیمت سمجھ کر قبول کر لیا اور مصالحت کے بعد شہر کے پھاٹک کھول دیئے' اور شوال ۹۴ھ میں موسیٰ مصالحانہ مارده میں داخل ہو گیا۔ اس مصالحت کی رو سے شہر کے باہر کے معرکہ میں جس قدر اہل مارده مارے گئے یا جو جلیقیہ بھاگ گئے تھے' ان سب کا مال اور شہر کے کنیسوں کی کل دولت اور زیورات مسلمانوں کو ملے۔ [1]

اشبیلیہ کی بغاوت

مارده کی مہم میں مشغولیت کے زمانہ میں اہل اشبیلیہ باغی ہو گئے اور باجہ اور لبلہ کے باشندوں کے ساتھ مل کر اسی مسلمان شہید کر ڈالے۔ باغی بھاگ کر مارده پہنچے۔ موسیٰ نے فوراً اپنے لڑکے عبدالعزیز کو اشبیلیہ روانہ کیا۔ اس نے اشبیلیہ پر دوبارہ قبضہ کر کے باغیوں کو قتل کیا۔ اشبیلیہ کے بعد

[1] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص۔ ۱۶ تا ۱۸ و نفح الطیب ج۔ ا' ص ۱۲۶' ۱۲۷۔

لبلہ فتح کیا۔ اس سے اندلسیوں پر بڑی دھاک بیٹھ گئی۔

طارق اور موسیٰ کی ملاقات اور شمالی اندلس کی فتوحات

ماردہ فتح کرنے کے بعد موسیٰ طلیطلہ روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف سے طارق آ رہا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر کوہ طلبیرہ میں موسیٰ کا استقبال کیا۔ موسیٰ طارق کی حکم عدولی پر اس سے برہم تھا۔ [1] لیکن پھر معمولی تنبیہ پر راضی ہو گیا۔ اصطلح مع طارق و اظهر الرضاعنه. [2] اور اس کے ساتھ طلیطلہ جا کر مال غنیمت کا جائزہ لیا۔ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق طلیطلہ کی فتح میں اتنا سونا چاندی اور مختلف قسم کا دوسرا ساز و سامان ملا تھا کہ ان کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی میں شاہان گاتھ کے تاج بھی تھے۔ [3]
طلیطلہ پہنچنے کے بعد موسیٰ نے اندلس کے باقی حصوں پر فوج کشی کے انتظامات کیے اور طارق کو مقدمۃ الجیش کے طور پر شمالی اسپین کے سمت آگے روانہ کر دیا اور خود ان کے پیچھے پیچھے چلا۔ تاریخوں میں موسیٰ کے طلیطلہ پہنچنے تک کے واقعات سلسلہ وار ہیں' لیکن اس کے بعد تفصیل و ترتیب نہیں قائم رہتی۔ بہر حال دونوں سپہ سالار طلیطلہ سے آگے پیچھے روانہ ہوئے اور طلیطلہ سے سرقوسہ تک کا علاقہ فتح کر ڈالا۔ مقری کا بیان ہے کہ اندلسیوں پر مسلمانوں کی اتنی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ ان کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ طارق جدھر رخ کرتا تھا' فتح و کامرانی ہمرکاب چلتی تھی۔ اندلسی خود پیش قدمی کر کے مصالحت کرتے تھے۔ وہ آگے آگے فتح کرتا جاتا تھا اور موسیٰ پیچھے پیچھے صلح ناموں اور معاہدوں کی تصدیق کرتا جاتا تھا۔ [4]

شمال مشرقی اندلس کی فتح

سرقوسہ فتح کرنے کے بعد مسلمان شمالی اندلس میں پھیل گئے اور بحر متوسط کے ساحل پر برشلونہ فتح کرتے ہوئے فرانس کی سرحد دریائے روڈنہ تک پہنچ گئے اور اربونہ (NARBONNE) حصن ابیون (اوی لون) اور حصن لوڈون (LYONS) فتح کیے۔

اہل فرانس سے مقابلہ

اسپین کے انجام نے اہل فرانس کو چونکا دیا تھا۔ اس لیے حدود فرانس [5] میں مسلمانوں کی

---

[1] اوپر گزر چکا ہے کہ وادی لکہ کے معرکہ کے بعد طارق نے موسیٰ سے مدد طلب کی تھی۔ اس نے پانچ ہزار فوج بھیج کر لکھ دیا تھا کہ میرے آئے بغیر آگے نہ بڑھنا' لیکن حالات ایسے تھے کہ طارق اس حکم کی تعمیل نہ کر سکا تھا۔

[2] نفح الطیب ج۔ ا' ص ۱۳۸۔ [3] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج۔ ۲' ص ۶۱۔

[4] نفح الطیب ج۔ ا' ص ۱۲۸۔ [5] عربی تاریخوں میں ارض الکبیر اور افرنجہ کا لفظ ہے جس سے مراد جبل البرانس کے اس پار کے تمام یورپین ملک ہیں' لیکن اس موقع پر اس سے مراد اندلس سے ملا ہوا فرانس کا علاقہ ہے۔

پیش قدمی سے ان میں بڑی بے چینی پھیل گئی اور بادشاہ قارلہ [1] ایک لشکر جرار کے ساتھ مسلمانوں کو روکنے کے لیے بڑھا۔ مسلمان اس وقت حصن لوڈون تک پہنچ چکے تھے' لیکن ان کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی۔ اس لیے قارلہ کی فوجوں کی کثرت کا حال سن کروہ اربونہ لوٹ گئے اور اس کے قریب ہی ایک پہاڑ پر خیمہ زن ہوئے۔ ابھی وہ اربونہ میں داخل نہ ہوئے تھے کہ قارلہ دفعۃً پہنچ گیا۔ مسلمانوں کو اس کی نقل وحرکت کی خبر نہ تھی اور انہیں اس حملہ کا خیال بھی نہ تھا' تاہم انہوں نے مقابلہ کیا' لیکن پہلے سے تیار نہ تھے' اس لیے بہت سے مسلمان شہید ہوئے اور کچھ لڑتے بھڑتے نکل گئے اور اربونہ میں داخل ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ قارلہ نے محاصرہ کر لیا۔ اربونہ بہت مضبوط شہر تھا' اس لیے قارلہ کو کامیابی نہ ہوئی اور محاصرہ کے دوران میں اس کے بہت سے آدمی ضائع ہوئے۔ مسلمانوں کی مدد آ جانے کا بھی خطرہ تھا' اس لیے چند دنوں کے بعد محاصرہ اٹھا کر لوٹ گیا اور وادی روڈنہ میں قلعہ و چھاؤنیاں قائم کر کے فوجیں متعین کر دیں کہ مسلمان فرانس کی حدود کی طرف نہ بڑھ سکیں۔

مغربی صوبوں کی فتوحات

شمالی اندلس کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ خلیج بشکنس کے کنارے کنارے شمال مغربی صوبوں بشکنس' استورنس اور جلیقیہ کی طرف بڑھا۔ یہ پورا علاقہ پہاڑی تھا۔ اس کی تفصیل نہیں معلوم ہوتی کہ ان صوبوں میں اس نے کون کون سے مقام فتح کیے۔ ابن قتیبہ کے بیان سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بشکنس میں بڑے خونریز معرکے ہوئے اور ان سب میں مسلمانوں کو فتح و کامیابی ہوئی۔ [2]

استورنس اور جلیقیہ کے بعض حصے بھی فتح ہوئے۔ ابن قتیبہ کا بیان ہے کہ جلیقیہ والوں نے آگے بڑھ کر اطاعت قبول کر لی تھی۔ بہر حال اس فوج کشی میں پورا شمال مغربی علاقہ مطیع ہو گیا اور سب نے جزیہ دے کر اطاعت قبول کر لی۔

موسیٰ کی واپسی

جس زمانہ میں موسیٰ شمالی اندلس میں تھا' اسی زمانہ میں واپسی کے لیے ولید کا حکم پہنچ گیا تھا'

---

[1] یہ غالباً چارلس مائل کی تعریب ہے' اس لیے کہ اس زمانہ میں یہی فرانس کے تخت پر تھا' لیکن عام تاریخوں کے بیان کے مطابق چارلس اور مسلمانوں کا پہلا مقابلہ ۱۱۴ھ مطابق ۷۳۲ء میں ہوا۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بہت پہلے طارق ہی سے ہوا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قارلہ فرانس کی جنوبی سرحد پر چارلس مائل کا کوئی صوبہ دار یا حاکم رہا ہو' بہر حال اتنا یقینی ہے کہ مسلمان فرانس کے حدود میں سب سے پہلے اسی زمانہ میں داخل ہوئے۔

[2] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲' ص ۶۴' ۶۵۔

لیکن ابھی اندلس کے مغربی صوبے باقی تھے' اس لیے وہ واپس نہ ہوا اور ان صوبوں کی مہم میں مشغول ہو گیا۔ اسی دوران میں دوسرا حکم پہنچا' چنانچہ اس مہم سے فراغت کے بعد ۹۴ھ میں وہ اپنے لڑکے عبدالعزیز کو اندلس میں اپنا نائب بنا کر شام گیا۔

مال غنیمت کی فراوانی

اندلس دولت وثروت کا خزانہ تھا۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ سارے ملک میں سونے چاندی کے دریا بہتے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کو یہاں سے بیشمار مال غنیمت حاصل ہوا۔ موسیٰ نے ولید کو اندلس کی فتوحات کی کثرت اور مال غنیمت کی فراوانی کی اطلاع دی تھی کہ امیر المؤمنین یہ فتوح نہیں بلکہ حشر ہے۔ [1] سونے چاندی اور جواہرات کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔ نقد کے علاوہ بہت سے عجائب روزگار نوادر ہاتھ آئے تھے۔ ان میں سب سے معمولی ایک فرش تھا' جو سونے چاندی کے تاروں سے بنا ہوا اور یاقوت وزبرجد اور دوسرے قیمتی جواہرات اور بیش قیمت موتیوں سے مرصع تھا۔ دوسرے نوادر کے مقابلہ میں یہ اتنا کم حیثیت تھا کہ مسلمانوں کی نگاہ میں اس کی کوئی وقعت نہ تھی۔ موسیٰ جس وقت اندلس سے نکلا ہے اس کے ساتھ تیس ہزار لونڈی' غلام' گاتھ فرمانرواؤں کے چوبیس تاج' مائدہ سلیمانی' سونے چاندی کے ظروف' جواہرات کے ذخیرے اور بے شمار عجائب ونوادر تھے۔ [2]

شاہی خاندان کے ساتھ حسن سلوک

اندلس کی فتح کے بعد مسلمانوں نے خاندان شاہی کے ساتھ بڑا شریفانہ سلوک کیا۔ اندلس کے مختلف صوبوں میں آخری گاتھ فرمانروا وٹیزا کی جاگیریں تھیں' جو اندلس کے انقلاب میں اس کے لڑکے المند' ارطباش اور رملہ کے ہاتھوں سے نکل گئی تھیں۔ انہوں نے طارق سے واگزاری کی درخواست کی۔ اس نے موسیٰ سے سفارش کی۔ موسیٰ نے سفارشی خط دے کر انہیں ولید کے پاس شام بھیج دیا۔ ولید نے ان کی بڑی عزت وتوقیر کی۔ انہیں آداب شاہی سے مستثنیٰ کر دیا اور جاگیروں کی واگزاری کا حکم لکھ کر اندلس واپس کر دیا' اور سب کی جاگیریں ان کو واپس مل گئیں اور انہوں نے اشبیلیہ' قرطبہ اور طلیطلہ میں جہاں یہ جاگیریں تھیں' قیام کیا۔ بعد کے خلفا بھی اس کا لحاظ کرتے تھے۔ ہشام کے زمانے میں المند کی موت کے بعد اس کے بھائی ارطباش نے اپنے نابالغ بھتیجوں کی جاگیر

---

[1] کتاب الامامہ والسیاسہ ج۔۲' ص۔۶۳' ۶۴ و نفح الطیب ج۔۱' ص ۱۲۹۔

[2] مال غنیمت کی تفصیل مقری' ابن قتیبہ اور ابن اثیر وغیرہ سب نے لکھی ہے۔

پر قبضہ کر لیا۔ المند کی لڑکی سارہ دونوں بھائیوں کو لے کر شام گئی اور ہشام سے چچا کے ظلم کی فریاد کی۔ ہشام نے اسی وقت حنظلہ بن صفوان والی افریقہ کو حکم لکھ دیا کہ ان کے باپ کی جاگیر ارطباش کے قبضہ سے نکال کر تینوں میں ان کی میراث کے مطابق تقسیم کر دی جائے۔ ہشام سارہ کی شکل وصورت اور عقل و دانش سے بہت متاثر ہوا اور اس کی رضامندی سے اس کا عقد عیسیٰ بن مزاحم کے ساتھ کر دیا۔ اس رشتہ سے اس خاندان کا تعلق عرب شرفا سے قائم ہو گیا' جس سے اس کو بہت فائدہ پہنچا اور بعد کے تمام امرا و خلفا اس کا لحاظ کرتے رہے۔ عبدالرحمٰن الداخل خاص طور سے سارہ کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اس کے لیے ہر وقت دربار میں آنے کی اجازت تھی۔ [1]

مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید کی فتوحات شام

مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف قسطنطنیہ کی حکومت تھی۔ خصوصاً شام کی سرحد جہاں جزیرہ کردستان' ارمنستان اور ایشیائے کوچک کی سرحدیں ملتی تھیں۔ دونوں کا نہایت اہم محاذ تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اس کی حفاظت کا بڑا اہتمام کیا تھا۔ ان کے بعد اندرونی انقلابات کی وجہ سے یہ انتظام قائم نہ رہ سکا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عبدالملک کے زمانہ میں قیصر نے مصیصہ پر حملہ کر دیا اور عبدالملک کو روپیہ دے کر اس سے مصالحت کرنی پڑی۔ اس لیے ولید نے پھر یہاں مستقل مورچہ قائم کر کے اپنے بھائی مسلمہ اور لڑکے عباس کو اس کی حفاظت پر متعین کیا۔ انہوں نے اس علاقہ کے بہت سے مقامات جو جنگی نقطہ نظر سے اہم تھے' فتح کیے۔ ۸۷ھ میں مسلمہ نے مصیصہ کے علاقہ میں حصن بولق' حصن اخرم اور حصن بولس فتح کیے۔ [2] پھر ۸۸ھ میں مسلمہ اور عباس نے جزیرہ کے راستہ سے فوج کشی کی۔ طوانہ کے قریب رومیوں کا مقابلہ ہوا۔ پہلے معرکہ میں مسلمانوں کو شکست ہوئی' لیکن پھر عباس کی ہمت و استقلال نے رومیوں کو پسپا کر دیا اور وہ طوانہ میں قلعہ بند ہو گئے۔ عباس نے محاصرہ کر کے طوانہ فتح کر لیا۔ [3]

۸۹ھ میں مسلمہ نے حصن عموریہ اور نواح آذربائیجان کے بعض شہر اور عباس نے اردیجہ فتح کیے۔ ۹۰ھ میں مسلمہ نے سوریہ کے پانچ قلعے فتح کیے اور عباس ارمنی علاقہ میں ارزن تک بڑھتے چلے گئے اور باب کے کئی اہم مقام فتح کیے۔ ۹۳ھ میں عباس نے طرسوس اور ۹۴ھ میں انطاکیہ فتح کیا۔ یہ دونوں مقام سرحد شام کے اہم مورچے تھے۔ طرسوس ایشیائے کوچک کی سمت بحر روم کے ساحل پر

---

[1] نفح الطیب ج ۱' ص ۱۲۴' ۱۲۵۔ [2] ابن خلدون ج ۳' ص ۷۰۔

[3] ابن اثیر ج ۴' ص ۲۰۳۔

ہے۔ ۹۵ھ میں مسلمہ نے ایک اور قلعہ فتح کیا۔ ❶

بحر روم کے جزائر پر حملہ اور فتوحات

بحر روم کے ساحل پر خصوصاً شمالی افریقہ میں مسلمانوں کے اتنے مقبوضات تھے کہ بغیر بحری استحکامات کے ان کی حفاظت نہ ہو سکتی تھی۔ شمالی افریقہ کے بربریوں کی اکثر بغاوتوں میں بحر روم کے جزائر کے باشندوں کا بھی ہاتھ ہوتا تھا۔ اس لیے ولید کے زمانے میں ادھر توجہ ہوئی اور ۸۸ھ میں جزیرہ میورقہ اور منورقہ فتح ہوئے۔ ❷

اندلس کی فوج کشی کے سلسلے میں ۹۲ھ میں موسیٰ بن نصیر نے ایک فوج جزیرہ سردانیہ (سارڈینیا) بھیجی۔ یہ جزیرہ صقلیہ کے بعد بحر روم کے تمام جزائر میں نہایت سرسبز و شاداب' دولت مند اور رقبہ میں نہایت وسیع تھا۔ اندلس جیسے وسیع ملک کا انجام دیکھنے کے بعد یہاں کے باشندوں میں مقابلہ کی ہمت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے کوئی مزاحمت نہ کی' البتہ اپنی کل دولت سمیٹ کر محفوظ کر دی۔ طلائی اور نقرئی سامانوں کو جمع کر کے بندرگاہ کے پایاب حصہ میں ڈبو دیا اور نقد ایک بڑے کلیسا کی دوہری چھت کے درمیان چھپا دیا۔ اتفاق سے ایک مسلمان اس بندرگاہ میں نہا رہا تھا۔ اس کے پاؤں میں کوئی چیز لگی۔ نکال کر دیکھا تو وہ چاندی کا برتن تھا۔ اس کے بعد اس نے اور تلاش کیا تو کل سامان نکل آیا۔ اسی طریقہ سے کلیسا کی نقد دولت کا بھی اتفاقی طور سے پتہ چل گیا۔ ❸ یہ تمام دولت لے کر مسلمان لوٹ گئے۔ اسی زمانہ میں بحر روم کے سب سے بڑے جزیرہ سسلی پر حملہ ہوا۔ ❹

متفرق فتوحات

مذکورہ بالا اہم فتوحات کے علاوہ شمالی افریقہ وغیرہ میں بھی متفرق فتوحات ہوئیں' لیکن وہ چنداں لائق ذکر نہیں۔

ملک کی اندرونی حالت

ولید کے پورے دور میں ملک میں کامل امن و امان رہا اور کسی قسم کا اندرونی خلفشار نہیں ہوا۔ ایک آدھ خوارج ضرور اٹھے' لیکن معمولی سرزنش کے بعد خاموش ہو گئے۔

---

❶ یہ فتوحات ابن اثیر کے مختلف سنوں میں ہیں۔
❷ دول الاسلام ذہبی ج۔ ۱' ص ۴۵۔
❸ ابن اثیر ج۔ ۴' ص ۲۱۶۔
❹ المونس ص ۳۳۔

حجاج کی وفات

۹۴ھ میں حجاج بن یوسف کا انتقال ہو گیا۔ وہ اموی حکومت کا قوت بازو تھا۔ اس کے دوبارہ قیام و استحکام میں حجاج کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ اسی نے تمام مخالف قوتوں کا خاتمہ اور عراق کو جو بنی امیہ کی مخالفت میں سب سے آگے تھا' قابو میں کیا۔ گو وہ بڑا ظالم اور سخت گیر تھا اس نے ہزاروں بے گناہ تلوار کے گھاٹ اتار دیئے' لیکن اس میں بعض خصوصیات بھی تھیں۔ بڑا فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ اس کی بعض تقریریں عربی بلاغت کا بہترین نمونہ ہیں۔ قرآن کا بہت اچھا قاری تھا۔ کلام اللہ پر سب سے پہلے اسی نے اعراب لگوائے [1] سندھ کی فتح بھی اسی کی یادگار ہے، گو اس کا فاتح محمد بن قاسم ہے' لیکن حجاج ہی نے اسے اس مہم پر مامور کیا تھا اور آخر وقت تک برابر ہر قسم کی مدد کرتا رہا۔ اس لیے سندھ کی فتح درحقیقت اسی کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

ولید کی وفات

جمادی الآخر ۹۶ھ میں ولید کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور باب صغیر کے باہر دفن کیا گیا۔ انتقال کے وقت باختلاف روایت ۴۲ سے ۴۶ سال تک عمر تھی۔ مدت خلافت نو سال چند مہینے۔

اولاد

وفات کے بعد اس نے انیس اولاد نرینہ چھوڑیں۔ بعض کے نام یہ ہیں۔ سلیمان' محمد عباس' عمر' بشر' روح' خالد' تمام' مبشر' حرب' یزید' عبدالرحمٰن' ابراہیم' یحییٰ' ابوعبیدہ' مسرور اور صدقہ۔

ولید کی عہد پر تبصرہ

ولید کا دور فتوحات کی کثرت' دولت کی فراوانی' امن و رفاہیت کی ارزانی اور دوسری ملکی اور تمدنی ترقیوں کے لحاظ سے بنی امیہ کا عہد زریں ہے۔

فتوحات پر تبصرہ

لیکن کسی ملک کا فتح کر لینا نہ انسانیت کی کوئی خدمت ہے' نہ تمدن کی' بلکہ آج کل کے نقطہ نظر

---

[1] فہرست ابن ندیم ص۔ ۶ و مابعد' ابن خلکان تذکرہ حجاج بن یوسف۔

سے اس کو سلب آزادی سے تعبیر کیا جائے گا۔ ولیدی دور کی فتوحات کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے زمانہ میں جو جو ملک فتح ہوئے ان کی کایا پلٹ گئی اور وہ دفعۃً پستی کی جانب سے ابھر کر بلند سطح پر آ گئے۔ اس کے عہد کا سب سے بڑا کارنامہ اندلس کی فتح ہے۔ ایک یورپین مؤرخ کی زبان سے مسلمانوں کے داخلہ سے پہلے اندلس کی پستی اور تاریکی کا یہ حال تھا:

اسپین کی عام حالت

''اواخر صدی ہفتم اور اوائل صدی ہشتم کی تاریخ اسپین غیر معمولی طور پر ظلمات کے دھندلکے میں پھنسی ہوئی ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اس میں سیاسی اور تمدنی مصائب ملک بھر پر پڑے ہوئے تھے۔'' [1]

حکومت کی حالت

''آٹھویں صدی کے شروع میں سلطنت وزیگاتھ بظاہر زوروں پر تھی اور نہایت مرفہ الحال مگر اس کی اصلی اور واقعی کمزوری اہالیان کلیسا کی شان اور دربار شاہی کے تکلفات اور رعب میں چھپی ہوئی تھی۔ جنہوں نے اس سلطنت کے مصائب اور زیادتیوں پر بے بود سا نقاب ڈال رکھا تھا۔

خواہشات نفسانی کے غلام بادشاہان وزیگاتھ میں سے اپنے اجداد کی خوبیاں بالکل ختم ہو چکی تھیں۔ ریکارڈ اور ویمیا کے جانشین ایسے کمزور مگر ظالم تھے کہ ان پر لفظ بادشاہ کا اطلاق متنازعہ فیہ امر ہے۔ ان کی نفسیات نے نہ رسوم مہماں نوازی کو قائم رکھا' نہ حقوق دوستی کو ملحوظ' نہ اپنے رتبہ کو برقرار رکھ سکے' نہ اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے میں سن و سال کی پرواہ کی''۔ [2]

دربار شاہی میں تعیش کا دور

''تمام دربار شاہی ایک ہی حمام میں تھے' عیش ونشاط و شہوت رانی کا زور تھا۔ کلیسا کی نہایت مقدس روایات کی خلاف ورزی تو ہوتی تھی' غضب تو یہ ہے کہ تعداد ازواج اور کنیزوں کا رکھنا بھی جائز قرار دے دیا گیا تھا۔ دیندار لوگ ان عیش کے بندوں کی

[1] اخبار الاندلس ایس پی۔ اسکاٹ ج اول۔ ص۔ ۲۰۳ ترجمہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب۔
[2] اخبار اندلس ایس پی۔ اسکاٹ ج۔ ا ص ۲۰۶ ترجمہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب۔

زیادتیوں سے تنگ آ گئے تھے۔ نہ ان خراباتیوں سے گرجاؤں کی قربان گاہیں محفوظ تھیں، نہ اقبال گناہ کے منبر"۔ [1]

مذہبی پیشواؤں کی حالت

"بادشاہ کو منہمک منہیات دیکھ کر چھوٹے بڑے تمام پادری انہی خرابیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ اسقف کے محل میں ہر روز فساد و عناد کے تماشے نظر آتے تھے۔ اور ہر رات کو شور و شغب کی آوازیں وہاں سے بلند ہوتی تھیں۔ عوام الناس پہلے ہی کہاں کے معصوم تھے۔ اس کیفیت کو دیکھ کر اور بھی خراب ہوتے چلے جاتے تھے۔ پادریوں اور مقتدایان مذہبی کے گھروں کی شرابیں ضرب المثل تھیں۔ ان کے مکان نہ تھے، پری خانے تھے۔ اگر حسن و جمال کہیں ملتا تو یہیں، پادریوں کا اصلی فرض تھا تو یہ کہ وہ اپنے آپ کو ایک رحم مجسم ہستی کے نائب ہو کر فیاضی اور ایثار نفسی دکھائیں، مگر وہ اتنے گرے ہوئے تھے کہ سازش کنندہ اور معاملات سیاست میں دخل دینے والا فرقہ بن گئے تھے۔ امرا و ارا کین سلطنت نے مردہ بدست زندہ بن کر اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دے دیا تھا، اور تمام نظم و نسق سلطنت ان کے سپرد کر دیا تھا، اور خود بطریق مداہنت عابدوں کا نمونہ بن گئے تھے، اگر ان کی خانگی زندگی کو دیکھا جاتا تو کیا پادری اور کیا امرا عیوب اور گناہوں کے ڈھیر تھے"۔ [2]

کسانوں، مزدوروں، غلاموں اور رعایا کے دوسرے طبقوں کی حالت

> "مزارعین کی حالت بالکل چوب مسجد کی تھی۔ وہ تمام عمر بلکہ اولاد در اولاد ایک ہی جاگیردار کے ہو رہتے تھے اور کہیں اور نہ منتقل ہو سکتے تھے۔ ان کی حالت بالکل غلاموں کی سی ہوتی تھی۔ گو از روئے قانون گاتھ ان کو ان بدقسمتوں سے بہتر ہونا چاہیے تھا، جو بازاروں میں عام جانوروں کی طرح فروخت ہو سکتے تھے۔ آخر زمانہ گاتھ میں جو قانون وضع ہوئے تھے، ان کے موافق غلاموں کی حالت اس سے بھی بدتر ہو گئی تھی، جو رومیوں کے زمانہ میں تھی۔ آخر گاتھ بادشاہوں نے کچھ نرمی کر دی۔ اس سے لوگوں کی حالت اور بھی نازک ہوتی چلی جاتی تھی۔ شادی بیاہ کے متعلق قیود تھیں، اہل و عیال کو الگ رکھنا پڑتا تھا، چھوٹے چھوٹے جرائم پر سخت سزائیں دی جاتی تھیں، ان اسباب سے ان کی ذلتیں اور بڑھتی جاتی تھیں"۔ [3]

---

[1] اخبار اندلس ایس پی۔ اسکاٹ ج۔ ا، ص ۲۰۸۔

[2] اخبار الاندلس ایس پی۔ اسکاٹ ترجمہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ج۔ ا، ص ۱۹۸۔

[3] اخبار الاندلس ایس پی۔ اسکاٹ ترجمہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب ج۔ ا، ص ۱۹۹۔

"پادریوں کی جاگیروں پر ہزاروں غلام تعینات تھے۔ نہ صرف اس لیے کہ زراعت کریں' بلکہ اس واسطے کہ بہترین اشیا پیدا کریں جو اس زمانے میں مل سکتی تھیں اور وہی ان جاگیرداروں کے تکلفات کو بڑھا سکتی تھیں۔ ان بدقسمت مزدوروں کی مشقت روز بروز بڑھتی چلی جاتی تھی اور آزادی کی امیدیں' جس کا وہ نسلوں سے انتظار کرتے چلے آتے تھے' گھٹتی چلی جاتی تھیں' بلکہ اب تو بالکل ہی نہ رہ گئی تھیں اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ جو ناقابل برداشت بوجھ ڈالا جا چکا ہے وہ قیامت تک ہلکا ہونے والا نہیں"۔ [1]

"غلاموں کا ایک جم غفیر تھا کہ باوجود اپنے آقاؤں کے چابکوں کے ابھی تک زمانہ آزادی کی روایت کو نہیں بھولے تھے اور ایک ذرا سی تحریک پر بلوہ کرنے کو تیار تھے اور اس دن کا بے صبری سے انتظار کر رہے تھے کہ جس دن ان کو آزادی کامل ہو جائے"۔ [2]

یہودیوں کی حالت

"مزارعین اور غلاموں کے علاوہ ایک اور فرقہ تھا' جس کی تعداد دونوں سے کم تھی' لیکن از روئے اصل ونسل داز روئے قانون وہ دوامی غلام تھے۔ اتنی بات ان میں زیادہ تھی کہ وہ دونوں سے زیادہ عقیل وفہیم اور ہوشیاری وچالاکی میں بڑھے ہوئے تھے۔ یہ فرقہ یہودیوں کا تھا۔ سترھویں دینی کونسل کے ایک حکم ناطق کے موافق ان کی تمام جائدادیں ضبط کر لی گئی تھیں اور ان کو بامشقت غلامی کی سزا دی گئی تھی۔" [3]

یہودی تھے کہ دونوں فریق (امرا و مذہبی پیشوا) کے ہاتھ سے تنگ تھے' کون سی سختی وتشدد تھا کہ ان پر کیا نہ جاتا ہو' وہ ہر وقت پریشانی بلکہ مصیبت میں گرفتار رہتے تھے" [4]

مسلمان کے داخلے سے قبل اندلس کا یہ نقشہ تھا۔ ان کے داخلہ کے بعد دفعۃً حالت بدل گئی' چنانچہ یہی مؤرخ لکھتا ہے:

"فاتحین (مسلمانوں) نے پرانے زمانے کے قوانین کا احترام قائم رکھا۔ صرف فرق اتنا ہوا کہ اس کے دستور العمل اپنے قوانین کے تابع کر دیئے۔ مفتوحین پر وہی قانون قابل نفاذ تھا' مگر اسی حد تک کہ شرع اسلام کے خلاف نہ پڑے۔ اپنے عدل و

---

[1] اخبار الاندلس ج۔ا' ص ۲۰۱۔
[2] اخبار الاندلس ج۔ا' ص ۲۱۲۔
[3] اخبار الاندلس ج اول ص ۲۰۱۔
[4] اخبار الاندلس ج اول ص ۲۱۲۔

انصاف' مسامحت ومراسم خسروانہ سے اس نئی سلطنت نے بہت ہی جلد دلوں میں گھر کرلیا۔ یہودی مرفہ الحال ہو گئے۔ عیسائی اپنے تعصبات مذہبی بھول گئے۔ غلاموں نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس سے ان کا داغ غلامی ہمیشہ کے لیے مٹ گیا اور وہ بادشاہوں کے مساوی ہو گئے۔ [1] ذمیوں کی حفاظت کا جو وعدہ کیا گیا تھا' اس کا ایفا کیا گیا۔ ذات' جائداد اور مذہبی آزادی کا جو عہد کیا گیا تھا' وہ بہر حال پورا کیا۔ عوام الناس تو اس سے بہت ہی خوش ہوئے' اگر ناراض تھے تو وہ مذہبی دیوانے جنہوں نے ایسے فیاض اور سخاوت شعار دشمنوں کو گالیاں دیں' حالانکہ ان کی مراعات سے وہ فائدہ اٹھاتے تھے اور انہی کا نمک کھاتے تھے''۔ [2]

لیبان نے مسلمانوں کے داخلہ سے پہلے اسپین کی حالت کا یہ نقشہ کھینچا ہے:

''عربوں کی فوج کشی کے زمانہ میں گاتھ اور اطالیہ کی اقوام کا باہمی میل جول امراہی میں ہوا تھا اور عامہ خلائق غلامی کی حالت میں تھی'' [3]

''اسپین میں تمدنی تفریقیں' اندرونی نااتفاقیاں' فوجی جوش کا نہ ہونا' رعایا کی بے توجہی' ان کا بندہ زراعت ہونا' یہ حالت تھی گاتھوں کی سلطنت کی' جس وقت عرب ملک میں پہنچے ہیں۔ آپس کی نااتفاقی اور رقابت اس درجہ بڑھ گئی تھی کہ دو بڑے امرائے اندلس یعنی کاونٹ جولین اور اشبیلیہ کا رئیس الاساقفہ عربوں کی فوج کشی میں معاون تھے'' [4]

عربوں کے داخلہ کے بعد ہی یہ نقشہ ہو گیا

''فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد ہی عربوں نے ترقی شروع کر دی۔ ایک صدی کے اندر اندر غیر مزروعہ زمینیں کاشت ہونے لگیں۔ اجاڑ بستیاں آباد ہو گئیں' بڑی بڑی عمارتیں بن گئیں اور دوسری اقوام سے تجارتی تعلقات قائم ہو گئے۔ اس کے بعد ہی عربوں نے علوم وادب کی طرف توجہ کی اور یونانی اور لاطینی کتابوں کے ترجمے کرائے اور دارالعلوم قائم کیے' جو مدت تک یورپ میں علم کی روشنی پھیلاتے رہے۔ [5]

مسلمانوں نے اندلس کی تہذیب کو ترقی کی جس معراج کمال تک پہنچایا' اس سے تاریخیں معمور ہیں۔ یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ بنی امیہ ہی نے اسے فتح کیا اور انہی نے اسے کمال اوج تک پہنچایا۔

---

[1] اخبار الاندلس ج اول ص ۲۵۸۔ [2] اخبار الاندلس ج۔ ا' ص ۲۵۷۔

[3] تمدن عرب لیبان ص ۲۴۷۔ [4] تمدن عرب لیبان ص ۲۴۷۔ [5] تمدن عرب لیبان ص ۲۴۷۔

اس دور کے اور مفتوحہ ممالک کی ترقی کا بھی یہی حال تھا۔محمد بن قاسم نے سندھ میں جو نظام قائم کیا تھا' اس کے جستہ جستہ حالات چچ نامہ وغیرہ میں ملتے ہیں' لیکن ان سب کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ولید کا دور تمدنی ترقیوں کے اعتبار سے بنی امیہ کا ممتاز ترین دور ہے۔ آئندہ سطور میں اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔اس دور کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں کی جو قوت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے آپس میں ٹکرا کر پاش پاش ہو رہی تھی' وہ ایک مقصد پر متحد ہوگئی۔اس سے کم از کم ولید کے زمانہ میں خانہ جنگی کا خاتمہ ہو گیا۔جس سے ملک کو بڑا فائدہ پہنچا۔ اسلامی حکومت کا رقبہ ہندوستان اور چین سے لے کر فرانس کی حد تک وسیع ہو گیا اور مفتوحہ ملکوں سے جو دولت ہاتھ آئی اس سے ملک کی تمدنی ترقی میں بڑا اضافہ ہوا۔

فوجی نظام میں وسعت وترقی

فوجی نظام میں بڑی وسعت وترقی ہوئی۔اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک وقت میں کئی کئی محاذوں' ہندوستان' وسط ایشیا اور یورپ میں جنگ چھڑی ہوئی تھی اور سب میں کامیابی ہوئی۔ فوج کی جزوی ضروریات کی فراہمی کا اتنا اہتمام تھا کہ سندھ کی فوج کشی میں حجاج نے سوئی دھاگہ تک ساتھ کر دیا تھا۔خورد ونوش کے سامان کا اتنا مکمل انتظام تھا کہ روٹی سرکہ میں بھگو کر خشک کر کے ساتھ کر دی تھی کہ ضرورت پڑنے پر پانی میں بھگو کر سرکہ تیار کر لیا جائے۔ [1]

جہاز سازی کے کارخانے

جہاز سازی کے کارخانے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی کے زمانہ سے قائم ہو گئے تھے۔ولید کے زمانہ میں جب بحری قوت میں اضافہ ہوا تو نئے کارخانے کھولے گئے' چنانچہ موسیٰ بن نصیر نے تیونس میں ایک کارخانہ قائم کیا جس میں صرف اس کے زمانہ میں سو جہاز تیار ہوئے تھے۔ [2]

رفاہ عام کے کام

حکومت کے شعبوں میں ترقی کے علاوہ رفاہ عام کے اتنے کام ہوئے اور رعایا کی راحت و آسائش کے اتنے سامان مہیا کیے گئے کہ خلفائے راشدین کے زمانے کے علاوہ اس کی نظیر نہیں ملتی' بلکہ ولید کے بعض کارنامے اس دور سے بھی بڑھ گئے۔

---

[1] فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۲۔ [2] کتاب المونس ص ۳۴۔

سڑکوں کی تعمیر

تخت نشینی کے تیسرے سال یعنی ۸۸ھ میں تمام ممالک محروسہ میں سڑکیں درست کرائیں اور ان پر میل نصب کرائے۔ [1]

نہروں اور کنوؤں کی تعمیر

تمام راستوں پر کنویں بنوائے اور نہریں جاری کرائیں۔ [2]

مہمان خانے

مسافروں کی سہولت کے لیے جا بجا مہمان خانے قائم کیے۔

شفا خانے

ولید سے پہلے اسلامی حکومت میں اور مختلف قسم کی ترقیاں ہوئی تھیں' لیکن اب تک حفظان صحت اور شفا خانوں کا کوئی انتظام نہ تھا۔ ولید نے سارے ممالک محروسہ میں شفا خانے قائم کیے۔ [3]

معذوروں کی کفالت کا انتظام

یہ ولید کا قابل فخر کارنامہ ہے کہ اس نے تمام ممالک محروسہ کے معذور' ناکارہ اور اپاہج لوگوں کے روزینے مقرر کر کے انہیں بھیک مانگنے کی ممانعت کر دی۔ اندھوں کی رہنمائی اور اپاہجوں کی خدمت کے لیے آدمی مقرر کیے۔ [4] یہ وہ کارنامہ ہے جس سے آج کل کی متمدن حکومتیں بھی عاجز ہیں۔

یتیموں کی پرورش و پرداخت

یتیموں کی کفالت اور ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ [5]

بازار کے نرخ کی نگرانی

اشیا کے نرخ کی نگرانی بھی رعایا کی بڑی خدمت ہے' ولید خود بازاروں میں جا کر چیزوں کی قیمت دریافت کر کے ان کو کم کراتا تھا۔ [6]

---

[1] طبری ص ۔ ۱۹۵ و کتاب العیون والحدائق ص ۳۔ [2] طبری ص ۱۹۵ و کتاب العیون والحدائق ص ۳۔

[3] یعقوبی ج ۔ ۲' ص ۳۴۸۔ [4] تاریخ الخلفاء ص ۔ ۲۲۴ و طبری ج ۔ ۸ ص ۱۲۷۱۔

[5] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۴۔ [6] طبری ج ۸ ص ۱۲۷۱۔

روزہ داروں کے لیے کھانا

رمضان میں تمام مسجدوں میں روزہ داروں کے لیے کھانے کا انتظام کراتا تھا۔ [1]

علمی و تعلیمی خدمات

اس دور میں مسلمانوں کی تعلیم و تعلّم کا مرکز مذہب ہی تھا اور اس کی بنیاد کلام الٰہی پر تھی۔ اس لیے ان کی تعلیم و تعلّم کا دائرہ اسی تک محدود تھا۔ قرآن کی تعلیم کی جانب ولید کی بڑی توجہ تھی' وہ ہمیشہ لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا رہتا تھا۔ حفظ قرآن پر عطیے دیتا تھا اور جو لوگ اس سے غفلت کرتے تھے' انہیں سزا دیتا تھا۔ [2]

حجاج نے اہل عجم کی تعلیمی سہولت کے لیے کلام اللہ پر نقطے اور اعراب لگوائے۔ [3]

ولید نے یکسوئی کے ساتھ علم کی خدمت اور تعلیم و تعلم میں سہولت کے لیے علما و فقہا کے وظائف مقرر کیے۔ [4]

تعمیرات

ولید کو تعمیرات کا بڑا ذوق و شوق تھا۔ اس نے بہت سی عظیم الشان عمارتیں بنوائیں۔ کان شدید التکلف بالعمارات والابنیة والاتخاذ المصانع والصیاع [5] ولید کے ذوق تعمیر اور اس کے عہد کی تعمیرات کی وجہ سے یہ مذاق اتنا عام ہو گیا تھا کہ جب لوگ آپس میں ملتے تھے تو عمارات ہی پر گفتگو ہوتی تھی۔ [6]

مسجد نبوی کی تعمیر

یوں تو ولید نے بکثرت عمارتیں بنوائیں۔ لیکن اس کا سب سے بڑا تعمیری کارنامہ مسجد نبوی اور جامع دمشق کی تعمیر اور اس کی تزئین و آرائش ہے۔ ان دونوں مسجدوں کو اس نے بڑے حوصلے سے تعمیر کرایا اور ان کی تعمیر پر بے دریغ دولت صرف کی اور ان کی آرائش میں اس زمانہ کی تمام صناعیاں ختم کر دیں۔ ۸۸ھ میں اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس زمانہ میں مدینہ کے گورنر تھے' لکھا کہ مسجد نبوی کی پرانی عمارت کو گرا کر از سر نو تعمیر کیا جائے اور مسجد سے متصل امہات المؤمنین کے جو

---

[1] کتاب العیون والحدائق ص ۱۷۔ [2] طبری ج ۸ ص ۱۷۱۸۔ [3] فہرست ابن ندیم۔
[4] تاریخ الخلفاء ص ۲۲۴۔ [5] آداب السلطانیہ ص ۱۱۴۔ [6] طبری ج ۸ ص ۱۲۷۳۔

حجرے اور دوسرے مکانات ہیں' انہیں خرید کر مسجد کی عمارت میں شامل کر دیا جائے۔ جو لوگ مکان بیچنے میں تامل کریں ان سے زبردستی لے کر ان کی قیمت ادا کر دی جائے اور جو قیمت نہ لے اس کی قیمت خیرات کر دی جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکم کی پوری تعمیل کی۔ طبری کا بیان ہے کہ اس کار خیر میں کسی کو تامل نہیں ہوا۔ سب نے قیمت لے کر مکانات دے دیئے۔ **فاجاب القوم الی الثمن فاعطاهم اياه** [1] لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مکانات کے لینے میں جبر سے کام لینا پڑا۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے ارادہ کے ساتھ ہی ولید نے قیصر روم کو لکھا کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بنوانا چاہتے ہیں۔ تم سے جو سامان ہو سکے بھیجو۔ اس خط پر اس نے ایک لاکھ مثقال سونا' چالیس گٹھے منبت کاری کا سامان اور بہت سے کاریگر بھیجے۔ اس کے علاوہ مدائن سے نقش و نگار کا سامان منگایا گیا۔ [2]

تعمیر کا سامان مہیا ہونے کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قاسم بن محمد بن ابی بکر' سالم بن عبداللہ' ابوبکر بن عبدالرحمٰن' عبیداللہ بن عبداللہ' خارجہ بن زید اور عبداللہ بن عبداللہ بن عمر وغیرہ علمائے مدینہ کی موجودگی میں پرانی عمارت گرا کر ان بزرگوں کے ہاتھوں سے نئی عمارت کی داغ بیل ڈلوائی۔ [3] اور بڑے اہتمام اور ذوق وشوق سے تعمیر کا کام شروع کرایا۔ ایک ایک جھاڑ کے نقش پر کاریگر کو مزدوری کے علاوہ ۳۰ درہم انعام دیتے تھے۔ [4] صرف قبلہ رخ کی دیوار اور اس کی طلائی کے کام پر پینتالیس ہزار اشرفی صرف آئی تھی۔ [5] اس سے پوری عمارت کے مصارف کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پوری عمارت پتھر کی تھی۔ تمام در و دیوار اور چھت پر طلائی کا کام اور اعلیٰ درجہ کی مینا کاری تھی۔ مسجد سے متعلق ایک فوارہ بھی تعمیر کیا گیا تھا۔ تین سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی۔ ۹۱ھ میں ولید خود اس کے ملاحظہ کے لیے مدینہ گیا اور عمارت دیکھ کر خوشنودی ظاہر کی۔ فوارہ بہت پسند کیا' اس کی نگرانی کے لیے خدام مقرر کیے اور اہل مسجد کو اس کا پانی استعمال کرنے کا حکم دیا۔ [6] اور اس تعمیر کی خوشی میں اہل مدینہ میں نقد روپیہ اور طلائی و نقرئی ظروف تقسیم کیے۔ [7]

جامع دمشق کی تعمیر

دوسری اہم تعمیر جامع اموی یا جامع دمشق ہے۔ اس کی تعمیر نہ صرف ولید کا بلکہ اس دور کا عظیم

[1] طبری ج۔۸' ص۔۱۳۱۲ و خلاصۃ الوفاء۔ [2] خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۹۔
[3] طبری ج۔۸' ص ۱۲۷۔ [4] خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۹۔ [5] خلاصۃ الوفاء ص ۱۳۹ و ۱۴۰۔
[6] ابن اثیر ج۔۴' ص ۲۰۴۔ [7] کتاب العیون والحدائق ص ۱۱۔

الشان تعمیری کارنامہ ہے۔ اس کی تعمیر میں بے دریغ دولت صرف ہوئی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ملک شام کا پورا سات برس کا خراج صرف ہوا تھا۔ ❶ نقد کے حساب سے چھپن لاکھ اشرفی اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ ❷

اس کی تعمیر کے لیے ہندوستان' فارس' مغرب اور روم وغیرہ مختلف ملکوں سے کاریگر اور تعمیر کا سامان منگوایا گیا تھا۔ صرف جزیرہ قبرص سے اٹھارہ جہازوں پر سونا اور چاندی آیا تھا۔ قیصر روم نے علیحدہ منبت کاری کا سامان بھیجا تھا ❸ سنگ مرمر اور سنگ سماق وغیرہ جن جن مقاموں کا مشہور تھا' وہاں سے منگوایا گیا تھا۔ یہ سامان اتنا قیمتی تھا کہ پتھر کے بعض بعض ستونوں کی قیمت کئی کئی سو اشرفی تھی۔ ❹ بارہ ہزار مزدور کام کرتے تھے اور پورے آٹھ یا نو سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی۔ ❺ یہ اتنی وسیع تھی کہ بیک وقت بیس ہزار آدمی سما سکتے تھے۔ پوری عمارت سنگ مرمر کی تھی' جس میں مختلف رنگ کے پتھروں سے بوقلمونی پیدا کی گئی تھی۔ درو دیوار پر طلائی اور لاجوردی کام اور مختلف رنگوں کی منبت کاری تھی۔ نقش و نگار اور طغرے صنعتی نزاکت و نفاست کا بہترین نمونہ تھے۔ محرابوں میں تناسب کے ساتھ بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ چھت منقش ساج کی تھی۔ اوپر سے سیسہ کی چادر چڑھی ہوئی تھی۔ ❻

خارجی تزئین و آرائش کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ صرف چھ سو قندیلیں' سونے کی زنجیروں میں آویزاں تھیں۔ ❼ غرض یہ عمارت عظمت و شان اور آرائش و زیبائش ہر لحاظ سے اس دور کے عجائبات میں تھی اور دنیا کی بڑی عمارتوں میں اس کا پانچواں نمبر شمار کیا جاتا تھا۔ ❽

دور دور سے لوگ اسے دیکھنے کے لیے آتے تھے اور متحیر ہوتے تھے۔ یہ مسجد سر سے پاؤں تک سونے چاندی اور جواہرات سے لپی ہوئی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں اسے صرف بے جا سمجھ کر کل بیش قیمت سامان نکلوا کر بیت المال میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں روم کے قاصد آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے جامع دمشق کو دیکھ کر کہا کہ ہم لوگ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کا عروج چند روزہ ہے' لیکن اس عمارت کو دیکھ کر اندازہ ہوا کہ مسلمان ایک زندہ رہنے والی قوم ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ ❾ مؤرخین اور جغرافیہ

❶ احسن التقاسیم بشاری ص۔ ۱۵۸۔ ❷ مسالک الابصار ج۔ ا' ص ۱۸۰۔ ❸ احسن التقاسیم ص ۱۵۸۔
❹ مسالک ابصار ج۔ ا' ص ۱۸۸۔ ❺ ایضاً و کتاب البلدان ص ۱۰۷۔
❻ مسالک الابصار اصطخری' ص۔ ۶۰ و کتاب البلدان ص ۱۰۸۔ ❼ کتاب البلدان ص ۱۰۷۔
❽ مسالک الابصار ج ا' ص ۱۸۶۔ ❾ کتاب البلدان ص ۱۰۸۔

نویسوں نے اس مسجد کے عجائب ونوادر کی بڑی طویل تفصیل لکھی ہے۔

دوسری مسجدیں

ان دونوں مسجدوں کے علاوہ ولید نے مکہ مدینہ اور بیت المقدس وغیرہ مقدس مقامات کی پرانی مسجدوں کی توسیع کرائی اور نئی مسجدیں تعمیر کرائیں۔ [1] اسی زمانہ میں قرہ بن شریک نائب السلطنت مصر نے جامع مصر تعمیر کرائی اور اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ [2]

روضہ نبوی ﷺ کی مرمت

اس وقت روضہ مبارک کی کوئی بڑی عمارت نہ تھی۔ مزار مبارک صرف چار دیواری سے گھرا ہوا تھا۔ ولید کے زمانے میں دیواریں شکستہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے چاروں طرف دوہری دیوار تعمیر کرادی کہ اگر ایک کو صدمہ پہنچے تو دوسری سے پردہ قائم رہے۔ [3]

ایک ناگوار واقعہ

غرض ہر اعتبار سے ولید کا دور نہایت کامیاب تھا۔ البتہ حجاج کی فطری ستم شعاری کی وجہ سے مشہور تابعی حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کا ایک ناگوار واقعہ پیش آیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ابن اشعث کی بغاوت میں جو عبدالملک کے زمانہ میں حجاج کے خلاف ہوئی تھی' بعض دوسرے اکابر کی طرح حضرت ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن اشعث کا ساتھ دیا تھا۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد اور بزرگوں کے ساتھ وہ بھی گرفتار ہوئے۔ ان میں سے جن لوگوں نے معذرت کی' حجاج نے انہیں چھوڑ دیا' لیکن ابن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی حق گوئی اور صداقت نے اس کی اجازت نہ دی' چنانچہ گرفتاری کے بعد بھی انہوں نے نہایت جرأت و بے باکی سے گفتگو کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حجاج نے ۹۴ھ میں ان کو شہید کرادیا۔ [4] اگر حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ بھی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مصلحت وقت کا لحاظ کر کے خاموش رہتے تو ممکن تھا کہ وہ انہیں بھی رہا کر دیتا' لیکن آپ کی جرأت و حق گوئی کے بعد حجاج جیسے قدر ناشناس سے عفو و درگزر کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ اگرچہ اس واقعہ کا براہ راست ولید سے کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن چونکہ اسی کے دور میں پیش آیا' اس لیے اس کا دامن بھی اس کی ذمہ داری سے بری

---

[1] کتاب العیون والحدائق ص ۷ و کتاب البلدان ص ۱۰۷۔ [2] دول السلام ذہبی ج ا ص ۸۔

[3] کتاب العیون والحدائق ص ۹۔

[4] اس واقعہ کی تفصیلات ابن سعد ج۔۶' ص۔۱۸۴' ۱۸۵ اور ابن خلکان ج۔ا' ص۔۲۰۵ و ۲۰۶ میں موجود ہے۔

نہیں ہے۔

ذاتی حالات

جیسا کہ ابتدا میں لکھا جا چکا ہے' ولید کو علم وفن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ عربی زبان تک غلط بولتا تھا۔ عبدالملک نے اس نقص کو دور کرانے کی بڑی کوشش کی۔ اس کے لیے خاص معلم مقرر کیے' لیکن تعلیم کا الٹا اثر ہوا۔ اس لیے عبدالملک نے معذور سمجھ کر چھوڑ دیا' 1 لیکن جہانبانی کے اور اوصاف میں اس کا جو درجہ تھا وہ اس کے عہد کے کارناموں سے ظاہر ہے۔

مذہبی زندگی

خلفائے بنی امیہ کے متعلق عام طور سے یہ غلط شہرت ہے کہ مذہب کی جانب ان کا رجحان کم تھا۔ ولید نے جو مذہبی خدمات انجام دیں' اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ اس کی پرائیویٹ زندگی بھی مذہبی تھی۔ دن میں ایک قرآن ختم کرتا تھا۔ 2 دوشنبہ اور پنجشنبہ کو پابندی کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ 3 رمضان میں روزہ داروں کے لیے کھانا بھجواتا تھا۔ 4 صلحا اور اخیار میں روپیہ تقسیم کراتا تھا۔ 5 اپنے دور حکومت میں دو مرتبہ حج کیا۔ 6

بھائیوں کے ساتھ سلوک

دوسرے اموی فرمانرواؤں کے برعکس ولید کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ اس کا طرز عمل بہت مشفقانہ تھا۔ ان سے محبت کرتا تھا اور ان کے حقوق کا بڑا لحاظ رکھتا تھا۔ 7

البتہ ایک مرتبہ اس نے سلیمان کے بجائے اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ بعض بڑے امرا نے بھی حمایت کی تھی' لیکن اس ارادے سے باز آ گیا۔

سخت گیری

ان تمام خوبیوں کے ساتھ اس میں ایک عیب یہ تھا کہ وہ بڑا سخت گیر تھا۔ اس سخت گیری کی وجہ سے ہزاروں آدمی قید و بند میں مبتلا ہوئے۔

---

1 ابن اثیر ج ۵' ص ۴۔ 2 دول الاسلام ذہبی ج۔ ۱' ص ۴۸۔ 3 یعقوبی ج ۲۔ ص ۳۴۸۔
4 یعقوبی ج ۲ ص ۳۴۸۔ 5 دول الاسلام ذہبی ج۔ ۱' ص ۴۸۔ 6 یعقوبی ج۔ ۲' ص ۳۴۹۔
7 مروج الذہب مسعودی ج ۲' ص ۵۹۹۔

سلیمان بن عبدالملک

(۹۶ھ تا ۹۹ھ مطابق ۷۱۴ء تا ۷۱۷ء)

سلیمان بن عبدالملک ولید کا حقیقی بھائی تھا۔ خود عبدالملک اسے ولید کے بعد ولی عہد بنا گیا تھا۔ اس لیے اس کی وفات کے بعد جمادی الثانی ۹۶ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔

سلیمان فطرتاً صالح وسعید تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے مشیر و ہم جلیس تھے۔ ان کی صحبت نے اس کو اور زیادہ سنوار دیا تھا۔ اس لیے بعض حیثیتوں سے اپنے پیشرؤوں سے زیادہ بہتر حکمران ثابت ہوا اور اس کی تخت نشینی کے ساتھ ہی اموی حکومت کی سیاست بدل گئی۔ جس کا اندازہ سلیمان کی پہلی ہی تقریر سے ہوتا ہے۔ تخت نشینی کے بعد اس نے سب سے پہلے یہ تقریر کی:

> ''الحمدللہ! دنیا دھوکے کی جگہ اور باطل کا گھر ہے۔ رونے والے کو ہنساتی ہے اور ہنسنے والے کو رلاتی ہے۔ بے خوف کو خوف زدہ کرتی ہے اور خوفزدہ کو امن دیتی ہے۔ دولت مند کو محتاج کرتی ہے اور محتاج کو دولت مند بناتی ہے۔ اہل دنیا کو مائل کرنے والی' دھوکہ دینے والی اور ان کے ساتھ کھیلنے والی ہے۔
>
> ''عباداللہ! کتاب اللہ کو اپنا پیشوا بناؤ اور اس کے فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔ اسے اپنا راہنما مانو کہ وہ اپنے ماقبل کتابوں کی ناسخ ہے اور خود اس کو کسی کتاب نے منسوخ نہیں کیا''۔
>
> ''عباداللہ! یہ قرآن شیطان کے مکر کو اس طرح کھول دیتا ہے' جس طرح صبح صادق کی روشنی رات کی تاریکی کو دور کر دیتی ہے''۔ [1]

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے مشیر تھے' اس لیے عملی طور پر بھی اس کے محاسن کا ظہور ہوا۔ چنانچہ تخت نشینی کے ساتھ ہی احسن السیرۃ و رد المظالم' [2] ولید کے دور کے تمام قیدیوں کو جو ناحق قید کیے گئے تھے رہا کر دیا اور جیل خانے بالکل خالی ہو گئے۔ [3]

لیکن اس خوبی کے ساتھ سلیمان میں انتقام کا مادہ زیادہ تھا' چنانچہ جن جن لوگوں سے ولی عہد کے زمانے میں اس کو کسی قسم کی شکایت تھی' ان کا انجام اچھا نہ ہوا' جن میں بعض بڑے بڑے فاتحین اور

---

[1] مسعودی ج۔۲' ص۔۲۶۰ و کتاب البیان والتبیین جاحظ ج۔۱' ص۱۶۶۔
[2] ابوالفدا ج۔۱' ص۲۰۰۔ [3] ابن اثیر ج۔۵' ص۱۴۔

اموی حکومت کے ستون اعظم تھے۔ اس سے حکومت کی عسکری قوت کو نقصان پہنچا۔ اس کے دور میں اس کے محاسن اور انتقام دونوں کے مظاہر ساتھ ساتھ نظر آتے ہیں۔

قتیبہ بن مسلم کی بغاوت اور اس کا قتل

اس کی تخت نشینی کے بعد ہی قتیبہ بن مسلم فاتح ترکستان کے قتل کا واقعہ پیش آیا۔ گو اس کے قتل کو سلیمان سے براہ راست کوئی تعلق نہیں ہے' لیکن اس کا سلسلہ بھی اسی سے ملتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سلیمان ولیدی دور کے تمام جابر عمال خصوصاً حجاج اور اس کے ماتحت حکام کے' جن میں ایک قتیبہ بھی تھا' سخت مخالف تھا۔ پھر ان دونوں نے سلیمان کی ولی عہدی سے اخراج کی تجویز میں ولید کی تائید کی تھی۔ [1] اس لیے ان دونوں کے ساتھ اس کو دوہری مخالفت تھی۔ حجاج کا انتقال ولید ہی کے دور میں ہو چکا تھا۔ البتہ اس کے ماتحت حکام اور قتیبہ باقی تھے' چنانچہ جب اس نے حجاج کے زمانہ کے مظالم کی اصلاح وتلافی کی طرف توجہ کی **هم سليمان في اصلاح ما افسده الحجاج** ۔ [2] تو اس کے ماتحت حکام کی دارو گیر شروع ہوئی۔ [3] گو اس سلسلہ میں سلیمان نے قتیبہ سے کوئی مواخذہ نہیں کیا تھا' لیکن اس کا رخ دیکھ کر خود قتیبہ کو اس کی جانب سے خوف پیدا ہو گیا اور اسے سب سے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ سلیمان اسے خراسان کی ولایت سے معزول کر کے اس کے حریف مقابل یزید بن مہلب کو جسے وہ بہت مانتا تھا' خراسان کا والی نہ بنا دے۔ چنانچہ پہلے اس نے سلیمان کو کئی خط لکھے' جس میں اپنی وفاداری کا یقین دلایا اور سرزمین عجم میں اپنی خدمات کی تفصیل اور اہل عجم میں اپنی دھاک لکھ کر آخیر میں دھمکی دی کہ اگر یزید بن مہلب کو اس کی جگہ مقرر کیا گیا تو وہ علم بغاوت بلند کر دے گا۔ سلیمان نے اس دھمکی پر بھی اس کے ساتھ طرز عمل نہیں بدلا' بلکہ خراسان کی حکومت کا پروانہ اس کو بھیج دیا' لیکن قتیبہ کو اس سے بدگمانی اتنی تھی اور اپنی طاقت اور اپنے ماتحت قبائل کی اطاعت کیشی پر اتنا اعتماد تھا کہ اس نے سلیمان کے جواب کا بھی انتظار نہ کیا اور حکومت کا پروانہ ملنے سے پہلے علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنے ماتحتوں کو فسخ بیعت پر ابھارا' لیکن خلاف توقع کسی نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ یہ رنگ دیکھ کر وہ جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور قبیلہ بنی تمیم پر سخت برہمی ظاہر کی۔ اس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ خود قبیلہ بنی تمیم اس سے بگڑ گیا اور وکیع بن الاسود تمیمی کو سردار بنا کر قتیبہ کے مقابلہ میں آ گیا۔ کئی ہزار اہل عجم نے بھی ساتھ دیا۔ دونوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی۔ قتیبہ کی قوت کمزور تھی۔ اس نے شکست کھائی' وہ خود' اس کے بھائی اور لڑکے مارے گئے اور اس کا سر قلم کر کے سلیمان کے پاس بھجوا دیا گیا۔ قتیبہ کے قتل کے بعد سلیمان نے یزید بن مہلب کو

---

[1] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۔ [2] کتاب العیون والحدائق ص ۲۲۔ [3] یعقوبی ج ۲' ص ۳۵۴۔

خراسان کا والی مقرر کیا۔ ❶

محمد بن قاسم کی گرفتاری اور قتل

محمد بن قاسم اس زمانہ میں سندھ کی مہمات میں مشغول تھا' چنانچہ ملتان کی فتح کے بعد جس کا حال ولید کے دور میں گزر چکا ہے' اس نے بیلمان اور درسرست (سورٹھ) کے علاقوں کو مطیع کیا اور کیرج (جے پور) کے راجہ کو شکست دی۔ ❷

محمد بن قاسم صالح نوجوان تھا۔ اس نے سندھ فتح کیا۔ وہاں اچھے اثرات پیدا کیے۔ عادلانہ نظام حکومت قائم کیا' لیکن وہ حجاج کا بھتیجا تھا۔ اس لیے عتاب سے نہ بچ سکا' چنانچہ سلیمان نے اسے معزول کر دیا اور اس کی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے عراق بھیج دیا۔ صالح بن عبدالرحمٰن یہاں کا والی تھا۔ اس کے بھائی آدم کو جو خارجی تھا' حجاج نے قتل کیا تھا۔ صالح نے اس کا انتقام محمد بن قاسم سے لیا اور اسے قید میں طرح طرح کی تکلیفیں دے کر قتل کرا دیا۔ اہل سندھ پر محمد بن قاسم کی خوبیوں کا اتنا اثر تھا کہ وہ اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے اور اہل کیرج نے اظہار عقیدت کے لیے اس کی تصویر بنا کر رکھی۔ ❸

موسیٰ بن نصیر پر عتاب

اس سے بھی زیادہ افسوسناک واقعہ موسیٰ بن نصیر فاتح اندلس کا ہے۔ تمام مؤرخین بالاتفاق اس واقعہ کی صورت یہ لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن نصیر جس وقت اندلس سے واپس ہوا' اس وقت ولید مرض الموت میں مبتلا ہو چکا تھا اور اس کی حالت مایوس کن تھی۔ اس لیے سلیمان نے چاہا کہ اندلس کی بے کراں دولت اس کی تخت نشینی کے بعد دمشق پہنچے' چنانچہ اس نے موسیٰ بن نصیر کو' جو ابھی راستہ میں تھا' لکھ بھیجا کہ امیر المؤمنین کا دم بازپسیں ہے۔ تم ایسی رفتار سے سفر کرو کہ ان کے بعد دمشق پہنچو۔ موسیٰ کی یہ خواہش تھی کہ آقائے ولی نعمت کی زندگی میں دمشق پہنچ جائے کہ وہ اس کی کارگزاری اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ اس لیے سلیمان کے حکم کی تعمیل نہیں کی اور ولید کی زندگی ہی میں دمشق پہنچ گیا۔ گو ولید اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھا' لیکن موسیٰ کے حسن خدمت کے صلہ میں اس کی بڑی قدر افزائی کی۔ اس عدول حکمی پر سلیمان موسیٰ کا دشمن ہو گیا اور ولید کے بعد اس کا بدلہ لیا۔ برسرعام اس کی سخت تحقیر کی' دھوپ میں کھڑا کیا'

---

❶ طبری اور ابن اثیر وغیرہ میں اس معرکہ کی تفصیلات بہت طویل ہیں' ہم نے خلاصہ لکھا ہے۔
❷ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۵۔ ❸ فتوح البلدان بلاذری ص۔ ۴۴۶ و ابن اثیر ج ۴' ص ۲۳۳۔

پھر یزید بن مہلب کی سفارش پر کئی لاکھ تاوان عائد کر کے چھوڑ دیا۔ جسے وہ پورا نہ کر سکا اور اس کے چند دنوں کے بعد تباہ حالی میں اس کا انتقال ہوا۔ ❶

ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اس شکل میں سلیمان کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے۔ اتنا بڑا فاتح ایک ذرا سی عدول حکمی پر ہرگز اس توہین آمیز سلوک کا مستحق نہ تھا' لیکن اس واقعہ کی تمام تفصیلات اور مختلف بیانات کو پیش نظر رکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ گو سلیمان کے عتاب کا بنیادی سبب یہی واقعہ تھا' لیکن اس کے ساتھ اور بھی چند اسباب پیدا ہو گئے:

① ان میں ایک بڑا سبب یہ تھا کہ سلیمان کے علی الرغم ولید نے موسیٰ کی بڑی عزت افزائی کی۔ پچاس ہزار اشرفیوں کا گراں قدر انعام دیا۔ تین خلعت عطا کیے۔ اس کے لڑکوں کے مراتب بڑھائے' ان کے وظائف مقرر کیے' اس کے پانچ سو غلاموں کو عطیے دیئے اور جو معززین و عمائد اندلس کی مہم میں شریک ہوئے تھے' ان سب کی قدر افزائی کی۔ ❷ مال غنیمت کے بہت سے نوادر خانہ کعبہ کی نذر کیے۔ ❸

اس سے ایک طرف سلیمان کے خلاف مزاج موسیٰ کی عزت افزائی ہوئی۔ دوسری طرف اس داد و دہش میں اندلس کے مال غنیمت کا معتد بہ حصہ صرف ہو گیا۔

② سلیمان اور موسیٰ میں جو گفتگو ہوئی' وہ بھی کچھ خوش گوار نہ تھی۔ موسیٰ نے اپنے ایک لڑکے عبدالعزیز کو اندلس کا اور دوسرے لڑکے عبداللہ کو پورے شمالی افریقہ کا والی بنا دیا تھا۔ سلیمان کو سیاسی نقطہ نظر سے ایک ہی گھر میں شمالی افریقہ سے لے کر فرانس کی حد تک کی حکومت پسند نہ آئی۔ اس نے موسیٰ سے کہا کہ اب تم اتنے مغرور ہو گئے یعنی تمہارے بیٹوں کے علاوہ کوئی اور حکومت کا اہل نہ تھا۔ موسیٰ نے جواب دیا امیر المؤمنین میرے لڑکوں نے اندلس' میورقہ' منورقہ' سردانیہ اور سوس اقصیٰ کو زیر نگیں کیا۔ اس لیے مجھ سے زیادہ معزز کون ہو سکتا ہے۔ سلیمان کو اس کا یہ جواب ناگوار ہوا۔ ❹

③ تیسرا سبب یہ تھا کہ طارق بن زیاد کو موسیٰ سے شکایت تھی۔ اس لیے سلیمان کو اس کے خلاف بھڑکایا' اگرچہ موسیٰ بڑا متدین اور صالح امیر تھا' اس کے متعلق کسی خیانت کا شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا' لیکن اس بارے میں طارق جیسے شخص کی شہادت جو اندلس کی مہمات میں برابر اس کے ساتھ رہا تھا' نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ پھر موسیٰ کی زندگی بڑی امیرانہ تھی۔ اس کے ہزاروں غلام تھے۔ ان سب سے بڑھ کر سلیمان کے دل میں پہلے سے اس کی جانب سے غبار تھا۔ ان اسباب کی بنا پر اس کے دل

❶ سب تاریخوں میں واقعہ کی صورت یہی ہے۔ ❷ کتاب الامامہ والسیاسہ ج ۱' ص ۷۳۔
❸ کتاب الامامہ والسیاسہ ج ۱' ص ۶۸۔ ❹ کتاب الامامۃ والسیاسہ ج ۱' ص ۷۳۔

میں اور زیادہ بدگمانی پیدا ہوگئی۔ ❶

بحیثیت تاریخ نگار کے ان تمام واقعات کا لکھ دینا ضروری تھا' ورنہ درحقیقت ان میں سے کوئی واقعہ ایسا نہیں جو موسیٰ کے ساتھ سلیمان کے طرزِ عمل کے جواز کے لیے کافی ہو۔ یہ دھبہ بہرحال اس کے دامن پر ہے۔ گو کسی مؤرخ نے تصریح کے ساتھ نہیں لکھا ہے' لیکن مختلف مقدمات و واقعات کو پیش نظر رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سلیمان کے اس طرزِ عمل کا ایک سبب اموی عمال کے زور کو جو حکومت پر چھائے ہوئے تھے' توڑنا بھی تھا۔ حجاج اور اس کے ماتحت عمال کی خودسری اور ان کے مظالم کا سب سے بڑا سبب یہی تھا کہ ان کے اعمال و افعال پر عام طور سے کوئی احتساب و مواخذہ نہ تھا۔ گو موسیٰ ان عمال میں نہ تھا' لیکن وہ بھی ناکردہ گناہ' اس زد میں آ گیا۔

عبدالعزیز بن موسیٰ کا قتل

موسیٰ کا لڑکا عبدالعزیز والی اندلس شجاعت و شہامت میں باپ کا خلف الصدق تھا۔ باپ کے ساتھ اس ناپسندیدہ طرزِ عمل کے بعد بیٹے سے وفاداری کی امید رکھنا اصول سیاست کے خلاف تھا' لیکن قبل اس کے کہ سلیمان عبدالعزیز کی جانب توجہ کرتا خود عبدالعزیز کی فوج نے اس کی ایک لغزش پر اسے قتل کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالعزیز نے راڈرک کی بیوہ سے شادی کی تھی' جو اس پر بہت حاوی ہوگئی تھی۔ اس نے عبدالعزیز سے پوچھا کہ اس کے سابق شوہر کی طرح رعایا اس کو سجدہ کیوں نہیں کرتی۔ عبدالعزیز نے جواب دیا یہ ہمارے مذہب میں حرام ہے' لیکن بیوی سے مرعوب زیادہ تھا۔ اس کے دل میں اپنا وقار قائم رکھنے کے لیے اپنی نشست گاہ میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنوایا' جس میں بغیر جھکے ہوئے کوئی شخص اندر داخل نہیں ہوسکتا تھا اور بیوی کو سمجھا دیا کہ لوگ اس کی تعظیم کے لیے جھکتے ہیں۔ فوج کو اس کی خبر ہوئی تو وہ عبدالعزیز سے بگڑ گئی اور اسے قتل کر دیا۔ ❷ بعض روایتوں میں ہے کہ اس کے قتل میں سلیمان کا ہاتھ بھی تھا۔

بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ بیوی کے اصرار سے اس نے تاج بنوایا تھا' جسے خلوت میں پہنتا تھا۔ اس کی فوج نے اس سے یہ سمجھا کہ وہ بیوی کی محبت میں نصرانی ہوگیا ہے' اس لیے اس کو قتل کر دیا۔

فقالوا تنصر ثم هجموا علیه فقتلوه. ❸

فتوحات

❶ نفح الطیب ج۔ ۱' ص ۱۳۲۔ ❷ مجموعہ اخبار فتح اندلس ص ۲۰۔ ❸ البیان المغرب ج۔ ۱' ص ۵۴ ترجمہ اردو۔

ولید کے دور میں بعض فتوحات بھی حاصل ہوئیں۔ جرجان اور طبرستان کے علاقے پہاڑی اور دشوار گزار تھے' کوئی شخص ان پر فوج کشی کی ہمت نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اولوالعزم بہادر سعید بن العاص نے فوج کشی کی تھی' لیکن فتح نہ کر سکے تھے۔ البتہ مصالحت کے ذریعہ خراج وصول کر لیا تھا' لیکن ادھر عرصہ سے دونوں علاقوں نے خراج روک کر خراسان کا راستہ بند کر دیا تھا۔ قتیبہ کے بعد جب یزید بن مہلب خراسان کی ولایت پر مامور ہوا تو ۹۸ھ میں اس نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ جرجان پر فوج کشی کی اور سب سے پہلے قہستان کا محاصرہ کیا۔ یہ علاقہ بالکل پہاڑی تھا۔ قہستانی پہاڑی قلعوں سے نکل کر لڑتے تھے اور جب کمزور پڑ جاتے تھے تو پھر پہاڑیوں میں گھس جاتے تھے' اس لیے زور نہ چلتا تھا۔ یزید نے ناکہ بندی کر کے رسد پہنچنے کا راستہ بند کر دیا۔ اس سے قہستانی بے بس ہو کر صلح پر مجبور ہو گئے اور یزید نے شہر میں داخل ہو کر بڑی دولت حاصل کی اور بہت سے آدمی گرفتار کیے۔

قہستان کے بعد جرجان کا رخ کیا۔ یہاں کے باشندے قہستان کا انجام دیکھ کر ڈر گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے خود پیش قدمی کر کے صلح کر لی اور سامان رسد سے اسلامی فوج کی مدد کی۔ اس سے یزید کا حوصلہ اور بڑھا اور وہ عبداللہ بن معمر یشکری کو چار ہزار مسلمانوں کے ساتھ جرجان میں چھوڑ کر طبرستان کی طرف بڑھا۔ یہاں کے حاکم نے بھی تاب مقابلہ نہ پا کر صلح کا پیام بھیجا' لیکن یزید پر فتح کا نشہ چھایا ہوا تھا۔ اس نے صلح کرنے سے انکار کر دیا اور خود طبرستان کی طرف بڑھ گیا اور اپنے بھائی ابوعیینہ اور اپنے لڑکوں کو فوج دے کر آگے روانہ کر دیا۔ حاکم طبرستان مجبور ہو کر مقابلہ میں آیا۔ پہاڑ کے دامن میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حاکم طبرستان نے شکست کھائی اور طبرستانی پہاڑیوں میں بھاگ گئے۔ ابوعیینہ نے ناعاقبت اندیشی سے پہاڑ کی چڑھائی پر تعاقب کیا۔ شکست خوردہ طبرستانیوں نے اوپر پہنچ کر تیر اور پتھر برسانا شروع کر دیے۔ مسلمان نیچے تھے' اس لیے وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور بہت سے آدمی پہاڑ سے گر کر ضائع ہوئے' جو بچ رہے وہ کسی نہ کسی طرح یزید کے پاس پہنچے۔ اس کامیابی کے بعد حاکم طبرستان نے حاکم جرجان سے خط و کتابت کر کے جرجان میں بغاوت کرا دی۔ ان لوگوں نے شبخون مار کر چار ہزار مسلمانوں کو جو جرجان میں تھے' قتل کر دیا اور جرجان اور خراسان کے درمیان راستہ بند کر دیا کہ مسلمانوں کو خراسان سے مدد نہ مل سکے۔ دوسری طرف حاکم طبرستان نے بھی ناکہ بندی کر دی اور مسلمان ہر طرف سے محصور ہو گئے۔ اسلامی فوج میں عجمی مسلمان بھی تھے۔ یزید نے ایک عجمی حیان نبطی سے کہا کہ اس مصیبت سے رہائی کی تم ہی کوئی صورت نکالو۔ طبرستان جا کر وہاں کے

باشندوں کو کسی طرح مصالحت پر آمادہ کرے' گو وہ عجمی تھا لیکن خود مسلمان اور مسلمانوں کا خیر اندیش تھا۔ اس نے طبرستان جا کر یہاں کے حاکم سے کہا کہ اگرچہ مذہب نے ہم دونوں کو جدا کر دیا ہے' لیکن میں تمہاری ہی قوم کا فرد ہوں اور تمہارا خیر خواہ بھی۔ یزید نے خراسان سے فوجیں طلب کی ہیں جن کا مقابلہ تمہارے بس سے باہر ہے' اس لیے میرا مشورہ ہے کہ فوراً صلح کر لو' اس سے تم لوگ محفوظ ہو جاؤ گے اور یزید کے انتقام کا رخ جرجان کی طرف پھر جائے گا۔ حاکم طبرستان کی سمجھ میں آ گیا' اس نے بہت ساری نقدی و جنس دے کر صلح کر لی۔ طبرستان کی طرف سے اطمینان ہو جانے کے بعد یزید نے جرجان کے باغیوں کا محاصرہ کیا۔ یہ لوگ حسب دستور پہاڑیوں سے نکل کر مقابلہ کرتے تھے اور پھر قلعوں میں گھس جاتے تھے۔ قلعوں میں پہنچنے کا راستہ معلوم نہ تھا۔ اس لیے کئی مہینے تک کامیابی کی کوئی صورت نہ نکلی۔ پھر اتفاق سے اسی نواح کا ایک واقف کار مل گیا۔ اس نے جا کر قلعہ تک پہنچا دیا۔ یہاں پہنچتے ہی ایک طرف سے یزید نے اور دوسری طرف سے خالد بن یزید نے حملہ کر دیا۔ اہل قلعہ بالکل مطمئن تھے' انہیں اس کا گمان بھی نہ تھا۔ اس لیے وہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے اور پسپا ہو کر قلعے میں گھس گئے۔ یزید نے محاصرہ کر لیا۔ محصورین کے نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے انہوں نے مجبور ہو کر سپر ڈال دی۔ یزید نے ان سے مسلمانوں کے قتل کا پورا پورا بدلہ لیا اور ان کی قوت بالکل توڑ دی اور آئندہ بغاوت کے خطرہ کے انسداد کے لیے شہر جرجان بسا کر مسلمانوں کی آبادی قائم کی اور جہم بن قیس کو یہاں کا حاکم بنا کر خراسان واپس ہوا۔ [1]

قسطنطنیہ پر حملہ اور ناکامی

اس دور کا ایک اہم اور تاریخی واقعہ بزنطینی حکومت کے پایہ تخت قسطنطنیہ پر حملہ ہے۔ یہ حکومت مسلمانوں کی سب سے بڑی حریف تھی۔ دونوں حکومتوں کی سرحدیں کئی مقامات پر ملتی تھیں۔ مسلمانوں کے بہت سے مقبوضات بحر روم کے ساحل پر تھے۔ اس لیے ان دونوں میں ہمیشہ کسی نہ کسی سرحد پر معرکہ آرائی رہتی تھی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں اس کے مقابلہ کے لیے "صائفہ" کے نام سے ایک مستقل فوج قائم کر دی تھی' جو ہر سال گرمیوں کے موسم میں رومیوں سے برسرپیکار رہتی تھی۔ انہی کو سب سے پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے رومیوں کی قوت توڑ دی جائے اور مسلمانوں کے لیے یورپ کا دروازہ کھول دیا جائے' چنانچہ ۴۹ھ میں انہوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا' لیکن یہ مہم ناکام رہی تھی۔ اس کے بعد کسی خلیفہ نے ادھر توجہ نہ کی' لیکن رومیوں سے آویزش

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص۔ ۱۱ تا ۱۳ ملخصاً۔

کا سلسلہ برابر قائم رہا۔

سلیمان کے زمانہ میں قسطنطنیہ کی اندرونی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ نسطاط دوم (ANASTASIAS-II) کے زمانہ میں جو خانہ جنگی اور طوائف الملوکی برپا ہوگئی تھی' اس کا سلسلہ تیدوس سوم (THEODORIUS-III) تک برابر قائم تھا۔ ❶ اس لیے سلیمان کو پھر قسطنطنیہ کا خیال پیدا ہوا' چنانچہ ۹۸ھ میں اس نے بڑے اہتمام سے فوج کشی کی تیاریاں کیں۔ تمام ممالک محروسہ سے فوجیں جمع کیں اور ہر طرح کے آلات حرب' قلعہ شکن اسلحہ' آتش گیر مادے اور سامان رسد کے ذخیرے فراہم کر کے اپنے بھائی مسلمہ کو ایک جرار لشکر کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کیا۔ قنسرین تک خود پہنچانے کے لیے گیا اور مسلمہ کو رخصت کرنے کے بعد فوج کی خبر گیری اور امداد کے لیے وزابق میں ٹھہر گیا اور اس مہم کے انجام تک برابر یہاں مقیم رہا۔ ❷ مسلمہ بری اور بحری دونوں سمتوں سے قسطنطنیہ کی طرف بڑھا۔ بحری بیڑہ بحر اسود کی سمت روانہ ہوا اور خود مسلمہ خشکی کے راستے سے ایشیائے کوچک ہوتا ہوا بڑھا۔ عموریہ میں لیون (LEON-III) جو آگے چل کر قسطنطنیہ کے تاج و تخت کا مالک ہوا' اس سے ملا اور وعدہ کیا کہ وہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ کرا دے گا۔ ❸ چنانچہ مسلمہ عموریہ سے اس کی راہنمائی میں قسطنطنیہ پہنچا۔ اس درمیان میں بحری بیڑا بھی پہنچ گیا تھا۔ مسلمہ نے خشکی اور تری دونوں سمتوں سے محاصرہ کر کے قسطنطنیہ کا راستہ بند کر دیا کہ باہر سے اہل شہر کو امداد نہ پہنچنے پائے اور وہ مجبور ہو کر سر اطاعت خم کر دیں۔ مسلمہ اس عزم کے ساتھ آیا تھا کہ وہ بغیر قسطنطنیہ کو فتح کیے واپس نہ جائے گا۔ اس لیے سامان رسد کا کافی ذخیرہ ساتھ لایا تھا' پھر احتیاطاً آس پاس کی افتادہ زمینوں میں کھیتی کرا دی کہ اگر محاصرہ طول کھینچے تو سامان رسد کی کمی نہ ہونے پائے۔ اس اہتمام کے

---

❶ اس کی تفصیل انگریزی اور عربی دونوں تاریخوں میں ہے۔ ❷ کتاب العیون والحدائق ص ۳۰۔

❸ لیون ابتدا میں اناطولیہ کا معمولی باشندہ تھا۔ شام میں اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ عرب مؤرخین اسے عموریہ کا بطریق لکھتے ہیں۔ طوائف الملوکی کے زمانہ میں قسطنطنیہ پہنچا۔ آدمی حوصلہ مند تھا۔ اپنی بہادری اور کارناموں سے بڑا نام پیدا کیا اور نسطاس کے زمانہ میں مشرقی فوج کا سپہ سالار بنا دیا گیا۔ پھر تیدوس کے پرآشوب دور میں اسے تاج و تخت کی ہوس پیدا ہوئی۔ لیکن شاہی خاندان سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا' اس لیے اس آرزو کا پورا ہونا دشوار تھا۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے مسلمہ کو ابھارا اور قسطنطنیہ پر قبضہ کرا دینے کا وعدہ کیا۔ اس لیے کہ تیدوس میں کوئی دم نہ تھا۔ وہ اندرونی نظام سنبھالنے سے عاجز تھا اور لیون اپنے کارناموں سے کافی نام اور رسوخ پیدا کر چکا تھا۔ اس لیے مسلمہ کے حملہ ہی کی صورت میں اس کی کامیابی کا امکان تھا' لیکن انگریزی مؤرخین نے اس واقعہ کو نہیں لکھا۔ ان کے بیان کے مطابق لیون ہی کے زمانہ حکومت میں مسلمانوں کا حملہ ہوا تھا اور اسی نے مدافعت کی۔

ساتھ کئی مہینے محاصرہ قائم رہا۔ اس درمیان میں برابر بحری اور بری جنگ ہوتی رہی۔ اہل قسطنطنیہ کچھ دنوں تک مدافعت کرتے رہے' پھر مسلمانوں کے عزم کو دیکھ کر مصالحت کے لیے آمادہ ہو گئے' لیکن مسلمہ نے انکار کر دیا۔ تیدوس سوم بالکل نااہل تھا۔ اس میں حکومت کا اندرونی نظام سنبھالنے کی بھی اہلیت نہ تھی۔ اس لیے اہل قسطنطنیہ مجبور ہو کر لیون سے جس کی شجاعت کا کافی شہرہ ہو چکا تھا' امداد کے طالب ہوئے۔ ایک بیان یہ ہے کہ خود لیون نے کہلا بھیجا کہ اگر تاج و تخت اس کے حوالے کر دیا جائے تو وہ قسطنطنیہ سے مسلمانوں کو ہٹا دے گا۔ ادھر اس نے مسلمہ کو یقین دلا رکھا تھا کہ اگر اسے قسطنطنیہ کی حکومت مل گئی تو وہ اس کی اطاعت قبول کر لے گا اور قسطنطنیہ کا خزانہ اس کے حوالہ کر دے گا۔ اس لیے مسلمہ اس کے اور اہل قسطنطنیہ کے درمیان نامہ و پیام میں مزاحم نہ ہوا' بلکہ ہر طرح اس کی حمایت کی۔ تیدوس کی نااہلی کی وجہ سے رومیوں نے لیون کی شرط منظور کر لی اور اسے بلا کر حکومت حوالہ کر دی۔ [1]

لیون کی خوش قسمتی سے اس کی تخت نشینی کے بعد ہی قدرت کی جانب سے مسلمانوں کی شکست کے سامان پیدا ہو گئے۔ عرب یورپ کی سردی کے یوں بھی عادی نہ تھے۔ اتفاق سے اس سال غیر معمولی برفباری اور سردی ہوئی' جس کا مسلمان تحمل نہ کر سکے اور ہزاروں آدمی بیمار پڑ کر مر گئے۔ محاصرہ کی طوالت کی وجہ سے سامان رسد بھی ختم ہو چلا تھا۔ کھیتی کچھ برفباری کی کثرت نے برباد کر دی اور کچھ جنگی مشغولیت کی وجہ سے مسلمان دیکھ بھال نہ کر سکے۔ اس لیے سامان رسد کا سخت قحط پڑ گیا اور مسلمان بھوکے مرنے لگے۔ سلیمان ایشیائے کوچک کی سرحد پر موجود تھا' لیکن برفباری کی کثرت کی وجہ سے وہ بھی مدد نہ کر سکا اور ہزاروں مسلمان لقمہ اجل ہو گئے۔ یہ مصیبت تھی ہی' اس پر مستزاد یہ ہوا کہ بلقانیوں نے اڈریا نوپل کی اسلامی فوج کو برباد کر دیا۔ [2] ان مخالف حالات کی وجہ سے اسلامی فوج کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ جو لوگ باقی بچے وہ طرح طرح کے مصائب کا شکار ہوئے۔ اسی دوران میں سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے امداد بھیج کر باقی ماندہ فوجوں کو واپس بلا لیا۔ اگر یہ مہم ناکام نہ ہوئی ہوتی تو مشرقی یورپ میں اسی زمانہ میں مسلمان پہنچ گئے ہوتے۔

علالت' ولی عہدی اور وفات

سلیمان وابق میں مقیم تھا کہ یہیں مرض الموت میں مبتلا ہو گیا۔ اس وقت تک ولی عہدی کا فیصلہ

---

[1] جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ یہ عربی مؤرخین کا بیان ہے۔ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰ و کتاب العیون والحدائق ص ۳۳۔ [2] یہ واقعات ابن اثیر' کتاب العیون والحدائق اور دی اسٹوری آف دی نیشنز کے بیان کا خلاصہ ہیں۔

نہ ہوا تھا۔ جب حالت زیادہ خراب ہوئی' تو اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ولی عہد نامزد کیا۔ محدث رجاء بن حیوۃ ساتھ تھے۔ انہوں نے کہا "خلیفہ ایسے صالح شخص کو بنانا چاہیے کہ قبر میں امن حاصل رہے"۔ سلیمان خود بھی صالح تھا اس لیے رجاء کے کہنے سے وہ اس مسئلہ پر غور کرنے لگا اور دو دن کے بعد وصیت نامہ چاک کر ڈالا اور رجاء بن حیوۃ سے پوچھا کہ میرے لڑکے داؤد کے بارے میں کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ اس وقت قسطنطنیہ کی مہم میں ہیں اور یہ بھی معلوم نہیں کہ زندہ بھی ہیں یا مر گئے ہیں۔ [1] سلیمان نے کہا پھر کیا رائے دیتے ہو؟ رجاء نے کہا اصل رائے تو آپ کی ہے' آپ نام لیجئے میں غور کروں گا۔ [2] سلیمان نے پوچھا عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ رجاء نے عرض کیا' میرے نزدیک وہ نہایت فاضل اور برگزیدہ مسلمان ہیں۔ سلیمان نے کہا واللہ! میرا بھی یہی خیال ہے' لیکن اگر میں عبدالملک کی اولاد کو بالکل نظر انداز کر کے ان کو خلیفہ بنا دوں تو بڑا فتنہ بپا ہو جائے گا اور وہ لوگ ان کو خلافت پر قائم نہ رہنے دیں گے۔ اس لیے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کو خلیفہ اور عبدالملک کو ولی عہد نامزد کرتا ہوں۔ اس سے وہ لوگ مطمئن ہو جائیں گے اور عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کی خلافت مان لیں گے۔ رجاء نے بھی اس کی تائید کی اور اسی وقت سلیمان نے خود اپنے قلم سے یہ وصیت نامہ لکھا:

> "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' یہ تحریر اللہ کے بندے سلیمان امیر المومنین کی جانب سے عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے لیے ہے' میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو' مسلمانو! ان کا کہنا سننا' ان کی اطاعت کرنا' اللہ سے ڈرنا۔ آپس میں اختلاف نہ پیدا کرنا کہ دوسرے تم پر حرص و طمع کی نگاہ ڈالیں"۔

اس وصیت نامہ پر مہر کر کے رجاء کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ وہ اہل خاندان کو جمع کر کے بغیر نام ظاہر کیے ہوئے ان سے نامزد کردہ خلیفہ کی بیعت لے لیں۔ انہوں نے فوراً اس کی تعمیل کی۔ سب نے بالاتفاق **سمعنا و اطعنا** کہا' اس کے بعد پھر سب کے سب سلیمان کو دیکھنے کے لیے گئے' اور ان کے سامنے سب نے فرداً فرداً بیعت کی۔ [3] اس مرحلہ سے فراغت کے بعد صفر ۹۹ھ میں سلیمان کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت پینتالیس سال کی عمر تھی' مدت خلافت دو سال آٹھ مہینے۔

---

[1] قسطنطنیہ کی فوج کا بڑا حصہ تباہ ہو گیا تھا۔

[2] ایک روایت یہ ہے کہ خود رجاء نے عمر بن عبدالعزیز کا نام پیش کیا تھا۔

[3] یہ تفصیلات ابن سعد ج۔ ۵' ص۔ ۲۲۷ تا ۲۲۹ سے ماخوذ ہیں۔

اولاد

انتقال کے بعد دس لڑکے یادگار چھوڑے۔ یزید' قاسم' سعید' عثمان' عبداللہ' عبدالواحد' حارث' عمرو' عمر اور عبدالرحمٰن۔

سلیمانی دور پر تبصرہ

سلیمان کا دور بیرونی فتوحات کے لحاظ سے کچھ زیادہ کامیاب نہیں تھا' لیکن اندرونی اصلاحات کے اعتبار سے بہت ممتاز ہے۔ اس کے زمانے میں اموی حکومت رقبہ کی وسعت اور تمدنی ترقی کے لحاظ سے اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ ان دونوں پہلوؤں پر توجہ کی چنداں حاجت نہ تھی' بلکہ اب اس کے مفاسد کی اصلاح کی ضرورت تھی۔ اس لیے سلیمان کی توجہ زیادہ تر اسی جانب رہی۔ خود بھی مصلحانہ خیالات رکھتا تھا' پھر عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس کے وزیر و مشیر تھے۔ اس لیے تخت نشینی کے ساتھ ہی اس نے اصلاحات شروع کر دیں۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل اصلاح اموی عمال تھے' جنہوں نے اپنے مظالم و مطلق العنانی سے اموی خلفا کو بدنام کر رکھا تھا۔ خود خلفا کچھ ایسے جابر و ظالم نہ تھے' بلکہ عام دنیاوی حکمرانوں کی طرح ان میں اچھے بھی تھے' برے بھی۔ ممکن ہے کہ ان سے کچھ ظالمانہ افعال سرزد ہوئے ہوں اور ضرور ہوئے' لیکن جیسا کہ عام طور سے شہرت ہے' ظلم ان کی خصوصیت نہ تھی۔ اس شہرت کا اصل سبب یہ ہے کہ ان کے بعض عمال خصوصاً حجاج اور اس کے ماتحت حکام ظالم اور مطلق العنان تھے اور خلفا ان کی مطلق العنانی کا بہت کم تدارک کرتے تھے۔ اس لیے ان کے مظالم بھی ان کی طرف منسوب ہو گئے۔ سلیمان نے اس حقیقت کو سمجھ لیا تھا۔ اس لیے تخت نشینی کے ساتھ ہی اس نے عمال کا مواخذہ و احتساب شروع کر دیا۔ اس کے دور سے پہلے جو لوگ ناحق قید کیے گئے تھے' سب کو رہا کر دیا۔ جلاوطن اشخاص کو واپسی کی اجازت دے دی۔ اس سلسلہ میں اتنے قیدی رہا کیے گئے کہ قید خانے خالی ہو گئے۔

حجاج خود مر چکا تھا' لیکن اس کے ماتحت عمال موجود تھے۔ سلیمان نے ان میں سے اکثروں کو معزول کر دیا اور بعض کو سزائیں دیں۔ اس میں اتنی وسعت اور شدت برتی کہ اچھے برے عمال میں بھی امتیاز نہیں کیا' چنانچہ حجاج کے متعلقین کے سلسلے میں محمد بن قاسم فاتح سندھ بھی ناکردہ گناہ کی زد میں آ گیا۔
جیسا کہ میں نے اوپر بھی لکھا ہے' میرا خیال ہے کہ موسیٰ بن نصیر کے ساتھ بھی جو سلوک ہوا' وہ درحقیقت اسی جذبہ کا نتیجہ تھا۔ سلیمان اس کی مطلق العنانی گوارہ نہ کر سکا' گو وہ ناکردہ گناہ اس کے

عتاب کا شکار ہوا' لیکن اس کا ایک بڑا سبب موسیٰ کی مطلق العنانی تھی۔

مذہبی اصلاحات

سلیمان نے بعض خالص مذہبی اصلاحات بھی کیں۔ اموی خلفا نماز عموماً تاخیر سے پڑھا کرتے تھے۔ سلیمان نے اول وقت کا اہتمام کیا۔ ❶

مکہ میں چشمہ کا اجراء

ان اصلاحات کے ساتھ اس نے اور بہت سے مفید کام کیے۔ مکہ میں میٹھے پانی کی بڑی قلت تھی۔ سلیمان نے آب شیریں کا ایک چشمہ جاری کرایا۔ یہ چشمہ خالد بن عبداللہ والی مکہ کے زیر نگرانی تعمیر ہوا۔ اس کے لیے کوہ ثبیر کے دامن میں ایک بڑا سنگی تالاب بنایا گیا تھا' اور اس سے سیسہ کے نل کے ذریعہ حرم میں پانی لایا گیا تھا' جو رکن و زمزم کے درمیان سنگ رخام کے فوارے میں گرتا تھا۔ اس کے افتتاح کی تقریب میں خالد نے تمام اہل مکہ کی دعوت کی۔ اس چشمہ کی وجہ سے مکہ میں میٹھے پانی کی افراط ہو گئی' گو زمزم کے مقابلہ میں اس کو مقبولیت نہ ہوئی۔ ❷

رملہ کی آبادی

شام میں ایک شہر رملہ آباد کیا۔ ولید کے زمانے میں جب کہ وہ فلسطین کا حاکم تھا' اسے رملہ کی جائے وقوع اور اس کی آب و ہوا بہت پسند آئی' چنانچہ اسی زمانے میں اس نے اپنے قیام کے لیے یہاں چند عمارتیں بنوائیں۔ پھر جب خلیفہ ہوا تو اسے بڑی ترقی دی۔ بہت سی عمارتیں' جامع مسجد' تالاب اور حوض بنوائے۔ آبادی کو بڑھانے کے لیے لوگوں کو یہاں منتقل کیا۔ اس سلسلہ میں سرکاری عمارتوں کے علاوہ اور بہت سی عمارتیں بن گئیں اور رملہ اچھا خاصا شہر ہو گیا۔ سلیمان اکثر رملہ ہی میں رہتا تھا۔ اس لیے اسے پایہ تخت کی حیثیت بھی حاصل تھی۔ ❸

قریش اور اہل مدینہ کے وظائف

اس کا طرز عمل اہل مدینہ اور قریش کے ساتھ بڑا فیاضانہ تھا۔ ۹۷ھ میں جب حج کے سلسلے میں مدینہ گیا تو عام اہل مدینہ میں روپیہ تقسیم کیا اور خاندان قریش میں چار ہزار وظیفے مقرر کیے' لیکن ان کے حلیفوں اور موالی کو نظر انداز کر دیا۔ قریش نے کہا ہمارے حلیف اور موالی ہم سے زیادہ مقدم ہیں' اس لیے

---

❶ تاریخ الخلفاء ص ۳۲۶۔ ❷ یعقوبی ج ۲' ص ۳۵۲۔ ❸ معجم البلدان ذکر رملہ۔

ہمارے وظیفے ان کی جانب منتقل کر دیے جائیں۔ اس درخواست پر سلیمان نے ان کے وظائف برقرار رکھے اور انہی کے برابر حلیفوں اور موالی کے علیحدہ وظیفے مقرر کیے۔ [1]

سب سے بڑا کارنامہ

اس کا سب سے بڑا کارنامہ جو سینکڑوں کارناموں اور اصلاحوں سے بڑھ کر ہے، وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی ولی عہدی ہے، جنہوں نے اموی سلطنت کو خلافت راشدہ کے قالب میں بدل دیا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ خود سلیمان کے بیٹے اور حقیقی بھائی موجود تھے اس کا یہ کارنامہ اور زیادہ اہم ہو جاتا ہے۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو اصلاحات ہوئیں، اس کی سعادت میں سلیمان کا بھی حصہ ہے۔

ذاتی حالات

ذاتی حیثیت سے وہ بڑا صاحب اوصاف تھا۔ مؤرخین اسے ''مفتاح الخیر'' (بھلائی کی کنجی) لکھتے ہیں۔ [2] وہ اپنے پیش رو کے برعکس بڑا فصیح و بلیغ تھا۔

[1] یعقوبی ج ۲، ص ۳۵۲۔ [2] ابن اثیر ج ۵، ص ۱۱۴۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

(۹۹ھ تا ۱۰۱ھ مطابق ۷۱۷ء تا ۷۱۹ء)

سلیمان کی وفات کے بعد صفر ۹۹ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے۔ آپ مشہور اموی فرمانروا مروان بن حکم کے پوتے تھے۔ باپ کا نام عبدالعزیز تھا۔ آپ کی ماں ام عاصم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں۔ اس لیے آپ کی رگوں میں فاروقی خون بھی شامل تھا۔ عبدالعزیز خاندان شاہی کے ممتاز رکن تھے۔ اکیس سال تک مصر کے گورنر رہے۔ اس لیے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی پرورش تمول و ثروت اور عیش و تنعم کے گہوارہ میں ہوئی' جس کے اثرات خلافت ملنے تک باقی تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت بڑے اہتمام کے ساتھ مشہور محدث صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی نگرانی میں ہوئی۔ عمر رحمۃ اللہ علیہ فطرتاً صالح و سعید تھے۔ تعلیم و تربیت نے ان کے جوہروں کو اور زیادہ چمکا دیا تھا اور وہ ہر اعتبار سے اپنے خاندان سے بالکل الگ تھے۔ علمی لحاظ سے وہ اپنے زمانہ کے امام تھے۔ علمی حیثیت سے انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے وہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ یادر ہیں گے۔

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خود شاہی خاندان کے رکن تھے۔ پھر عبدالملک کے بھتیجے اور داماد تھے۔ اس لیے وہ مختلف ذمہ دار عہدوں پر ممتاز رہے' لیکن اس دور میں بھی ان کی فطری سعادت نے ساتھ نہ چھوڑا اور وہ جہاں جہاں رہے' اپنے حسن عمل کی بہترین یادگاریں چھوڑیں۔ ولید نے جب ان کو مدینہ کی گورنری پر بھیجنا چاہا تو انہوں نے اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ دوسرے عمال کی طرح ظلم نہ کریں گے' ولید نے اسے منظور کیا۔ [1]

مدینہ پہنچنے کے بعد وہاں کے اکابر فقہا کو بلا کر ان سے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایسے کام کے لیے زحمت دی ہے کہ اس میں میرا ہاتھ بٹانے سے آپ لوگوں کو ثواب ملے گا' اور آپ حامی حق قرار پائیں گے۔ میں آپ لوگوں کی رائے اور مشورہ کے بغیر کوئی کام سرانجام نہ دوں گا۔ جب آپ کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ کو کسی ظلم و زیادتی کی خبر ملے تو آپ کو اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے ضرور اس کی خبر کیجئے۔ [2]

اس مبارک اصلاح کے ساتھ انہوں نے حکومت کا آغاز کیا اور اپنے دور حکومت میں انہوں نے بہت سے مفید کام انجام دیئے' جن کی تفصیل ولید کے دور میں گزر چکی ہے۔ ان میں سب سے بڑا کارنامہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر ہے۔ ان تمام اخلاقی محاسن کے ساتھ بہر حال وہ شاہی خاندان کے

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۳۲۔ [2] ابن سعد ج۔ ۵' ص ۲۴۵۔

رکن اور عیش و تنعم میں پلے ہوئے تھے۔ اس لیے ان کی زندگی بڑی مترفانہ تھی' چنانچہ جب مدینہ کی گورنری پر وہ گئے ہیں' تو تیس اونٹوں پر ان کا ذاتی سامان بار تھا۔ [1]

خوش لباسی اور نفاست کا یہ حال تھا کہ جس لباس پر ایک مرتبہ کسی کی نظر پڑ جاتی تھی' پھر اسے نہ پہنتے تھے۔ [2] خوشبویات کا بڑا شوق تھا۔ داڑھی پر عنبر کا سفوف چھڑکتے تھے۔ [3] اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ خوش لباس اور جامہ زیب آدمی مانے جاتے تھے۔ رجاء بن حیوۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانہ کے سب سے زیادہ خوش لباس' معطر اور تبختر کی چال چلنے والے تھے۔ [4]

خلافت

سلیمان نے جس طرح ان کی خلافت کی وصیت کی' اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ سلیمان کی وفات کے بعد رجاء بن حیوۃ نے اس خطرہ سے کہ موت کی خبر سننے کے بعد مبادا اہل خاندان عمر بن عبدالعزیز کی بیعت میں کچھ لیت و لعل کریں' موت کی خبر کو مخفی رکھا اور دوبارہ اہل خاندان کو جمع کر کے ان سے سلیمان کے وصیت نامہ پر پھر بیعت لی۔ بیعت کو مستحکم کرنے کے بعد سلیمان کی موت کا اعلان کیا اور وصیت نامہ پڑھ کر سنایا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر صرف ہشام بن عبدالملک نے ان کی بیعت سے انکار کیا' لیکن رجاء نے کہا خاموشی سے بیعت کرو ورنہ تمہارا سر قلم کر دوں گا اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھا دیا اور کسی نے چون و چرا نہیں کی۔

خلافت کا بار سر پر آتے ہی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بالکل بدل گئی اور تخت خلافت پر قدم رکھنے کے ساتھ ہی ابوذر غفاری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کا قالب اختیار کر لیا۔ سلیمان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حسب معمول جب آپ کے سامنے شاہی سواری پیش کی گئی تو آپ نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا میرے لیے میرا خچر کافی ہے۔ [5] گھر آئے تو اس بار عظیم کی ذمہ داری سے چہرہ پریشان تھا۔ لونڈی نے پوچھا خیر ہے؟ آپ اتنے متفکر کیوں ہیں؟ فرمایا اس سے بڑھ کر فکر و تشویش کی بات کیا ہو گی کہ مشرق و مغرب میں امت محمدیہ کا کوئی ایسا فرد نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔ [6]

---

[1] یعقوبی ج۔۲' ص ۳۳۹۔
[2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۶۶۔
[3] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۱۔
[4] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۵۱۔
[5] یہ تمام واقعات ابن سعد ج۔۵' ص۔۲۴۷ تا ۲۴۸ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔
[6] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۵۲۔

خلافت سے دستبرداری اور آمادگی

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فطرتاً خلافت کی عظیم الشان ذمہ داریوں سے گھبراتے تھے۔ پھر خلافت کے بارے میں آپ کا جو نقطہ نظر تھا اس کے اعتبار سے آپ کا انتخاب شوریٰ سے نہ ہوا تھا' اس لیے غور وفکر کے بعد آپ اس سے دستبرداری کے لیے آمادہ ہو گئے اور مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے کہا:

''لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لیے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے' اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے' میں خود اسے اتارے دیتا ہوں۔ تم جسے چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو''۔

یہ تقریر سن کر مجمع نے شور بلند کیا کہ ہم نے آپ کو خلیفہ بنایا ہے اور ہم سب آپ کی خلافت پر راضی ہیں۔ آپ اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے۔ جب آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ کسی شخص کو آپ کی خلافت سے اختلاف نہیں ہے تو اس وقت آپ نے اس بار عظیم کو قبول فرمایا اور مسلمانوں کے سامنے تقریر کی۔ اس میں تقویٰ و آخرت کی تلقین کے بعد خلیفہ اسلام کی اصل حیثیت واضح کی' جسے اموی فرمانرواؤں نے ملوکیت میں گم کر دیا تھا۔

''امابعد! تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی آنے والا نہیں ہے اور اللہ نے اس پر جو کتاب اتاری ہے' اس کے بعد دوسری کتاب آنے والی نہیں ہے۔ اللہ نے جو چیز حلال کر دی ہے وہ قیامت تک کے لیے حلال ہے اور جو حرام کر دی وہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ صرف (احکام الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں۔ خود اپنی طرف سے کوئی نئی بات پیدا کرنے والا نہیں ہوں' بلکہ محض پیرو ہوں' کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں تم میں سے کوئی ممتاز آدمی بھی نہیں ہوں بلکہ معمولی فرد ہوں' البتہ تمہارے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھے زیادہ گرانبار کیا ہے''۔ [1]

اپنی حیثیت واضح کرنے کے بعد امور خلافت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس بارے میں آپ کا مطمع نظر اپنے پیشروؤں سے بالکل مختلف تھا۔ آپ اموی حکومت کے پورے نظام میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جب سے اسلامی خلافت نے شخصی سلطنت کا قالب اختیار کیا تھا' اس وقت سے اس

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۸۔

میں مستبد حکومتوں کی تمام برائیاں آ گئی تھیں۔ مذہبی روح کمزور پڑ گئی تھی۔ رعایا کی آزادی ختم ہو گئی تھی۔ جمہور کی آواز دب گئی تھی۔ بیت المال ذاتی خزانہ بن گیا تھا۔ جو ہر طرح کی جائز و ناجائز آمدنیوں سے بھرا جاتا تھا اور اسی بے عنوانی سے صرف کیا جاتا تھا۔ خاندان شاہی کے ارکان اور امرا کے قبضہ میں کروڑوں روپیہ کی جاگیریں تھیں۔ عمال و حکام کے افعال و اعمال پر کوئی احتساب اور مواخذہ نہ تھا اور اس قبیل کی وہ تمام برائیاں جو عموماً شخصی حکومتوں میں ہوتی ہیں' اموی حکومت میں موجود تھیں اور اسلامی خلافت کی حقیقی روح بالکل مردہ ہو گئی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی مقصد خلافت راشدہ کا دوبارہ احیا تھا' لیکن اموی حکومت کو دوبارہ جمہوری بنا دینا آپ کے اختیار میں نہ تھا۔ اس لیے آپ کم سے کم اس کی برائیاں دور کر کے طرز جہانبانی میں اس کو خلافت راشدہ سے قریب تر کر دینا چاہتے تھے۔ یہ انقلاب جتنا اہم تھا اتنا ہی خطرناک اور نازک بھی تھا' لیکن آپ نے تمام مشکلات کو نظر انداز کر کے کام شروع کر دیا۔

غصب شدہ مال اور جائیداد کی واپسی

اس سلسلہ میں سب سے مقدم فرض رعایا اور زیردستوں کے اس مال و جائیداد کی واپسی تھی' جسے شاہی خاندان کے ارکان' اموی عمال اور دوسرے عمائد نے اپنی جاگیر بنا لیا تھا۔ یہ ایسا نازک کام تھا جس کو ہاتھ لگانا سارے خاندان کی مخالفت مول لینا تھا' لیکن سب سے پہلے آپ نے اسی کار خیر کو شروع کیا۔ خود آپ کے پاس بہت بڑی موروثی جاگیر تھی۔ بعض خیر خواہوں نے عرض کیا کہ اگر جاگیر واپس کر دیں گے تو اولاد کے لیے کیا انتظام کریں گے۔ فرمایا ان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ [1] اس کے بعد اہل خاندان کو جمع کر کے فرمایا: ''بنی مروان! تم کو دولت اور شرف کا بڑا حصہ ملا ہے۔ میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے''۔ ان لوگوں نے جواب دیا ''اللہ کی قسم! جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہو جائیں گے' اس وقت تک یہ جائیدادیں واپس نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی قسم! نہ ہم اپنے آباؤ اجداد کو کافر بنا سکتے ہیں اور نہ اپنی اولادوں کو مفلس بنائیں گے''۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''اللہ کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم کو ذلیل اور رسوا کر کے چھوڑوں گا''۔ [2]

اس کے بعد عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے تقریر کی: ''ان لوگوں (یعنی اموی خلفاء) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطایا دیئے' اللہ کی قسم جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۱۰۸۔
[2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۱۱۵۔

ہمیں ان کے لینے کا۔ اب میں سب کو ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں' اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں''۔

اس تقریر کے بعد جاگیروں کی اسناد کا خریطہ منگوایا' عیسیٰ بن مزاحم ان اسناد کو نکال کر پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ انہیں قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے تھے۔ صبح سے لے کر ظہر کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ [1] اور اپنی اور اپنے پورے خاندان کی ایک ایک جاگیر واپس کر دی' حتیٰ کہ اپنے پاس نگینہ تک نہ رہنے دیا۔ [2] آپ کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک بیش قیمت پتھر دیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے بیوی سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کر دو یا مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ' اطاعت شعار بیوی نے اسی وقت وہ پتھر بیت المال میں داخل کر دیا۔ [3]

فدک کا فیصلہ

فدک کا علاقہ خلفائے راشدین کے زمانے سے ان میں اور اہل بیت میں متنازعہ فیہ چلا آتا تھا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا۔ اس کی آمدنی آپ اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اسے آپ سے مانگا تھا' لیکن آپ نے نہیں دیا' اس لیے خلفائے راشدین نے بھی اس کو اپنے انتظام میں رکھا اور اس کی آمدنی انہی مصارف میں صرف کرتے رہے' جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف فرماتے تھے۔ مروان نے اپنے زمانہ میں اسے جاگیر بنا لیا تھا۔ اس لیے وہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قبضہ میں آیا۔ اس پر ان کی اور ان کے اہل وعیال کی معاش کا دارومدار تھا' لیکن وہ اہل بیت کی وراثت میں نہ تھا' اس لیے انہیں بھی واپس نہ کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عمل کی تحقیقات کر کے فدک کو اپنے ملک سے نکال کر پھر اس کے قدیم مصارف کے لیے مخصوص کر دیا اور آل مروان سے کہا ''فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خالصہ تھا' جس کی آمدنی آپ اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات پر صرف فرماتے تھے' فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے مانگا تھا' لیکن آپ نے نہیں دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی پر عمل ہوتا رہا۔ پھر مروان نے اسے اپنی جاگیر بنا لیا اور وہ وراثۃً میرے قبضہ میں آئی' لیکن جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی نہیں دی' اس پر میرا کوئی حق نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں تم کو گواہ بناتا

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی ص ۳۰۸۔ [2] ابن سعد ج۔۵ ص ۳۵۲۔
[3] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۳۔

ہوں کہ فدک میں جو صورت رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی‘ میں اس کو اسی حالت پر لوٹاتا ہوں۔“ ❶
اپنی اور اپنے خاندان کی جاگیروں کو واپس کرانے کے بعد عام مغصوبہ اموال کی واپسی کی طرف متوجہ ہوئے اور عمال کے پاس تاکیدی احکام بھیج کر تمام ممالک محروسہ کے غصب شدہ مال واملاک کو واپس کر دیا۔ عراق میں اس کثرت سے مال واپس کیا گیا کہ وہاں کا خزانہ خالی ہو گیا اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو عراق کی حکومت کے اخراجات کے لیے دارالخلافہ سے روپیہ بھیجنا پڑا۔ ❷ ملکیت کے ثبوت کے لیے بڑی سہولت رکھی تھی۔ زیادہ زحمت نہ اٹھانا پڑتی تھی۔ معمولی شہادت پر مال واپس مل جاتا تھا۔ ❸ جو لوگ مر چکے تھے ان کے ورثاء کو واپس ملتا تھا۔ ❹ اس کا سلسلہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات تک برابر قائم رہا۔ ❺ غرض مال وجائیداد اور نقد وجنس کی قسم سے جو بھی ناجائز طور پر کسی کے قبضہ میں تھا‘ ایک ایک کر کے ان کے اصلی وارثوں کو واپس کر دیا گیا ❻ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا یہ وہ کارنامہ ہے جس کی مثال دُنیا کی کوئی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

خاندان بنی امیہ کی برہمی

عمر بن عبدالعزیز کے اس عدل نے بنی امیہ کو بالکل تہی دست کر دیا تھا۔ اس لیے قدرتاً ان میں بڑی برہمی پیدا ہوئی‘ چنانچہ آل مروان نے ہشام کو اپنا وکیل بنا کر ان سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا۔ انہوں نے جا کر کہا کہ ان امور میں جن کا تعلق آپ کے زمانہ سے ہے آپ جو چاہے کیجئے‘ لیکن گذشتہ خلفا جو کچھ کر گئے ہیں اسے اسی حالت پر رہنے دیجئے۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر ایک ہی معاملہ کے لیے تمہارے پاس دو دستاویز ہوں۔ ایک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اور دوسری عبدالملک کی تو تم ان میں سے کس کو قبول کرو گے۔ ہشام نے کہا کہ جو پہلے کی ہو۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا تو پھر میں نے کتاب اللہ کو سب سے زیادہ قدیم دستاویز پایا اس لیے میں ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے‘ خواہ وہ میرے زمانہ کی ہو یا مجھ سے پہلے کی ہو میں اسی قدیم دستاویز کے مطابق عمل کروں گا۔ اس پر سعید بن خالد نے کہا‘ امیر المومنین! جو چیز آپ کی ولایت میں ہے اس میں آپ حق وانصاف کے مطابق جو فیصلہ چاہے کیجئے‘ لیکن گذشتہ خلفا اور ان کی بھلائیوں اور برائیوں کو ان کی

---

❶ ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللہ ﷺ وطبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز۔ بعض تاریخوں میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اہل بیت کو فدک واپس کر دیا تھا لیکن یہ غلط ہے۔

❷ ابن سعد ج۔۵‘ ص ۲۵۲۔ ❸ ابن سعد ج۔۵‘ ص ۲۵۲۔ ❹ تہذیب الاسماء جلد اول ص ۲۰۔

❺ ابن سعد ج۔۵‘ ص ۱۵۱۔ ❻ ابن سعد ج۔۵‘ ص ۲۵۲۔

حالت پر رہنے دیجئے۔ اتنا آپ کے لیے کافی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں اللہ کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص چھوٹے بڑے لڑکوں کو چھوڑ کر مر جائے اور بڑے لڑکے اپنی قوت کے زور سے سارے مال پر قبضہ کر کے کھا جائیں اور چھوٹے لڑکے تم سے مدد چاہیں تو تم کیا کرو گے۔ سعید نے جواب دیا ان کے حقوق واپس دلاؤں گا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہی تو میں نے بھی کیا۔ مجھ سے پہلے کے خلفا نے ان لوگوں کو اپنی قوت سے دبایا۔ ان کے ماتحتوں نے بھی ان کی تقلید کی' اب جب میں خلیفہ ہوا تو یہ کمزور لوگ میرے پاس آئے' ایسی صورت میں میرے لیے اس کے سوا چارۂ کار کیا ہے کہ طاقتور سے کمزور کا اور اعلیٰ سے ادنیٰ کا حق دلاؤں۔ [1] ان کے خاندان والوں کو بیت المال سے جو وظائف اور گذارے ملتے تھے بند کر دیئے۔ عیینہ بن سعد نے شکایت کی کہ امیر المؤمنین آپ پر ہم لوگوں کا بھی حق ہے۔ آپ نے فرمایا میرے ذاتی مال میں تمہارا حق ہوسکتا تھا' مگر اس میں اتنی گنجائش نہیں اور بیت المال میں تمہارا اس سے زیادہ حق نہیں ہے جتنا برک غماد کے آخری حدود میں رہنے والے کا۔ واللہ! اگر ساری دنیا تم لوگوں کی رائے کی ہو جائے تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ [2] غرض آپ کے اعزۂ اقربا اور اہل خاندان نے آپ کو ہر طرح سے روکنے کی کوشش کی' لیکن کوئی چیز آپ کو قیام عدل سے نہ روک سکی اور آپ نے سارے اموال مغصوبہ واپس دلا کر چھوڑے۔

بیت المال کی آمدنی اور اس کے مصارف کی اصلاح

اموی خلفا نے بیت المال کو ذاتی خزانہ بنا لیا تھا اور اس کی آمدنی اور مصارف کسی چیز میں بھی احتیاط نہ برتی جاتی تھی۔ جائز و ناجائز ہر طرح کی آمدنی سے خزانہ بھرا جاتا تھا اور اسی بے عنوانی کے ساتھ صرف کیا جاتا تھا۔ بیت المال کا بڑا حصہ ان کے ذاتی تعیش پر صرف ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی پوری اصلاح کی اور اس کے تمام ناجائز مصارف بند کر دیئے۔ اموال مغصوبہ کی واپسی کے سلسلہ میں بہت بڑا حصہ بیت المال میں واپس ہو گیا تھا۔ اپنے گھر کا ایک ایک نگینہ تک انہوں نے بیت المال میں داخل کر دیا تھا۔ خاندان کے تمام وظائف بند کر دیئے۔ شاہی شکوہ و تجمل کے تمام اخراجات موقوف کر دیئے' چنانچہ تخت نشینی کے بعد جب شاہی اصطبل کے داروغہ نے سواریوں کے اخراجات مانگے تو حکم دیا کہ تمام سواریوں کو بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی جائے۔ میرے لیے میرا خچر کافی ہے۔ [3] خود اپنا تمام ذاتی سامان امارت' لونڈی' غلام' فرش و

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ابن جوزی ص ۱۱۸ و ۱۱۹۔ [2] سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۱۴' ۱۱۵۔

[3] تاریخ الخلفا ص ۲۳۱۔

فروش، لباس و عطریات وغیرہ بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی۔ ❶ بیت المال کی آمدنی بڑھانے کے لیے حجاج نومسلموں سے بھی جزیہ وصول کرتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بالکل بند کر دیا اور ایک عام حکم جاری کر دیا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں ان کا جزیہ چھوڑ دیا جائے۔ اس حکم پر تنہا مصر میں اتنے آدمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ حیان بن شریح نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجا کہ ''اس حکم کی وجہ سے اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ آمدنی گھٹ گئی ہے اور مجھے قرض لے کر مسلمانوں کو وظیفے دینے پڑے''۔ آپ نے اس کے جواب میں لکھا کہ ''جزیہ بہرحال موقوف کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔'' ❷ اس بارے میں اتنی سختی برتی کہ فرمان عام جاری کر دیا کہ اگر کسی غیر مسلم کا جزیہ ترازو میں رکھا جا چکا ہو اور اس حالت میں بھی وہ اسلام قبول کر لے یا نئے سال کے آغاز سے ایک دن پہلے (جبکہ پورے سال کا جزیہ عائد ہو جاتا ہے) اسلام لے آئے تو بھی جزیہ نہ لیا جائے۔ ❸

خراج کی وصولی کے متعلق عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو فرمان لکھا:

> ''زمین کا معائنہ کرو، بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو۔ اگر بنجر زمینوں میں کچھ صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش خراج لو اور ان کی اصلاح کرو کہ وہ آباد ہو جائیں۔ جن آباد زمینوں پر پیداوار نہیں ہوتی ان کا خراج نہ لو اور جو زمینیں قحط زدہ ہو جائیں ان کے مالکوں سے نرمی سے خراج وصول کرو۔ خراج میں صرف وزن سبعہ لو۔ ٹکسال والوں، چاندی پگھلانے والوں سے نوروز کے ہدیئے، عرائض نویسی، شادی اور گھروں کا ٹیکس اور نکاح کا نہ لیا جائے، جو ذمی مسلمان ہو جائے اس پر ٹیکس نہیں ہے''۔ ❹

ان کے علاوہ جس قدر ناجائز ٹیکس تھے سب موقوف کر دیئے۔ ❺

بیت المال کی حفاظت کا انتظام

بیت المال کی حفاظت کا نہایت سخت انتظام کیا۔ ذرا سی بے احتیاطی پر سخت باز پرس کرتے۔ ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک اشرفی گم ہو گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں

❶ تہذیب الاسماء ج۔۱، ص ۲۱۔ ❷ مقریزی ج۔۲، ص ۱۲۵۔ ❸ ابن سعد ج ۵ ص ۲۶۲۔
❹ کتاب الخراج ص ۴۹۔ ❺ ابن سعد ج ۵، ص ۱۸۳۔

کے افسر خزانہ کو لکھا کہ میں تمہاری امانت پر بدگمانی نہیں کرتا' لیکن تم کو لاپرواہی کا مجرم قرار دیتا ہوں اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے مال کا مدعی ہوں' تم پر فرض ہے کہ اپنی صفائی میں شرعی قسم کھاؤ۔ [1]
یزید بن مہلب بن ابی صفرہ والی خراسان کو خیانت کے جرم میں موقوف کر دیا۔ [2]

دفتری اخراجات میں تخفیف کی' ابوبکر بن حزم نے سلیمان کے زمانہ میں کاغذ' قلم' دوات اور روشنی کے مصارف میں اضافہ کی درخواست کی تھی' ابھی اس پر کوئی حکم صادر نہ ہوا تھا کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ابوبکر کو لکھا کہ وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں بغیر روشنی کے کیچڑ میں اپنے گھر سے مسجد نبوی میں جاتے تھے اور آج واللہ! اس سے کہیں تمہاری حالت بہتر ہے۔ قلم باریک کرو اور سطریں قریب قریب لکھا کرو۔ ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لو' میں مسلمانوں کے خزانہ سے کوئی ایسی رقم نہیں دینا چاہتا' جس سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے۔ [3] تمام عمال کو ہدایت لکھی کہ کوئی عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے' خود آپ کے فرامین ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔ [4] اس سلسلہ میں انہوں نے جس قدر احتیاط برتی اس کی تفصیل آئندہ ان کی دیانت کے حال میں آئے گی۔

مصارف میں اصلاح

بیت المال کی آمدنی کا بڑا حصہ خلفا کے ذاتی تعیش اور حکومت کے ظاہری دبدبہ وشکوہ پر صرف ہوتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جیسا کہ اوپر گذر چکا تمام غیر ضروری مصارف بند کر کے اس کو مسلمانوں کے مفاد کے لیے مخصوص کر دیا۔ گذشتہ خلفا خمس کے مقررہ مصارف کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس کو صحیح مصرف میں لگایا۔ [5]

ملک میں جتنے مجبور اور معذور اشخاص تھے' سب کے نام درج رجسٹر کر کے ان کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ اگر اس میں کسی عامل سے ذرا سی بھی غفلت ہوتی تھی' تو سخت تنبیہ کرتے تھے۔ [6] بعضوں کو نقد کے بجائے جنس ملتی تھی۔ [7] وہ قرض دار جو ناداری کی وجہ سے قرض ادا نہ کر سکتے تھے' ان کے قرض کی ادائیگی کی ایک مد قائم کی۔ [8]

شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر کیے۔ [9] ایک عام لنگر خانہ قائم کیا جس سے فقرا اور مساکین

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۸۵۔ [2] یعقوبی ج ۲' ص ۳۱۳۔ [3] ابن سعد ج ۵ ص ۲۹۶۔
[4] ابن سعد ج ۵' ص ۲۹۶۔ [5] ابن سعد ج ۵' ص ۲۵۷' ۲۵۸۔ [6] اصابہ ج ۵' ص ۸۰۔
[7] ابن سعد ص ۳۵۵۔ [8] ابن سعد ص ۲۵۷۔ [9] ابن سعد ص ۲۵۵۔

کو کھانا ملتا تھا۔ ❶

ان کے علاوہ تمام ملک کے حاجتمندوں میں صدقات تقسیم ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص کو غربا میں صدقات تقسیم کرنے کے لیے رقعہ بھیجنا چاہا۔ اس نے عذر کیا کہ میں ناواقفیت کی وجہ سے وہاں کے امیر و غریب میں امتیاز نہیں کر سکتا' فرمایا جو تمہارے سامنے ہاتھ پھیلائے اسے دے دینا۔ ❷

رعایا کی خوشحالی

ناجائز آمدنیوں کے سدباب' مظالم کے انسداد اور عام داد و دہش کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے زمانہ میں رعایا بڑی آسودہ حال ہو گئی۔ ملک کے طول و عرض سے افلاس اور غربت کا نام و نشان مٹ گیا اور کچھ دنوں میں صدقہ لینے والے نہ ملتے تھے۔ مہاجر بن یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگ صدقہ تقسیم کرنے پر مقرر تھے۔ ایک ہی سال میں یہ حال ہو گیا کہ ایک سال پہلے جو لوگ صدقہ لیتے تھے' وہ دوسرے سال دوسروں کو صدقہ دینے کے قابل ہو گئے تھے۔ ❸

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے صرف ڈھائی برس خلافت کی۔ اس مختصر مدت میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ عمال کے پاس صدقہ کا مال تقسیم کرانے کے لیے لے جاتے تھے اور کوئی لینے والا نہ ملتا تھا اور وہ لوگ مجبور ہو کر صدقہ واپس لے جاتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے رعایا کو اس قدر آسودہ حال کر دیا تھا کہ کوئی شخص حاجت مند باقی ہی نہ رہ گیا تھا۔ ❹

ظالم عہدہ داروں کا تدارک اور مظالم کی اصلاح

اموی عمال عموماً ظلم و جور کے خوگر تھے۔ سلیمان نے اپنے زمانہ میں ایک حد تک اس کا تدارک کیا تھا' لیکن ابھی اس کے آثار باقی تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری اصلاحات کے ساتھ اس کی جانب بھی توجہ کی اور حجاج کے پورے خاندان کو' جو سب سے زیادہ ظالم تھا' یمن جلاوطن کر دیا اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل عقیل کو بھیج رہا ہوں' جو عرب میں بدترین خاندان ہے' اس کو اپنے حدود حکومت میں منتشر کر دو۔ ❺

حجاج سے تعلق رکھنے والے تمام عمال کو ہر قسم کے ملکی حقوق سے محروم کر دیا۔

❶ ابن سعد ص ۲۷۹۔ ❷ زرقانی شرح موطا ج ۴' ص ۲۳۷۔
❸ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۵۔ ❹ فتح الباری ج ۶' ص ۲۵۱۔
❺ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۰۔

بدنام عمال سے حکومت کو صاف کرنے کے ساتھ ہی عام عمال کی اصلاح کے لیے ان کے نام ایک عام فرمان جاری کیا کہ عام لوگ ان برے عمال کی وجہ سے جنہوں نے برے دستور قائم کیے اور کبھی انصاف، نرمی اور احسان کا ارادہ نہیں کیا، سخت مصیبت، سختی اور جور و ظلم میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ❶

ایک والی عبدالحمید کو لکھا کہ وسوسہ شیطانی اور حکومت کے ظلم و جور کے بعد انسان کی بقا نہیں ہوسکتی۔ اس لیے میرا خط ملتے ہی ہر حق دار کو اس کا حق ادا کرو۔ ❷ ظلم و جور کے جتنے وسیلے تھے، سب یک قلم بند کر دیئے۔ اموی دور میں ذرا ذرا سی بدگمانی اور سوئے ظن پر سزا دینا عام تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس طریقہ کو بالکل بند کر دیا۔ موصل میں چوری اور نقب زنی کی وارداتیں بکثرت ہوتی تھیں۔ یہاں کے والی غسانی نے لکھا کہ جب تک لوگوں کو شبہ میں نہ پکڑا جائے گا اور سزا نہ دی جائے گی، اس وقت تک یہ وارداتیں بند نہیں ہوسکتیں۔ آپ نے لکھا صرف شرعی ثبوت پر مواخذہ کرو، اگر حق ان کی اصلاح نہیں کرسکتا تو اللہ ان کی اصلاح نہ کرے۔ ❸ اسی طرح جراح عبداللہ بن حکمی والی خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان کی روش نہایت خراب ہے۔ ان کو کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی اور چیز درست نہیں کرسکتی، اگر امیر المؤمنین مناسب سمجھیں تو اس کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ نے جواب میں لکھا۔ "تمہارا یہ کہنا کہ اہل خراسان کو کوڑے اور تلوار کے علاوہ کوئی اور شے درست نہیں کرسکتی، بالکل غلط ہے۔ ان کو عدل اور حق درست کرسکتا ہے۔ اسی کو جہاں تک ہوسکے عام کرو۔" ❹

ظلم کا ایک طریقہ یہ تھا کہ عمال چیزوں کا نرخ گھٹا کر کم قیمت پر خرید لیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے قانون بنا دیا کہ "کوئی عامل کسی رعایا کا مال کم قیمت پر نہیں خرید سکتا" فارس کے عہدہ داروں کے متعلق اس قسم کی عام شکایت تھی۔ یہاں کے والی کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے ماتحت عہدہ دار پھلوں کا تخمینہ کر کے کم قیمت پر ان کو خریدتے ہیں اور کردوں کے قبیلے مسافروں سے عشر وصول کرتے ہیں، اگر یہ معلوم ہو گیا کہ تمہارے ایما سے ہوتا ہے یا تم اسے پسند کرتے ہو تو میں تم کو نہ چھوڑوں گا۔ بشر بن صفوان، عبداللہ بن صفوان، عبداللہ ابن عجلان اور خالد بن سالم کو اس کی تحقیقات کے لیے بھیجتا ہوں۔ اگر یہ اطلاع صحیح نکلی تو پھل ان کے مالک کو واپس کر دیئے جائیں گے اور جن جن باتوں کی اطلاع ملی ہے: یہ لوگ ان سب کی تحقیقات کریں گے۔ تم اس میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کرنا۔ ❺

---

❶ یعقوبی ج۔۲، ص ۳۶۲۔ ❷ ابن سعد ج۔۵، ص ۲۷۱۔ ❸ تاریخ الخلفاء ص ۲۳۸۔
❹ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۳۔ ❺ ابن سعد ج۔۵، ص ۲۸۹، ۲۹۰۔

ذمیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ طرز عمل

کسی حکمران کے عدل وانصاف اور ظلم وجور کے جانچنے کا سب سے بڑا معیار دوسری ماتحت قوموں اور اہل مذاہب کے ساتھ اس کا سلوک اور طرز عمل ہے۔ اس معیار سے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا دور سراپا عدل تھا۔ انہوں نے ذمیوں کے حقوق کی جیسے حفاظت کی اور ان کے ساتھ جو نرمی برتی، اس کی مثال عہد فاروقی کے علاوہ تاریخ اسلام کے کسی دور میں نہیں مل سکتی۔ ذمیوں کی اور مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت میں سرمو فرق نہیں کیا۔ ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی۔ جزیہ کی وصولی میں نرمی اور سہولت پیدا کی۔ ان کے لیے ہر طرح کی آسانیاں مہیا کیں۔ عمال کو وقتاً فوقتاً ان کے متعلق احکام لکھتے رہتے۔

عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی برتو، ان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے، اس کی کفالت کا انتظام کرو۔ اگر اس کا کوئی صاحب حیثیت رشتہ دار ہو تو اسے اس کی کفالت کا حکم دو، ورنہ بیت المال سے کفالت کا انتظام کرو، جس طرح اگر کوئی تمہارا غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے یا تو آزاد کرنا پڑے گا یا مرتے دم تک اس کی کفالت کرنی پڑے گی۔ [1]

ذمی کے خون کی قیمت مسلمانوں کے خون کے برابر قرار دی۔ ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے حیرہ کے حاکم کو لکھا کہ قاتل کو فوراً مقتول کے ورثاء کے حوالہ کر دو۔ وہ چاہیں قتل کریں چاہیں معاف کریں، چنانچہ اس حکم پر قاتل حوالے کر دیا گیا اور مقتول کے ورثاء نے اسے قتل کر دیا۔ [2] کوئی مسلمان ذمیوں کے مال پر دست درازی نہیں کر سکتا تھا۔ جو ایسا کرتا تھا، اسے پوری سزا ملتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعوذی نے ایک سرکاری ضرورت سے ایک نبطی گھوڑا بیگار میں پکڑ لیا اور اس پر سواری کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔ [3]

مال مغصوبہ کی واپسی کے سلسلہ میں شاہی خاندان سے ذمیوں کی زمینیں بھی واپس دلائیں۔ ایک ذمی کی زمین عباس بن ولید کے قبضہ میں تھی۔ اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعویٰ کیا کہ عباس نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عباس سے پوچھا تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔ انہوں نے کہا والد نے مجھے جاگیر دی تھی اور میرے پاس اس کی سند موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی کتاب ولید کی سند پر

---

[1] ابن سعد ج۔۵، ص۲۸۰۔ [2] نصب الرایہ ص۳۶۰۔ [3] ابن سعد ج۔۵، ص۲۷۶۔

مقدم ہے اور ذمی کی زمین واپس دلا دی۔ ❶ ان کے وہ مذہبی حقوق جو گذشتہ خلفا کے زمانہ میں سلب ہو گئے تھے' از سر نو قائم کیے۔ دمشق کا ایک گرجا ایک عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا۔ عیسائیوں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعویٰ کیا۔ انہوں نے واپس دلا دیا۔ اسی طریقہ سے ایک مسلمان نے ایک گرجا کی نسبت عذرداری کی کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر یہ عیسائیوں کے معاہدہ میں ہے تو تم اس کو نہیں پا سکتے۔ ❷ جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں عمال ذمیوں کے اوپر جو سختیاں کرتے تھے' ان کو بالکل بند کر دیا اور جو بے عنوانیاں ہو چکی تھیں حتی الامکان ان کی تلافی کی کوشش کی۔ ابن اشعث کی بغاوت کی حمایت کے الزام میں حجاج نے عراق کے ذمیوں کے جزیہ کی مقدار بڑھا دی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس اضافہ کو گھٹا دیا ❸ جزیہ کی وصولی میں ان کے ساتھ اتنی نرمی برتی جاتی تھی کہ اس سے بازار کا نرخ چڑھ جاتا تھا' لیکن اس کا آپ نے کوئی لحاظ نہ کیا۔ آپ کے زمانہ میں غلہ کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا۔ ایک شخص نے اس کا سبب پوچھا' آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ خلفا جزیہ کی وصولی میں ذمیوں کو بڑی سخت تکلیفیں دیتے تھے اور میں ان پر اتنا ہی بار ڈالتا ہوں جس کو وہ اٹھا سکیں۔ اس لیے ہر شخص آزادی کے ساتھ جس طرح چاہتا ہے' اپنا غلہ فروخت کرتا ہے۔ ❹

مقدمات میں ذمیوں اور شاہی خاندان میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔ دونوں کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر کیا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں کو برابر کھڑا کیا۔ ہشام کو یہ ناگوار ہوا۔ اس نے تمکنت میں آ کر عیسائی کے ساتھ سخت کلامی کی۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔ ❺

محاصل میں اضافہ

یہ حیرت انگیز امر ہے کہ جزیہ کی وصولی میں ان سہولتوں اور ناجائز آمدنیوں کے سدباب کے باوجود بیت المال کی آمدنی پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ بعض ملکوں کی آمدنی میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا' چنانچہ عراق کی آمدنی حجاجی دور سے کہیں زیادہ بڑھ گئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ حجاج پر لعنت کرے نہ اس کو دین کا سلیقہ تھا' نہ دنیا کا۔ وہ باوجود اپنے مظالم کے عراق سے دو کروڑ اسی لاکھ سے زیادہ وصول نہ کر سکا اور زمین کی آبادی کے لیے کاشت کاروں کو بیس لاکھ قرض دینے کے بعد

---

❶ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۴۔ ❷ فتوح البلدان ص ۱۳۰۔ ❸ فتوح البلدان ص ۱۳۰۔
❹ کتاب الخراج قاضی ابو یوسف ص ۷۶۔ ❺ کتاب العیون والحدائق۔

کل ایک کروڑ سات لاکھ کا اضافہ ہوا۔ اور میرے زمانہ میں بغیر کسی ظلم وزیادتی کے بارہ کروڑ چالیس لاکھ آمدنی ہوگئی۔ اگر میں زندہ رہا تو ابھی اس آمدنی میں اور اضافہ ہوگا۔ ❶

رفاہ عام کے کام

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جس قدر اصلاحیں کیں، ان میں سے کوئی بھی رفاہ عام سے خالی نہیں ہے۔ ان کے علاوہ اصطلاحی معنوں کے اعتبار سے بھی آپ نے بہت سے رفاہ عام کے کام کیے۔ ممالک محروسہ میں بکثرت سرائیں بنوائیں۔ خراسان کے والی کو لکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں۔ ❷ سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السری کو حکم بھیجا کہ اس علاقہ کے تمام شہروں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں اور جو مسلمان ادھر سے گزرے ایک شبانہ یوم اس کی میزبانی کی جائے۔ اس کی سواری کی حفاظت کی جائے۔ بیمار مسافروں کی دو دن میزبانی کی جائے۔ جس کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو اس کا سامان کیا جائے۔ ❸

احیائے شریعت اور مذہبی خدمات

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے جس طرح حکومت کا سیاسی ڈھانچہ بدلا اور اس کے ہر شعبہ میں اصلاحات کیں اسی طرح شریعت کا احیا اور اس کی تجدید کی اور امویوں کے مذہبی تساہل سے جو امور جادہ شریعت سے ہٹ گئے تھے انہیں دوبارہ اس راستہ پر لگایا۔ عمال کے نام جو فرامین جاتے تھے ان سب میں احیائے شریعت اور استیصال بدعت کی تاکید ہوتی تھی۔ ❹

عدی بن ارطاۃ کو ایک فرمان لکھا کہ ایمان چند فرائض، چند احکام اور چند سنن کا نام ہے۔ جس نے ان اجزاء کی تکمیل کی اس نے ایمان کو مکمل کر لیا اور جس نے ان کی تکمیل نہیں کی، اس نے ایمان کی تکمیل نہیں کی۔ اگر میں زندہ رہا تو ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے واضح کر دوں گا کہ تم اس پر عمل کرو اور اگر مر گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں ہے۔ ❺

چنانچہ عقائد و عبادات و اخلاق وغیرہ میں جو تغیر پیدا ہو چلا تھا، اسے پوری شدت کے ساتھ روکا، عقائد میں معبد جہنی اور غیلان دمشقی نے قضا و قدر کا پیچیدہ مسئلہ چھیڑ دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے توبہ کرائی۔ ❻ اور محدثین وفقہا کو لکھا کہ وہ ان خیالات کو قبول نہ کریں۔ ❼

---

❶ فتوح البلدان ذکر سواد۔ ❷ ابن سعد ج ۵، ص ۲۵۴۔ ❸ طبری ص ۱۳۶۴۔
❹ ابن سعد ج ۵، ص ۲۵۲۔ ❺ بخاری کتاب الایمان باب قول النبی ﷺ بنی الاسلام علی خمس۔
❻ تاریخ الخلفاء ص ۲۲۴۔ ❼ طبقات ج ۵، ص ۲۸۴۔

اموی خلفا خصوصاً حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ "نماز کے وقت تمام کاروبار چھوڑ دیا کرو، جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دوسرے فرائض کو اور زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا"۔ ❶

حجاج کے زمانہ میں زکوٰۃ کا نظام خراب ہوگیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عمال کو حکم دیا کہ وہ زکوٰۃ کے معاملہ میں حجاج کی روش سے احتراز کریں اور عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ میں زکوٰۃ کے معاملہ میں تم کو حجاج کی روش سے روکتا ہوں۔ وہ اس کو غیر محل سے لیتا تھا' اور بے محل صرف کرتا تھا۔ ❷ خطوط میں لوگوں کو صدقات اور زکوٰۃ ادا کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ ❸

انسداد شراب نوشی

دوسرے عیش و تنعم کے ساتھ شراب نوشی کا رواج بھی ہو چکا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے انسداد کا پورا انتظام کیا اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کر دیا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہروں میں شراب نہ لانے پائے ❹ اور شراب کی دکانوں کو حکماً بند کر دیا۔ ❺

بعض حیلہ جو نبیذ کے بہانہ سے شراب پیتے تھے ان کے بارے میں عدی بن ارطاۃ کو لکھا "لوگ شراب پی کر بدمستی میں نہایت برے کام کرتے ہیں اور اکثر لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ شراب پینے میں کوئی مضائقہ نہیں' لیکن جو چیز اس قسم کے کام کراتی ہے اس کے استعمال میں سخت نقصان ہے' اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلہ میں آب شیریں' دودھ اور شہد جیسی پینے کی چیزیں پیدا کی ہیں' جو شخص نبیذ بنائے وہ صرف چمڑے کے مشکیزے میں' جس پر زفت کا روغن نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے ظرف سے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی نے شراب پی تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اور جو چھپ کر پیئے گا اس کو اللہ تعالیٰ عذاب دینے والا ہے۔" ❻

اخلاق کی اصلاح

اہل عجم کے اثر سے اسلام کی تعلیم کے خلاف مسلمانوں میں بہت سے عادات و رسوم' لہو و لعب کی تفریحات اور عیش و تنعم کے لوازم پیدا ہو چلے تھے' حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سختی کے ساتھ روکا۔ ایک مرتبہ آپ کو معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان لہو و لعب میں مشغول ہوگئے ہیں اور خواتین

---

❶ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۲۔ ❷ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۸۸۔ ❸ طبقات ج۔۵' ص ۲۶۸۔
❹ طبقات ج۔۵' ص ۲۶۹۔ ❺ کتاب الولاۃ کندی ص ۶۸۔ ❻ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۱۰۲۔

جنازہ کے ساتھ بال بکھیرے نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں۔ آپ نے تمام عمال کو فرمان بھیجا' جس کا خلاصہ یہ تھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سفہاء کی عورتیں زمانہ جاہلیت کی طرح موت کے وقت بال کھولے نوحہ کرتی ہوئی نکلتی ہیں۔ اس نوحہ و ماتم پر قدغن بلیغ کرو' اہل عجم چند چیزوں سے جنہیں شیطان نے ان کی نگاہ میں محبوب کر دیا' دل بہلاتے تھے' مسلمانوں کو اس لہو ولعب اور راگ باجے سے روکو اور جو نہ مانے اسے اعتدال کے ساتھ سزا دو۔" ❶

اہل عجم کے اثر سے حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا' جن میں عورتیں اور مرد بے باکانہ غسل کرتے تھے اور پردہ بلکہ شرم و حیا کا بھی کوئی لحاظ نہ رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عورتوں کو حمام میں جانے سے بالکل روک دیا اور مردوں کو حکم دیا کہ وہ بغیر تہبند کے حمام میں غسل نہ کریں اس حکم پر نہایت سختی سے عمل کرایا جاتا تھا اور اس کی خلاف ورزی پر سزا دی جاتی تھی۔ ❷

حمام کی دیواروں پر خلاف شریعت تصویریں ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ انہیں خود اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور فرمایا اگر مصور کا نام معلوم ہوتا تو میں اس کو سزا دیتا۔ ❸

اسلام میں مردوں کے لیے بال سنوارنے کی ممانعت نہیں ہے بلکہ بال سنوارنا مسنون ہے' لیکن اس زمانے کے شوقین اس سے بڑھ کر پٹیاں جماتے تھے۔ آپ نے پولیس کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد کے دروازہ پر کھڑی ہو جایا کرے اور جو بھی شخص پٹیاں جمائے ہوئے گزرے اس کے بال کاٹ دیا کرے۔ ❹

اس اہتمام کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہبی روح آپ کے دور کی خصوصیت بن گئی تھی۔ طبری کا بیان ہے کہ ولید عمارتوں کا بانی تھا۔ اس لیے اس کے زمانہ کا عام مذاق یہی ہو گیا تھا اور لوگ آپس میں صرف تعمیر اور عمارتوں پر گفتگو کرتے تھے۔ سلیمان کو عورتوں سے نکاح سے دلچسپی تھی۔ اس لیے اس کے زمانہ میں اسی کا چرچا تھا اور لوگوں کا موضوع بحث شادی اور لونڈیاں تھیں' لیکن جب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تخت خلافت پر قدم رکھا تو مذہب' عبادت اور اس کی تفصیلات موضوع بن گئیں ❺ غرض حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے احیائے شریعت کے ساتھ مسلمانوں کی اخلاقی نگہداشت بھی فرمائی۔

ایک بڑی بدعت کا خاتمہ

---

❶ طبقات ابن سعد ج۔ ۵' ص ۲۹۰۔
❷ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۸۰۔
❸ سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۸۱۔
❹ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۸۱۔
❺ طبری ص ۲' ۱۲۷۳' ۱۲۷۔

اموی خلفا نے ایک بری بدعت یہ جاری کی تھی کہ وہ خود اور ان کے تمام عمال خطبہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن وطعن کیا کرتے تھے اور اسے خطبہ کا جز بنا دیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بالکل بند کر دیا اور تمام عمال کے نام فرمان جاری کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق جو نا ملائم الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں وہ بند کر دیے جائیں اور اس کی جگہ کلام اللہ کی یہ آیت داخل کی:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ [۱۶/النحل:۹۰]

''اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فحش، برائی اور ظلم سے منع کرتا ہے کہ شاید تم سمجھو۔''

جو آج تک جاری ہے۔ [1]

اشاعت اسلام

اسلامی حکومت کے حدود میں توسیع کی بجائے اسلام کی توسیع و اشاعت کو مقصد قرار دیا اور اپنی ساری توجہ اس کی تبلیغ میں صرف کر دی اور اس کے لیے ہر طرح کے مادی و اخلاقی ذرائع اختیار کیے۔ فوجی افسروں کو ہدایت تھی کہ وہ رومیوں کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کریں جب تک ان کو اسلام کی دعوت نہ دے لیں۔ [2] تمام عمال کو حکم تھا کہ وہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دیں، جو ذمی اسلام قبول کرے اس کا جزیہ معاف کر دیا جائے۔ اس سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی۔ تنہا جراح بن عبداللہ حکمی والی خراسان کے ہاتھوں پر چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے۔ [3] اسماعیل بن عبداللہ والی مغرب کی تبلیغ سے سارے شمالی افریقہ میں اسلام پھیل گیا۔ [4]

سندھ کے حکمرانوں اور زمینداروں کو دعوت اسلام کے خطوط لکھے۔ ان میں سے اکثروں نے اسلام قبول کیا۔ ان سب کی جائیدادیں اور زمینیں ان ہی کے قبضہ میں رہنے دی گئیں اور انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق عطا کیے گئے۔ راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ بھی انہی لوگوں میں تھا۔ [5] حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغ سے مختلف ملکوں میں اس کثرت سے ذمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ بعض عمال نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی و رہبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ تحصیل دار بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ [6] میں یہ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۴ و ابن سعد ص ۲۹۱۔
[2] ابن سعد ترجمہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔
[3] ابن سعد ترجمہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ج ۵، ص ۲۸۵۔
[4] فتوح البلدان ص ۲۵۷۔
[5] فتوح البلدان ص ۴۴۱۔
[6] مقریزی جلد اول ص ۱۲۵۔

پسند کرتا ہوں کہ سارے ذمی مسلمان ہو جائیں اور ہم لوگوں کی حیثیت محض کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھ سے کمائیں کھائیں۔ [1] بعض عمال نے رائے دی کہ اکثر ذمی جزیہ کے خوف سے مسلمان ہوتے ہیں۔ ختنہ کر کے ان کا امتحان لیا جائے۔ آپ نے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ ہادی و رہنما تھے خاتن نہ تھے۔ [2]

آپ کے محاسن اخلاق اور تبلیغ اسلام سے آپ کا شغف سن کر بعض ملکوں نے جن کا اسلام کی طرف میلان تھا۔ وفد بھیج کر اپنے یہاں مبلغین کو بھیجنے کی درخواست کی' چنانچہ تبت کے وفد کے ساتھ آپ نے سلیط بن عبداللہ حنفی کو چین روانہ کیا۔ [3]

فتوحات

چونکہ حکومت کی خدمت کے بارے میں آپ کا نقطہ نظر عام فرمانرواؤں سے بالکل مختلف تھا اس لیے آپ کے دور میں فوجی سرگرمیوں اور فتوحات جو عموماً حکومتوں کا سب سے مقدم فرض تصور کی جاتی ہیں' سب سے آخری درجہ میں نظر آتی ہیں' چنانچہ سندھ اور اسپین میں بعض معمولی فتوحات کے علاوہ جہاں پہلے سے مہم جاری تھی' آپ کے دور میں کوئی قابل ذکر فتوحات نہیں ہوئیں بلکہ مہمات سے فوجیں واپس بلالیں۔

خانہ جنگی اور خونریزی کا خاتمہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک اسلامی تاریخ کے اوقات مسلمانوں کے خون سے رنگین تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روکنے کے لیے اتنی احتیاط برتی کہ سرکش اور فتنہ جو اسلامی فرقوں کے مقابلہ میں بھی تلوار نہ اٹھائی۔ خارجی جو نہ صرف حکومت کے خلاف تھے' بلکہ ان کا وجود امن عامہ کے لیے بھی خطرہ تھا' کسی کی جان و مال ان سے محفوظ نہ تھا۔ اس لیے گذشتہ خلفا کے زمانوں میں برابر ان سے مقابلہ جاری رہا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے مقابلہ میں بھی تلوار روک لی اور عبدالحمید والی کوفہ کو جو پہلے سے خوارج کے مقابلہ پر مامور تھے' لکھا کہ جب تک یہ لوگ خونریزی اور فتنہ و فساد نہ برپا کریں ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے اور ان کی شورش کے تدارک کے لیے کسی دور اندیش آدمی کو مقرر کیا جائے۔ عبدالحمید کو یہ ہدایت دینے کے ساتھ آپ نے خوارج کو افہام و تفہیم کے ذریعہ شورش انگیزی سے روکنے کی کوشش کی اور خوارج کے سردار بسطام کو لکھا کہ بہتر یہ ہے کہ تم میرے پاس آ کر بحث و مناظرہ کرو۔ اگر ہم لوگ حق پر ہوں تو تم

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۹۹۔ [2] ابن سعد ج ۵' ص ۲۸۸۔ [3] یعقوبی ج ۲' ص ۳۶۲۔

لوگ عام مسلمانوں کی طرح مطیع ہو جاؤ اور اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے متعلق غور کریں۔

اس دعوت پر بسطام نے مناظرہ کے لیے دو شخصوں کو بھیجا۔ فریقین میں مناظرہ ہوا۔ طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے کہ ان میں سے ایک شخص نے حق کا اعتراف کر لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا وظیفہ مقرر کیا اور دوسرا لوٹ گیا۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے آخری دور حکومت کا واقعہ ہے۔ اس لیے آپ کی زندگی میں خوارج کے ساتھ کوئی معرکہ پیش نہیں آیا' [1] لیکن ابن سعد کا بیان ہے کہ خارجیوں پر اس مناظرہ کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور اپنی روش پر قائم رہے۔ اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو مجبور ہو کر ان شرائط کے ساتھ عبدالحمید کو ان سے مقابلہ کی اجازت دینی پڑی کہ:

① عورت' بچے اور قیدی قتل نہ کیے جائیں' زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔

② فتح کے بعد جو مال غنیمت ہاتھ آئے وہ خوارج کے اہل وعیال کو واپس کر دیا جائے۔

③ قیدی صرف اس وقت تک قید میں رہیں جب تک وہ راہ راست پر نہ آ جائیں۔

ان پابندیوں کے ساتھ عبدالحمید نے مقابلہ کیا' لیکن شکست کھائی' ان کے بعد مسلمہ بن عبدالملک بھیجے گئے۔ انہوں نے چند دنوں میں قابو حاصل کیا۔

علالت

ابھی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اصلاحات کا سلسلہ جاری تھا کہ رجب ۱۰۱ھ میں آپ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ اس بارے میں دو بیانات ہیں۔ ایک یہ کہ علالت طبعی تھی۔ دوسرا بیان یہ ہے کہ زہر کا نتیجہ تھا۔ اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنی امیہ نے جب یہ محسوس کیا کہ اگر کچھ دنوں تک آپ کی خلافت قائم رہی تو آپ بنوامیہ کا زور توڑ کر خلافت کی اصلاحات کو اس قدر مستحکم کر دیں گے کہ پھر ان کا گذشتہ اقتدار واپس نہ آ سکے گا اس لیے انہوں نے آپ کے ایک خادم کو ایک ہزار اشرفی دے کر زہر دلوا دیا۔ آپ کو دوران علالت میں اس کا علم ہو گیا' لیکن آپ نے اس کا کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ اشرفیاں واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ [2]

یزید بن عبدالملک کو وصیت

[1] اس مناظرہ کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ہم نے صرف نتیجہ لکھا ہے' دیکھو طبری ص۔ ۱۳۴۸' ۱۳۴۹ وابن اثیر ج۔ ۴' ص ۱۸' ۱۹۔ [2] ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز۔

اس بیماری سے بچنے کی امید نہ تھی۔ اس لیے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ یزید بن عبدالملک کو جسے سلیمان نامزد کر گیا تھا یہ وصیت نامہ لکھوایا

''میں تم کو اس حال میں یہ وصیت نامہ لکھ رہا ہوں کہ مرض نے بالکل لاغر کر دیا ہے۔ تم کو معلوم ہے کہ خلافت کی ذمہ داریوں کے بارے میں مجھ سے سوال کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ مجھ سے اس کا محاسبہ کرے گا اور میں اس سے کوئی کام نہ چھپا سکوں گا۔

﴿فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِم بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ﴾ [۷/ الاعراف:۷]

''ہم ان لوگوں سے اپنے ذاتی علم سے واقعات بیان کرتے ہیں اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔''

ایسی حالت میں اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی اور اگر ناراض ہوا تو میرے انجام پر افسوس ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ محض اپنی رحمت سے عذاب دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضا سے جنت عطا کرے۔ تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہیے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہیے' کیونکہ میری طرح تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے۔ تم کو اس سے بچنا چاہیے کہ غفلت میں کوئی ایسی لغزش سرزد ہو جائے' جس کی تلافی نہ کر سکو۔ سلیمان بن عبدالملک اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو وفات دی۔ اس نے مجھے خلیفہ بنایا اور میرے بعد تم کو نامزد کیا۔ میں جس حال میں تھا' اگر وہ اس لیے ہوتا کہ بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں تو اللہ نے مجھے ایسے بہتر سامان دیئے تھے' جو وہ اپنے کسی بندہ کو دے سکتا ہے' لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں' بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ میری مدد فرمائے۔ [1]

اولاد کے متعلق ارشاد

یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے موروثی جاگیر اور گھر کا ایک ایک تنکا بیت المال میں واپس کر دیا تھا اور آپ کی وفات کے وقت آپ کی اولاد کی معاش کا کوئی سامان نہ رہ گیا تھا۔ اس لیے وفات سے کچھ پہلے آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک نے آپ سے عرض کیا امیر المؤمنین آپ نے مال و دولت سے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا اور انہیں بالکل خالی ہاتھ چھوڑے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق مجھے یا خاندان کے کسی فرد کو کچھ وصیت کرتے جائیے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں نے ان کا کوئی حق

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ علیہ ص ۲۸۰۔

تلف نہیں کیا' البتہ جس مال میں ان کا حق نہ تھا وہ ان کو نہیں دیا۔ تم کہتے ہو ان کے متعلق کسی کو وصیت کرتا جاؤں' تو اس معاملہ میں میرا وصی اور والی میرا رب ہے' جو صلحا کا ولی ہوتا ہے۔ میرے لڑکے اگر اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں مال دے کر ان کو گناہ کے لیے اور قوی نہ بناؤں گا' پھر لڑکوں کو بلا کر باچشم پرنم فرمایا:

> ''میری جان تم پر قربان' جن کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا۔ بچو! تم کو کوئی ایسا عرب اور ذمی نہ ملے گا' جس کا تم پر حق ہو۔ بچو! دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی۔ ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاؤ اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے۔ دوسرے یہ کہ تم تہی دست رہو اور وہ جنت میں جائے۔ بس اللہ نگہبان' اللہ تم کو حفظ و امان میں رکھے۔'' [1]

وفات

ان مراحل سے فراغت کے بعد رجب ۱۰۱ھ میں انتقال ہوا۔ اس وقت عمر ۳۹ یا ۴۰ سال کی تھی۔ دیر سمعان میں دفن کیے گئے۔ مدت خلافت دو سال پانچ مہینے۔

ازواج و اولاد

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے چار بیویاں تھیں۔ ان سب سے اولادیں ہوئیں جن کی مجموعی تعداد پندرہ سولہ تھی۔

حلیہ

صورتاً بہت شکیل تھے۔ رنگ گورا اور چہرہ وجیہ تھا۔ خلافت سے پہلے عیش وعشرت کی زندگی کے باعث جسم نہایت شاداب اور تروتازہ تھا۔ خلافت کے بعد اس کی ذمہ داریوں کے احساس اور زاہدانہ زندگی کی وجہ سے اتنے لاغر ہو گئے تھے کہ پسلیاں نمایاں ہو گئی تھیں۔

مختصر تبصرہ

اوپر کے حالات خود عمری خلافت کی خصوصیات کا اندازہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ ان کے

---

[1] سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۸۰۔

بعد مزید کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں رہتی' لیکن بعض پہلوؤں کو پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خلافت کو اسلامی بنانا چاہتے تھے

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقی خواہش یہ تھی کہ موروثی حکومت پھر اسلامی خلافت سے بدل جائے' لیکن یہ بنیادی تبدیلی آپ کے اختیار میں نہ تھی۔ بنی امیہ میں موروثی حکومت اصولی حیثیت سے مسلم ہو چکی تھی۔ خواہ خلیفہ بنی امیہ کی کسی شاخ سے بھی ہو۔ چنانچہ سلیمان خود حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بعد یزید بن عبدالملک کو خلیفہ نامزد کر گیا تھا' اس لیے انتخاب خلیفہ کا معاملہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار میں نہ رہ گیا تھا۔ آپ نے بعض موقعوں پر خود اس معذوری کا اظہار کیا۔ اس موقع پر فرمایا کہ اگر خلافت کا مسئلہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم بن عبداللہ کو خلیفہ بنا دیتا۔ [1] ایک مرتبہ جب بنی امیہ نے آپ کی عادلانہ روش کے خلاف زیادہ احتجاج کیا تو آپ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر آئندہ تم لوگوں نے میرے سامنے اس قسم کی باتیں کیں تو میں خلافت سے دستکش ہو کر مدینہ چلا جاؤں گا اور اس کو شوریٰ پر چھوڑ جاؤں گا۔ اس کا حقیقی اہل (قاسم بن عبداللہ) میری نگاہ میں موجود ہے۔ [2]

ملوکیت کے امتیازات کا استیصال

لیکن یہ انقلاب آپ کے بس میں نہ تھا' اس لئے جہاں تک ہو سکا ملوکیت کے امتیازات اور شہنشاہیت کے برے مظاہر کو مٹایا اور تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد سب سے اول خلیفہ کی حیثیت واضح کی کہ:

> ''میں اپنی جانب سے کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں بلکہ محض احکام الٰہی کو نافذ کرنے والا ہوں۔ میں خود اپنی جانب سے کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں' بلکہ محض پیرو ہوں۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں اس کی پیروی کی جائے۔ میں تم میں بہتر آدمی بھی نہیں ہوں' البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زیادہ گرانبار کیا ہے۔ [3]

چنانچہ بادشاہت کے ایک ایک امتیاز کو مٹا دیا۔ خلفا کے ساتھ نقیب و علمبردار چلتے تھے۔ نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان پر درود و سلام بھیجا جاتا تھا۔ سلام میں خاص امتیاز برتا جاتا تھا۔

---

[1] ابن سعد ج۔۵' ص ۲۵۴۔ [2] ابن سعد ج۔۵' ص ۲۵۳۔ [3] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۰۸۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب مراسم کو بند کرا دیا' چنانچہ حسب دستور جب کوتوال نے نیزہ اور نشان لے کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا تو آپ نے روک دیا اور فرمایا میں مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں۔ 1 عام حکم جاری کر دیا کہ سلام میں خصوصیت نہ برتی جائے بلکہ صرف عام سلام کیا جائے۔ 2 عمال کے نام فرمان جاری کیا کہ پیشہ ور واعظ خلفا پر درود وسلام بھیجتے ہیں انہیں روک دو۔ اور حکم دو کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے دعا کریں اور خلیفہ کے ساتھ خصوصیت چھوڑ دیں۔ 3

ابوبکر بن محمد کو لکھا کہ کسی شخص کو صرف اس لیے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندان خلافت سے تعلق رکھتا ہے۔ میرے نزدیک یہ سب عام مسلمانوں کے برابر ہیں۔ 4 اور اسے عملاً برت کر دکھایا۔ ایک مرتبہ آپ کے سالے اور چچیرے بھائی مسلمہ بن عبدالملک فریق کی حیثیت سے مقدمہ میں آئے اور سرکاری فرش پر بیٹھ گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا کہ اپنے فریق کی موجودگی میں تم فرش پر نہیں بیٹھ سکتے۔ یا عام لوگوں کے برابر بیٹھو یا کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنا دو۔ 5 شاہی خاندان کے وظائف عام مسلمانوں کے برابر کر دیے۔ غرض آپ نے قصر ملوکیت کے تمام کنگروں کو پست کر دیا۔ امور خلافت کے انتظام وانصرام میں عہد فاروقی کو اپنے لیے نمونہ بنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم کو لکھا کہ میں چاہتا ہوں کہ اگر اللہ مجھ کو اس کی استطاعت دے تو میں رعایا کے معاملات میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی روش اختیار کروں۔ اس لیے تم میرے پاس ان کی وہ تحریریں اور فیصلے' جو انہوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے بارے میں کیے ہیں' بھیجو' اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو میں ان کے نقش قدم پر چلوں گا۔ 6 اس عزم پر انہوں نے کہاں تک عمل کیا' اس کا اندازہ کرنے کے لیے اوپر کے واقعات کافی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض حیثیتوں سے آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ عہد رسالت سے بہت قریب تھا' اسلامی روح زندہ تھی' مسلمان دنیا میں مبتلا نہ ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کوئی مزاحم طاقت موجود نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے جو کچھ کیا وہ کچھ زیادہ تعجب انگیز نہیں ہے' لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ہر طرح کے مخالف حالات میں عہد فاروقی کو زندہ کر دکھایا۔ خود اس زمانہ کے اکابر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے کارنامے کو فاروقی کارناموں سے افضل سمجھتے تھے' چنانچہ سالم بن عبداللہ نے آپ کو لکھا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ دوسرا زمانہ تھا' دوسرے لوگ تھے' اگر تم نے اس زمانہ اور ان لوگوں میں

---

1 سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۵۳۔ 2 ابن سعد ج ۵' ص ۲۸۳۔ 3 سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۲۳۶۔
4 ابن سعد ج ۵' ص ۲۵۲۔ 5 سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔
6 سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۳۱' ۱۳۲ وابن سعد ج ۵' ص ۲۹۲۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی پیروی کی تو تم ان سے افضل ہو گے۔ ❶ اسی لیے بعض محدثین ان کو پانچواں خلیفہ راشد مانتے ہیں۔ ❷

فضل وکمال

ان اوصاف کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ علمی اعتبار سے اپنے دور کے جلیل القدر عالم تھے۔ اگر سیاسی حالات نے انہیں تخت شاہی پر نہ بٹھا دیا ہوتا تو وہ مسند علم کی زینت ہوتے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں (کان فقیها مجتهدا عارفا بالسنن کبیر الشان ثبتا حجة حافظا قانتا لله اواها منیبا) ❸ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کی جلالت شان، فضیلت علمی، وفور علم، صلاح، آثار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع اور خلفائے راشدین کی پیروی پر سب کا اتفاق ہے۔ ❹ اس عہد کے اکابر علما ان کے سامنے طفل دبستان تھے۔ میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا جو خود ایک بڑے صاحب علم تابعی ہیں بیان ہے کہ علما عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے تلامذہ معلوم ہوتے تھے۔ ❺ مشہور صاحب علم تابعی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ انہیں تعلیم دینے گئے تھے، لیکن کچھ دنوں کے بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ ❻ تفسیر، حدیث، فقہ جملہ دینی علوم میں انہیں عبور حاصل تھا۔

علما کی قدر دانی اور ان سے مشورہ

اس فضل وکمال کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کے دربار میں شعرا اور ظرفا کی جگہ علما اور ارباب کمال کا مجمع ہو گیا تھا اور ان کی بڑی قدر دانی تھی۔ دور دور سے علما اور فقہا کو بلا کر ان کی قدر افزائی فرماتے۔ امور خلافت میں وہی آپ کے مشیر اور ہم جلیس تھے۔ ان میں میمون بن مہران، رجاء بن حیوۃ، ریاح بن عبیدہ، سالم بن عبداللہ، محمد بن کعب قرظی اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہم خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ مذہبی امور میں سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ سے ضرور مشورہ فرماتے تھے۔

تعلیمی خدمات

مذہبی تعلیم کی اشاعت کی جانب آپ کی خاص توجہ تھی۔ قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا کہ لوگوں کو چاہیے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کریں۔ تعلیم کے لیے حلقہ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے

❶ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۱ و ۱۳۲۔ وابن سعد ج ۵ ص ۲۹۲۔
❷ ابوداود کتاب السنہ باب فی التفضیل۔ ❸ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۵۔
❹ تہذیب الاسماء ج ۱ ص ۱۷۔ ❺ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۰۶۔ ❻ ابن سعد ج ۵ ص ۲۷۱۔

وہ جان جائیں کیونکہ علم اس وقت تک برباد نہیں ہوتا جب تک خزانہ نہ بن جائے۔ ❶ ایک اور عامل کو لکھا کہ اہل علم کو حکم دو کہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیونکہ حدیثیں مردہ ہو رہی ہیں۔ ❷ جو علما اس مقدس فرض میں مشغول تھے انہیں فکر معاش سے بے نیاز کر دیا۔ حمص کے گورنر کو لکھا کہ جن لوگوں نے دنیا کو چھوڑ کر اپنے کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا ہے، بیت المال سے سو سو دینار ان کا وظیفہ مقرر کر دو کہ وہ اطمینان کے ساتھ اس خدمت کو انجام دے سکیں۔ ❸

تعلیم کی اشاعت کے لیے طلبہ کے وظائف مقرر کیے۔ ❹ مختلف ملکوں میں تعلیم کے لیے علما بھیجے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مشہور صاحب علم غلام نافع کو جو مدینہ کے بڑے فقیہ تھے حدیث کی تعلیم دینے کے لیے مصر بھیجا۔ ❺ قاری جعثل بن عامان کو قرأت کی تعلیم دینے کے لیے مصر و مغرب بھیجا۔ ❻ یزید بن ابی مالک دمشقی اور حارث بن یمجد اشعری کو بدوؤں کی تعلیم و تربیت پر مقرر کیا۔ ❼ تعلیم کے ساتھ ارشاد و ہدایت کے لیے تمام ممالک محروسہ میں، واعظ اور مفتی مقرر کیے، چنانچہ حجاج ابو کثیر اموی اسکندریہ کے واعظ تھے۔ ❽

ایک اہم دینی خدمت

آپ کا سب سے بڑا تعلیمی و مذہبی کارنامہ احادیث نبوی کی حفاظت اور اس کی اشاعت ہے، اگر انہوں نے ادھر توجہ نہ کی ہوتی تو احادیث نبوی کا متعدد حصہ ضائع ہو جاتا۔ آپ نے جب دیکھا کہ بڑے حفاظ حدیث اٹھتے چلے جاتے ہیں اور ان کے ساتھ حدیثیں بھی دفن ہوتی جا رہی ہیں، تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیث نبوی کی تلاش و جستجو کر کے انہیں لکھ لو۔ مجھے علما کے ساتھ علم کے بھی مٹ جانے کا خوف ہے، لیکن یہ احتیاط ملحوظ رہے کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں قبول کی جائیں۔ ❾ اس قسم کا فرمان تمام صوبوں کے والیوں کو لکھا۔ ❿ اس حکم پر تمام محدثین سے حدیثیں تلاش کر کے ان کے مجموعے مرتب کیے گئے اور تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے۔ سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم نے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دفتر کے دفتر حدیثیں لکھیں اور انہوں نے اس کا ایک

---

❶ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۹۴۔
❷ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۹۴۔
❸ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۹۵۔
❹ جامع بیان العلم ص ۸۸۔
❺ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۱۹۔
❻ حسن المحاضرہ ص ۱۱۹۔
❼ سیرۃ عمر بن عبدالعزیز ص ۴۷۔
❽ حسن المحاضرہ ج ۱ ص ۱۰۸۔
❾ بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم۔
❿ فتح الباری ج ۱ ص ۱۷۴۔

ایک مجموعہ تمام ممالک محروسہ میں بھیجا۔ ❶

مغازی اور مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعلیم واشاعت

مغازی اور مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم کی جانب اس وقت تک عملی حیثیت سے کوئی خاص توجہ نہیں کی گئی تھی۔ سب سے پہلے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عاصم بن قتادہ کو جو مغازی اور سیرت کے بڑے عالم تھے، حکم دیا کہ وہ جامع دمشق میں ان دونوں چیزوں کا درس دیا کریں۔ ❷

بعض یونانی تصانیف کی اشاعت

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مقصد مذہبی تعلیم یعنی کتاب وسنت کی اشاعت تھا، لیکن انہوں نے غیر قوموں کے علم سے بھی فائدہ اٹھایا۔ مروان بن حکم کے زمانہ میں ایک یونانی حکیم کی طبی کتاب کا ترجمہ ماسرجویہ نے کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی نقلیں کرا کے ملک میں انہیں شائع کیا۔ ❸ غرض حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی علم نوازی کی وجہ سے ان کے دور میں علم وتعلیم کی کافی اشاعت ہوئی۔

فضائل اخلاق

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے مجددانہ کارناموں کے بعد آپ کے فضائل اخلاق پر روشنی ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ درحقیقت یہ سب فضائل اخلاق ہی کے پرتو ہیں، لیکن محض اس خیال سے کہ خالص اخلاقی رخ بھی سامنے آجائے۔ آپ کے فضائل اخلاق کے کچھ واقعات بھی لکھ دیئے جاتے ہیں۔

خشیت الٰہی

تمام فضائل اخلاق کا سرچشمہ خشیت الٰہی ہے۔ حکومت کا جاہ وجلال اللہ تعالیٰ سے غافل اور مواخذہ سے بے خوف بنا دیتا ہے، لیکن عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دل کو اسی شے نے خوف وخشیت سے لبریز کر دیا تھا۔ معمول تھا کہ عشاء کے بعد تنہائی میں بیٹھ کر رو رو کر دعائیں کرتے تھے۔ اسی حالت میں آنکھ لگ جاتی۔ بیدار ہوتے تو پھر یہی مشغلہ جاری ہو جاتا اور ساری ساری رات اسی طرح گزر جاتی۔ ❹

❶ جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۸۔
❷ تہذیب التہذیب ترجمہ عاصم بن قتادہ۔
❸ اخبار الحکماء تذکرہ ماسرجویہ۔
❹ سیرت عمر بن عبدالعزیز ص ۱۸۸۔

ذمہ داری کا احساس اور مواخذہ کا خوف

اس خشیت الٰہی کا نتیجہ تھا کہ آپ خلافت کی ذمہ داریوں اور امت کے حقوق کے خوف سے لرزہ براندام رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی بیوی نے آپ کے شبینہ مشغلہ کو دیکھ کر اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے ٹالا مگر انہوں نے اصرار کیا کہ میں اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بارے میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے سیاہ و سپید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں۔ اس لیے جب میں بے کس' غریب محتاج' فقیر' گم شدہ اور اس قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں' جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مجھ سے سوال کرے گا اور رسول اللہ ﷺ ان کے مدعی ہوں گے' ایسی حالت میں اگر میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی معقول عذر اور دلیل نہ پیش کر سکا تو مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے اور میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور جتنا میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں اتنا ہی میرا دل خوفزدہ ہوتا ہے۔ [1]

جب لوگ آپ کے گریہ و بکا کے متعلق کچھ کہتے تو آپ فرماتے کہ تم لوگ رونے پر مجھے ملامت نہ کرو' کیونکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلہ میں عمر پکڑا جائے گا۔ [2]

اپنے ایک فوجی افسر سلیمان بن ابی کریمہ کو ایک مرتبہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و خشیت کا سب سے زیادہ مستحق وہ بندہ ہے جس کو اس نے آزمائش میں ڈالا جس میں میں ہوں' اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں۔ میں اپنی حالت سے سخت دل گرفتہ ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ میرے یہ حالات مجھے ہلاک نہ کر دیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جانے والے ہو' میری حالت پر خطر اور میرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ [3]

تقویٰ و تورع

آپ کے فضائل اخلاق میں سب سے نمایاں تقویٰ و تورع تھا۔ یوں تو آپ کا تقویٰ ہر شعبہ

---

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۸۸۔ [2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۹۱' ۲۹۲۔

[3] ابن سعد ج ۵' ص ۲۹۲۔

زندگی میں نمایاں تھا' لیکن مسلمانوں کے مال میں آپ نے اس کا جو نمونہ پیش کیا اس کی مثال سلاطین وفرمانرواؤں کی تاریخ میں مشکل سے ملے گی۔ بیت المال سے معمولی سا فائدہ بھی اٹھانا گوارہ نہ تھا۔ رات کو جب تک خلافت کا کام کرتے تھے اس وقت تک بیت المال کی شمع جلاتے تھے۔ اس کے بعد گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلواتے تھے۔ [1]

بیت المال کی جانب سے فقراء و مساکین کے لیے جو مہمان خانہ تھا اس کے باورچی خانہ سے اپنے لیے پانی تک گرم نہ کراتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی لاعلمی میں ملازم ایک مہینہ تک عام مطبخ میں پانی گرم کرتا رہا۔ آپ کو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کرا دی۔ [2] ایک مرتبہ غلام کو گوشت کا ٹکڑا بھوننے کا حکم دیا' وہ اسی مطبخ سے بھون لایا' آپ نے اسے ہاتھ نہ لگایا اور غلام سے فرمایا' تم ہی کھا لو' میری قسمت کا نہ تھا۔ [3]

ایک مرتبہ بیت المال میں بہت سے سیب آئے۔ آپ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے۔ آپ کا چھوٹا بچہ ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا۔ آپ نے اس کے منہ سے چھین لیا۔ وہ رونے لگا اور جا کر ماں سے شکایت کی۔ ماں نے بازار سے سیب منگوا دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گھر واپس آئے تو انہیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی۔ پوچھا فاطمہ! سرکاری سیب تو یہاں نہیں آیا۔ انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ کی قسم میں نے اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا بلکہ اپنے دل سے چھینا تھا۔ اس لیے کہ مجھے یہ پسند نہ تھا کہ میں مسلمانوں کے حصہ کے سیب کے بدلہ میں اپنے کو اللہ کے حضور برباد کروں۔ [4]

آپ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا۔ ایک مرتبہ اس کی خواہش ظاہر کی تو آپ کی بیوی فاطمہ نے لبنان کے حاکم ابن معدیکرب کو لکھ بھیجا۔ انہوں نے بہت سا شہد بھجوا دیا۔ فاطمہ نے اسے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کیا۔ انہوں نے دیکھ کر کہا، معلوم ہوتا ہے تم نے ابن معدیکرب کے پاس کہلا بھیجا تھا، چنانچہ اس کو چکھا تک نہیں اور بچوا کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کرا دی اور ابن معدیکرب کو لکھ بھیجا کہ تم نے فاطمہ کے کہلانے پر بھیجا ہے۔ اللہ کی قسم اگر آئندہ تم نے ایسا کیا تو اپنے عہدہ پر نہیں رہ سکتے اور میں تمہارے چہرہ پر نظر نہ ڈالوں گا۔ [5]

احتیاط کا آخری نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال کا مشک آپ کے سامنے لایا گیا۔ آپ

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۳۷ و ابن سعد ج ۵' ص ۲۹۵۔ [2] ابن سعد ج ۵' ص ۲۹۵۔
[3] سیرت عمر بن عبدالعزیز۔ [4] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۱۔
[5] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۵۸۔

نے ناک بند کرلی کہ خوشبو ناک میں نہ جانے پائے۔ لوگوں نے عرض کیا، امیر المؤمنین خوشبو سونگھنے میں کیا حرج ہے؟ فرمایا مشک کا انتفاع یہی ہے۔ [1] تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد تحفہ و ہدیئے قبول کرنے بند کردیئے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کے پاس سیب اور دوسرے میوے بھیجے، آپ نے واپس کردیا، بھیجنے والے نے آپ سے کہا کہ ہدیہ تو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قبول فرماتے تھے، آپ نے جواب دیا، لیکن ہمارے اور ہمارے بعد والوں کے لیے وہ رشوت ہے۔ [2]

تواضع ومساوات

بنی امیہ نے حاکم ومحکوم اور آقا و غلام کی جو تفریق پیدا کردی تھی، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بالکل مٹا دیا تھا اور خود مساوات کا عملی نمونہ قائم کیا۔ ملازمین تک کو تعظیم کے لیے اٹھنے کی ممانعت کردی اور خود ان کے برابر بیٹھتے تھے۔ [3] بلکہ ان کی خدمت میں بھی تامل نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ پنکھا جھلتے جھلتے ایک لونڈی کی آنکھ لگ گئی۔ آپ نے پنکھا لے کر خود ان کو جھلنا شروع کردیا۔ اس کی آنکھ کھلی تو دیکھ کر گھبرائی۔ آپ نے فرمایا، آخر تم بھی میری طرح ہو، تم کو بھی گرمی لگتی ہوگی، جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھیں، میں نے بھی تم کو جھل دیا۔ [4] اگر ملازم سو جاتے تو خود اپنے ہاتھ سے کام کر لیتے۔ ملازم کے آرام میں خلل نہ ڈالتے۔ ایک مرتبہ رجاء بن حیوۃ سے گفتگو میں رات زیادہ گزر گئی اور چراغ جھلملانے لگا۔ ملازم قریب ہی سویا ہوا تھا۔ رجاء نے جگانا چاہا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے روک دیا۔ رجاء نے خود چراغ درست کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے انہیں بھی روک دیا اور خود اٹھ کر تیل لیا اور چراغ میں ڈال کر واپس آئے اور فرمایا جب میں اٹھا، تب بھی عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔ [5] آپ کی سادگی، تواضع اور مساوات اس حد کو پہنچی ہوئی تھی کہ جو لوگ آپ کو پہچانتے نہ تھے، انہیں عام مجمعوں میں پہچاننے میں دقت ہوتی تھی۔ [6]

زُہد وورع

خلافت ملنے سے پہلے آپ کی زندگی جس عیش و تنعم کی تھی، اس کی تصویر اوپر گذر چکی ہے۔ خلافت کے بعد سارے تکلفات سے دستکش ہوگئے اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا قالب اختیار کرلیا۔ لونڈی، غلام، فرش، لباس وغیرہ جملہ عیش و تکلف کے سامانوں کو بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں

---

[1] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۳۔
[2] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۶۰۔
[3] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۵۷۔
[4] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۲۔
[5] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۳،۱۷۴۔
[6] سیرۃ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۷۳،۱۷۴۔

داخل کردی تھی۔ گزارے کے لیے صرف چار سو دینار سالانہ لیتے تھے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ لیتے تھے۔ (1)

لباس

ایک زمانہ میں چار سو کی قیمت کا کپڑا جسم پر بار معلوم ہوتا تھا اور دن بھر کئی کئی جوڑے بدلے جاتے تھے۔ اب صرف ایک جوڑا رہ گیا تھا۔ اسی کو دھو دھو کر پہنتے تھے۔ (2) مرض الموت میں ایک قمیض نہ تھی کہ بدلائی جاتی۔ آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی بہن سے کہا کہ قمیص میلی ہوگئی ہے' لوگ عیادت کے لیے آتے ہیں' دوسری بدلوا دو وہ سن کر چپ رہیں۔ مسلمہ نے جب دوبارہ کہا تو بولیں خدا کی قسم اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔ (3) پھر ایک جوڑا بھی سالم نہ ہوتا تھا بلکہ پیوند پر پیوند لگے ہوتے تھے۔ آپ کے بچے بھی اسی تنگی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی بچی آمنہ کے پاس کپڑا نہ تھا۔ آپ نے حکم دیا کہ فرش پھاڑ کر کرتہ بنا دیا جائے۔ آپ کی بہن کو معلوم ہوا تو ایک تھان بھجوا دیا اور منع کر دیا کہ عمر سے نہ مانگنا۔ (4) ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے کپڑے مانگے۔ آپ نے ان سے فرمایا خیار بن رباح کے پاس رکھے ہیں۔ ان سے جا کر لے لو۔ عبداللہ گئے تو خیار نے گزی کے کپڑے نکال کر دیئے۔ یہ لڑکے تھے۔ بولے یہ تو ہمارے پہننے کے لائق نہیں ہیں۔ خیار نے کہا، میرے پاس امیر المؤمنین کے یہی کپڑے ہیں۔ عبداللہ نے جا کر واپس حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی کہا۔ انہوں نے فرمایا میرے پاس تو یہی کپڑے ہیں۔ یہ جواب سن کر وہ مایوس ہونے لگے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے واپس بلا کر کہا کہ اگر اپنے وظیفہ سے پیشگی لینا چاہو تو لے سکتے ہو، چنانچہ دو سو درہم دلوائے اور وظیفہ تقسیم کرتے وقت کاٹ لیے۔ (5)

(1) سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۔۱۷ اور ابن سعد ج۔۵، ص ۲۹۶۔
(2) ابن سعد ج۔۵، ص ۳۹۲۔
(3) ابن سعد ج ۵' ص ۱۵۴۔
(4) ابن سعد ج۔۵، ص ۲۷۵۔
(5) سیرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ص ۲۷۳۔

یزید بن عبدالملک

(۱۰۱ھ تا ۱۰۵ھ مطابق ۷۱۹ء تا ۷۲۳ء)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد رجب ۱۰۱ھ میں یزید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اس کی ماں عاتکہ یزید بن معاویہ کی لڑکی تھی۔ تخت نشینی کے بعد یزید نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی اور ان کی اصلاحات کو قائم رکھا لیکن چالیس دن سے زیادہ نہ چلا سکا۔ اس کے بعد تمام اصلاحات کو منسوخ کر کے پھر وہی پرانا استبدادی نظام جاری کر دیا۔ [1] اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عمال کو معزول کر کے نئے عمال مقرر کیے۔

یزید بن مہلب کی بغاوت اور اس کا خاتمہ

نامور اموی امیر مہلب بن ابی صفرہ کے کارنامے اوپر گذر چکے ہیں۔ اس کی خدمت اور کارناموں کی وجہ سے اس کی اولاد کو بڑا عروج ہوا۔ اس کے سب لڑکے حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر ممتاز ہوئے اور ان کا اقتدار اتنا بڑھا کہ وہ اپنے حدود حکومت میں چھا گئے تھے۔ جس طرح چاہتے تھے، حکومت کرتے تھے، خلفا کو بھی انہیں ٹوکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

سلیمان کے زمانہ میں یزید بن مہلب خراسان کا مختار کل تھا۔ سلیمان کی وفات سے کچھ دن پہلے اس نے اس کو ایک بڑی آمدنی کی اطلاع دی تھی لیکن بھیجنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ سلیمان کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تخت نشین ہوئے۔ آپ عمال کی خودسری کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ خصوصاً بیت المال کی آمدنی کے معاملہ میں کسی امیر کے ساتھ رو رعایت کو راہ نہ دیتے تھے۔ اس لیے اپنے زمانہ میں انہوں نے یزید سے اس رقم کا مطالبہ کیا۔ اس نے ٹالنے کی کوشش کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عدی بن ارطاۃ والی عراق کو لکھا۔ انہوں نے ابن مہلب کو پکڑ کر دربار خلافت میں بھجوا دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے پھر مطالبہ کیا۔ یزید نے کہا کہ امیر المومنین سلیمان میرا جتنا لحاظ کرتے تھے، وہ آپ کو معلوم ہے، اگر وہ زندہ ہوتے تو مجھ سے اس رقم کا مطالبہ نہ کرتے۔ میں نے صرف ان کے علم کے لیے انہیں اطلاع دی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے، اسے میں کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔ اگر تم نے انکار کیا تو مجھے تم کو قید کر دینا پڑے گا لیکن یزید نے جب اس دھمکی پر

[1] تاریخ الخلفاء ص ۲۴۷۔

دھیان نہ دیا تو آپ نے اسے قید کر دیا۔ ابھی یہ قید میں تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مرض الموت میں مبتلا ہو گئے۔ ابن مہلب نے اپنے دور امارت میں یزید بن عبدالملک کے بعض سسرال اعزہ کو سزائیں دی تھیں۔ اس بنا پر یزید اس سے برہم تھا اور چونکہ وہ نامزد شدہ ولی عہد تھا، اس لیے ابن مہلب کو خطرہ پیدا ہوا کہ یزید تخت نشینی کے بعد ضرور اس کا انتقام لے گا، اس لیے وہ رشوت دے کر جیل سے فرار ہو گیا۔ اس دوران میں حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا اور یزید تخت نشین ہوا۔ مہلب کا خاندان عراق میں بڑا صاحب اقتدار تھا، اس لیے اس کے فرار سے یزید کو خطرہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اس نے فوراً عدی بن ارطاۃ والی عراق کو آل مہلب کی گرفتاری کا حکم لکھ بھیجا۔ یہ لوگ بالکل بے خبر تھے۔ اس لیے یزید نے آسانی کے ساتھ یزید بن مہلب کے تین بھائی مفضل، مروان اور حبیب کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور یزید بن مہلب کے خطرات کو روکنے کی تدبیریں کیں۔ اس دوران میں یزید بن مہلب بصرہ پہنچ گیا۔ یہاں آ کر جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے بھائی گرفتار ہو چکے ہیں تو اس نے عدی سے مصالحت کی کوشش کی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ بصرہ میں آل مہلب کے حامیوں کی بڑی تعداد تھی، ان کی مدد سے اس نے عدی کو شکست دے کر گرفتار کر لیا اور بصرہ پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ دارالحکومت پر قبضہ کے بعد عراق اور اس کے پورے ماتحت علاقہ سے اموی حکومت اٹھ گئی اور مہلب نے فارس وغیرہ میں اپنے عمال مقرر کر دیئے۔ یزید بن عبدالملک کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو اس کے مقابلہ کے لیے عراق روانہ کیا۔ اس وقت ابن مہلب نے یزید بن عبدالملک کی بیعت فسخ کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ذریعہ بنی امیہ کے مقابلہ پر آمادہ کیا اور انہیں یقین دلایا کہ ان سے جہاد کرنا ترک و دیلم کے ساتھ جہاد سے بہتر ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی مخالفت کی اور فرمایا کہ ابھی کل تک یہی شخص بنی امیہ کی جانب سے حاکم تھا' اور ان کی خوشنودی کے لیے لوگوں کی گردنیں کاٹتا تھا اور آج وہ انہی لوگوں کو ان کے خلاف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دے رہا ہے لیکن آپ کو لوگوں نے خاموش کرا دیا۔

مسلمہ کے عراق پہنچنے کے بعد ابن مہلب نے اپنے مقبوضات کی حفاظت کے انتظامات کیے۔ اپنے بھائی مروان کو بصرہ کی اور لڑکے معاویہ کو واسط کی نگرانی پر مامور کر کے خود مسلمہ کے مقابلہ کے لیے کوفہ کی طرف بڑھا۔ اس کا بھائی مقدمۃ الجیش کے ساتھ آگے تھا۔ چنانچہ پہلے اس کا اور عباس بن عبدالملک اموی کا مقابلہ ہوا۔ عبدالملک کو شکست ہوئی اور وہ لوٹ کر ابن مہلب سے مل گیا۔ اس کے بعد انبار کے قریب مسلمہ اور یزید بن مہلب کا سامنا ہوا۔ ابن مہلب کے ساتھ ایک لاکھ فوج تھی۔ ابھی

جنگ شروع نہ ہوئی تھی کہ مسلمہ کے آدمیوں نے فرات کے پل میں آگ لگا دی۔ یہی عراقیوں کے گزرنے کا راستہ تھا۔ وہ پل سے دھواں اٹھتے دیکھ کر اتنے بدحواس ہو گئے کہ ان کی بڑی تعداد نے بغیر لڑے میدان چھوڑ دیا۔ ابن مہلب نے ہر چند سنبھالنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس ہنگامہ میں اس کا بھائی حبیب قتل ہوا۔ اس کے قتل کے بعد ابن مہلب اپنی مختصر جماعت کے ساتھ جان پر کھیل گیا اور بڑی بہادری کے ساتھ لڑ کر جان دی۔ اس کا دوسرا بھائی مفضل الگ ایک جتھے کے ساتھ برسرپیکار تھا۔ ابن مہلب نے پہلے سے اس کا انتظام کر لیا تھا کہ اگر اسے اس معرکہ میں شکست ہوگی تو قندابیل یعنی سندھ میں جو اس کے ماتحت تھا، پناہ لے گا۔ اس لیے مفضل بن مہلب اپنے خاندان کو لے کر قندابیل روانہ ہو گیا۔ ایک اموی سردار نے اس کا تعاقب کیا اور مفضل کے بقیہ ساتھی بھی مارے گئے لیکن وہ خود کسی طرح جان بچا کر نکل گیا۔ قندابیل پہنچنے کے بعد یہاں کے حاکم وداع بن حمید نے دھوکہ دیا اور مفضل کو شہر میں داخل ہونے سے روکا۔ اس نے بزور داخل ہونا چاہا لیکن اب اس کے پاس کوئی قوت نہ رہ گئی تھی۔ اس لیے مفضل، عبدالملک، زیاد اور مروان خاندان مہلب کے تمام ارکان مارے گئے۔ صرف چند صغیر السن بچ گئے۔ انہیں مع عورتوں کے قید کر کے مسلمہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس افسوسناک طریقہ پر اس نامور خاندان کا خاتمہ ہوا جس کی اموی حکومت میں بڑی خدمات تھیں۔ [1]

قصر باہلی پر ترکوں کا قبضہ

آل مہلب کی جانب سے اطمینان حاصل کرنے کے بعد یزید نے اپنے بھائی مسلمہ کو عراق کا گورنر جنرل مقرر کیا۔ اس نے اپنے داماد سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو خراسان کا والی بنا دیا۔ ترکستان کے باشندے بڑے سرکش اور جنگجو تھے۔ صرف قوت سے دبتے تھے اور سعید بڑا عیش پرست، کمزور اور نرم دل تھا۔ اس لیے ترکستان کی تمام قوموں کا حوصلہ بڑھ گیا اور خاقان کے اشارہ سے ترکوں کا ایک جرگہ اسلامی حدود میں گھس آیا اور مقام قصر باہلی کو جس میں بہت سے مسلمان آباد تھے، گھیر لیا۔ ان لوگوں نے عثمان بن عبداللہ والی سمرقند سے مدد مانگی۔ اس نے مسیب بن بشیر ریاحی کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کر دیا۔ راستہ میں انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ معرکہ بہت سخت ہے، جسے جان عزیز نہ ہو، وہ ساتھ چلے ورنہ لوٹ جائے۔ اس اعلان پر تین ہزار آدمی لوٹ گئے اور مسیب ایک ہزار کی مختصر جماعت کے ساتھ قصر باہلی روانہ ہو گیا۔ قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ ایک ترک حکمران ترکی

---

[1] ابن اثیر میں اس بغاوت اور اس کے خاتمہ کی تفصیلات بہت طویل ہیں، ہم نے ان کا خلاصہ نقل کیا ہے۔

دہقانوں کی بڑی تعداد کے ساتھ قصر کا محاصرہ کیے ہوئے ہے۔ مسیّب نے فوراً دو جاسوسوں کو بھیج کر محصور مسلمانوں کے پاس کہلا بھیجا کہ وہ لوگ صبح تک صبر اور استقلال سے کام لیں اور خود راتوں رات چل کر صبح ہوتے ہوتے پہنچ گیا اور پہنچتے ہی ترکوں پر ٹوٹ پڑا اور اس بہادری سے لڑا کہ ترک محاصرہ اٹھا کر بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ ترکوں کا اپنا ملک تھا۔ ان کے پلٹنے کا خطرہ تھا۔ اس لیے مسیّب نے ان کے تعاقب سے مسلمانوں کو روک دیا اور کسی نہ کسی طرح محصور مسلمانوں کو قصر باہلی سے نکال لے گیا۔ اس کی واپسی کے بعد ہی دوبارہ ترک پہنچے لیکن اس وقت قصر بالکل خالی ہو چکا تھا۔

صغد پر مسلمانوں کا قبضہ

صغد مسلمانوں کے حلیف تھے لیکن قصر باہلی کے محاصرہ میں انہوں نے ترکوں کی مدد کی تھی۔ اس لیے مسلمانوں نے سعید کو اس کا انتقام لینے کے لیے آمادہ کیا۔ وہ جیحون کو عبور کر کے صغد کے علاقہ کی طرف بڑھا۔ قریب ہی ان کا جرگہ مل گیا۔ مسلمانوں نے اسے شکست دے کر آگے بڑھنے کا ارادہ کیا مگر سعید نے روک دیا کہ یہ لوگ امیر المؤمنین کی کھیتی ہیں، ان کو ویران کرنا مناسب نہیں ہے۔ یہاں سے واپسی میں ترکوں کی ایک جماعت جوان کی تاک میں چھپی ہوئی تھی، ان پر ٹوٹ پڑی، مسلمان بالکل بے خبر تھے، اس لیے شکست کھا گئے لیکن پھر کل فوج کے پہنچنے کے بعد ترکوں کو پسپا کر دیا۔

سعید بن ہبیرہ کا تقرر اور دوسرا معرکہ

سعید بن عبدالعزیز فطرتاً بڑا کمزور تھا اور اس کی موجودگی میں ترک اور صغد سرکشی سے باز نہیں آ سکتے تھے۔ اس لیے ۱۰۳ھ میں وہ معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ سعید بن ہبیرہ کا تقرر ہوا۔ یہ بڑے دبدبہ اور شکوہ کا شخص تھا۔ اس نے آتے ہی مسلمانوں کو گرمایا کہ ”تم لوگ کثرت تعداد کے بل پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر لڑتے ہو، اس کا نام لے کر کھڑے ہو جاؤ“۔ صغد کو اس کی خبر ہوئی تو وہ ڈر گئے اور فرغانہ کے فرمانروا سے خجندہ میں قیام کی اجازت چاہی۔ اس نے یہاں ٹھہرانے سے انکار کیا‘ البتہ ایک پرگنہ میں رہنے کی اجازت دے دی اور اس کے خالی ہونے تک عارضی طور پر ایک دوسرا مقام تجویز کر دیا‘ مگر اس دوران میں ان کی حفاظت کی ذمہ داری نہیں لی۔ صغد نے عارضی قیام کے لیے شعب عصام کو پسند کیا۔ سعید حرشی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً روانہ ہو گیا اور قبل اس کے کہ صغد شعب عصام میں داخل ہوں‘ پہنچ گیا اور ہر طرف سے انہیں گھیر لیا۔ صغد نے فرمانروائے فرغانہ سے مدد طلب کی۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے تمہارے قیام کے مستقل انتظام سے پہلے حفاظت کی ذمہ

داری نہیں لی تھی۔ یہ جواب سن کر صغد نے مجبور ہو کر اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کے پاس جتنے مسلمان قیدی ہیں' سب واپس کر دیں گے اور ان کی بغاوت کی وجہ سے خراج میں جو کمی ہوئی ہے' اسے پوری کر دیں گے۔ آئندہ کوئی فریب نہ کریں گے اور خجندہ چھوڑ دیں گے اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی پوری نہ ہو تو مسلمانوں کو جنگ کا اختیار رہے گا۔ ابھی یہ شرائط پوری نہ ہوئی تھیں کہ صغد نے ایک مسلمان عورت کو قتل کر دیا۔ سعید کو معلوم ہوا تو انہوں نے صرف قاتل کے قتل پر اکتفا کیا' لیکن اس بدعہدی کے بعد ایک صغد سردار کو سعید کی جانب سے اطمینان نہ رہ گیا۔ اس نے علم بغاوت بلند کر دیا اور اسلامی آبادی پر تاخت کر کے چند مسلمانوں کو قتل کر ڈالا۔ یہ سردار تو کسی نہ کسی طرح قتل کر دیا گیا' لیکن اس کے بعد کل صغد باغی ہو گئے اور ڈیڑھ سو مسلمان قیدیوں کو جو ان کے قبضہ میں تھے' تہہ تیغ کر ڈالا۔ اس لیے دوبارہ سعید بڑے جوش و خروش سے ان کے مقابلہ کے لیے اٹھے اور ایک پورے جرگہ کو ختم کر کے صغد کے علاقہ میں ہر طرف فوجیں پھیلا دیں اور ان کی طاقت کو توڑنے کی پوری کوشش کی۔

کش اور نسف کی اطاعت

کش اور نسف کے علاقے مسلمانوں کے پرانے باجگزار تھے۔ انہوں نے صغد کی بغاوت میں مسلمانوں کے خلاف انہیں مدد دی تھی۔ اس لیے صغد سے نبٹنے کے بعد سعید کش پہنچے۔ اہل کش نے بغیر کسی مزاحمت کے صلح کر لی۔ کش کی جانب سے مطمئن ہونے کے بعد سعید نے مسربل بن خریت کو نسف کے فرمانروا کو سمجھانے کے لیے بھیجا۔ مسربل نے جا کر سمجھایا کہ ''تم باغیوں کا انجام دیکھ چکے ہو' تمہاری خیر اسی میں ہے کہ مسلمانوں کی پیش قدمی سے پہلے ان کی اطاعت قبول کر لو' ورنہ تمہارا بھی وہی انجام ہوگا''۔ اس میں اور مسربل میں پرانے تعلقات تھے۔ اس نے اس خیر خواہانہ مشورہ کو قبول کیا اور اپنے آپ کو سعید کے حوالہ کر دیا' لیکن سعید نے ان کی خطا معاف نہیں کی اور خراسان لے جا کر قتل کر دیا۔

خزر پر حملہ

ترکستان کے بعد دوسرا مخدوش علاقہ خزر کا تھا۔ اس لیے ۱۰۴ھ میں اس علاقہ پر فوج کشی ہوئی۔ خزر' قبچاق اور آرمن نے متحد ہو کر مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کو فاش شکست ہوئی۔ اس کامیابی سے ان کا حوصلہ بہت بڑھ گیا اور انہوں نے سرحد پر بہت بڑا اجتماع کیا۔ یزید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے جراح بن عبداللہ حکمی کو آرمینیہ کا حاکم مقرر کیا اور خزر کے مقابلہ کے لیے شام سے فوج روانہ کی۔ جراح اسے لے کر خزر کے علاقہ میں داخل ہوا اور باب الابواب میں فوجیں پھیلا دیں۔ دریائے ران

پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد خزر نے فاش شکست کھائی اور ان کا کل سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اس کے بعد بلنجر کی طرف بڑھے اور راستے میں شہر برغو کو مطیع کر کے بلنجر کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ بڑا سنگین اور مستحکم قلعہ تھا۔ اہل قلعہ نے تین سو گاڑیوں کو ایک دوسرے سے باندھ کر قلعہ کے چاروں طرف ان کا حصار قائم کر دیا تھا۔ اس لیے مسلمانوں کو بڑھنے میں بڑی دشواری پیش آئی۔ چند مسلمان ہمت کر کے گاڑیوں کی طرف بڑھے۔ اہل قلعہ نے تیروں کا مینہ برسا دیا' لیکن وہ جان پر کھیل کر گاڑیوں تک پہنچ گئے اور وہ رسہ جس میں گاڑیاں بندھی ہوئی تھیں' کاٹ دیا۔ اس کے کٹتے ہی سب گاڑیاں لڑھک کر نیچے آ گئیں اور مسلمانوں نے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا۔ خزر نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا' لیکن انہیں شکست ہوئی اور مسلمانوں نے قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اس کی بے شمار دولت ان کے ہاتھ آئی۔ قلعہ پر قبضہ کے بعد قلعہ دار مسلمانوں سے مل کر ان کا جاسوس بن گیا۔ اس کے صلہ میں جراح بن عبداللہ حکمی نے قلعہ مع نقد و جنس اسے واپس کر دیا۔ بلنجر کے بعد قلعہ الوبندر کا رخ کیا۔ یہاں چالیس ہزار ترک خانوادے آباد تھے۔ ان لوگوں نے بغیر کسی مزاحمت کے صلح کر لی' لیکن ابھی جراح الوبندر میں تھے کہ دوسرے ترکمانی قبائل نے مسلمانوں کی ناکہ بندی کر دی۔ بلنجر کے علاقہ دار نے فوراً اس کی اطلاع دی۔ اس لیے جراح رستاق ملی واپس چلے آئے اور دارالخلافہ سے مزید فوجیں طلب کیں۔ ابھی جراح رستاق ملی میں مقیم تھے کہ یزید کا وقت آخر ہو گیا اور یہ مہم ہشام کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچی۔

یہ طبری اور ابن اثیر کا بیان ہے۔ [1] یعقوبی کا بیان ہے کہ بلنجر کی فتح کے بعد جراح نے اس کے فرمانروا کا تعاقب کیا۔ دریائے دیبل پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہو گیا۔ جراح اس مقابلہ میں کام آئے۔ [2] لیکن یہ بیان بالکل غلط ہے۔ ہشام کے زمانہ میں جراح بہت دنوں تک اس نواح کی مہمات میں مشغول رہے۔

متفرق فتوحات

ان فتوحات کے علاوہ یزید کے زمانہ میں بعض معمولی فتوحات بھی حاصل ہوئیں۔ ۱۰۳ھ میں روم میں عباس بن ولید نے دلسہ اور ۱۰۵ھ میں مروان بن محمد نے قونیہ فتح کیا۔

خوارج

---

[1] یہ تمام حالات طبری اور ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ [2] یعقوبی ج ۲' ص ۳۷۴۔

بعض مقاموں پر خوارج نے بھی سر اٹھایا' لیکن ان کا فتنہ بڑھنے نہ پایا۔ ۱۰۵ھ میں عقفان خارجی اٹھا' لیکن اس کی جماعت بہت مختصر تھی' جسے محض دھمکا کر منتشر کر دیا گیا۔ اسی سنہ میں بحرین میں مسعود بن ابی زینب عبدی اٹھا اور یمامہ پر حملہ آور ہوا۔ یہاں کے والی سفیان بن عمرو عقیلی نے آسانی سے اس کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے بعد ہلال ابن مدلج نے اس کی جگہ لی' یہ بھی شکست کھا کر قتل ہوا۔

ولی عہدی

تخت نشینی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یزید نے اپنے بھائی ہشام اور اس کے بعد اپنے لڑکے ولید کو نامزد کر دیا تھا۔

وفات

شعبان ۱۰۵ھ میں سل کی بیماری میں یزید کا انتقال ہوا۔ اس وقت چالیس سال کے قریب عمر تھی۔ مدت خلافت چار سال ایک مہینہ' کچھ دن۔ اس کی وفات کے سلسلے میں ایک یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ اسے ایک لونڈی حبابہ سے بڑی شیفتگی تھی' وہ مر گئی۔ اس صدمہ کی وہ تاب نہ لا سکا اور چند ہی دنوں کے بعد اس کا بھی انتقال ہو گیا۔ ممکن ہے یہ روایت صحیح ہے' اس لیے کہ یہ مسلم ہے کہ وہ سل کا مریض تھا' ایسی حالت میں کسی صدمہ سے موت کا جلد واقع ہو جانا کچھ بعید نہیں۔

اولاد

یزید کے دس لڑکے تھے۔ ولید' یحییٰ' محمد' عمر' عبدالجبار' داؤد' ابوسلیمان' عوام' ہاشم' سلیمان۔

عراق کا بندوبست

یزید کا زمانہ بہت مختصر تھا اور اس مختصر زمانہ میں بھی کوئی اہم واقعات و حوادث نہیں پیش آئے۔ وہ طبعاً بہت آرام طلب اور عیش پرست تھا۔ اس لیے تعمیری حیثیت سے اس کے دور میں عراق کے بندوبست کے علاوہ کوئی چیز قابل ذکر نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے عراق کا بندوبست نہیں ہوا تھا۔ یزید نے اپنے آخری دور میں دوبارہ بندوبست کرایا۔ [1]

---

[1] یعقوبی ج۔۲ ص ۳۷۶۔

ہشام بن عبدالملک

(۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ مطابق ۷۲۳ء تا ۷۴۳ء)

یزید کے انتقال کے وقت اس کا بھائی اور ولی عہد ہشام بن عبدالملک پایہ تخت سے باہر رصافہ میں تھا۔ یہیں اس کے سامنے خاتم اور عصائے خلافت پیش کیا گیا اور رمضان ۱۰۵ھ میں وہ دمشق آ کر تخت نشین ہوا۔ ہشام تدبر اور حوصلہ مندی میں عبدالملک کا ثنیٰ تھا۔ اس لیے اس کی تخت نشینی کے بعد اموی حکومت میں پھر ایک حرکت اور گرمی پیدا ہوگئی۔ اس کا دور بیرونی مہمات' فتوحات اور اندرونی گوناگوں انقلابات وحوادث کے اعتبار سے بڑا ہنگامہ خیز تھا۔

ترکستان کی مہمات

وسط ایشیا خاص طور سے لڑائیوں کا مرکز رہا اور فرمانروائے ترکستان خاقان مارا گیا۔ وسط ایشیا کے چھوٹے چھوٹے باجگزار فرمانروا بڑے سرکش تھے۔ جہاں ذرا گرفت ڈھیلی ہوتی وہ باغی ہو جاتے تھے۔ اس کے آزاد فرمانروا اسلامی مقبوضات پر تاخت کیا کرتے تھے۔ اس لیے ہشام نے ان کا زور توڑنے اور انہیں مستقل قابو میں لانے کی کوشش کی۔ اس سلسلہ میں ترک وتاتار وغیرہ کی تمام قومیں مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوئیں اور کابل وترکستان سے لے کر ارمنستان تک آگ لگ گئی' لیکن ہشام کی ہمت اور تدبر نے ان سب پر قابو حاصل کر لیا۔ ہشام کی تخت نشینی کے وقت عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر جنرل تھا۔ ہشام نے اس کی جگہ خالد بن عبداللہ کا تقرر کیا۔ اس وقت ترکوں کے ساتھ جنگ چھڑی ہوئی تھی اور مسلم بن سعید والی خراسان ان کے مقابلہ میں تھا۔ یہ خالد کے حکم سے فرغانہ کی طرف بڑھا۔ یہاں کے فرمانروا نے مسلمانوں کو ہر طرف سے گھیر لیا اور وہ بڑے خطرہ میں پھنس گئے' لیکن مسلم کسی نہ کسی طرح بچا کر نکال لایا۔ اس مہم کے بعد خالد نے مسلم کو خراسان سے ہٹا کر اپنے بھائی اسعد بن سعید کو اس کی جگہ بھیجا اور جنید بن عبدالرحمٰن کو سندھ کی ولایت پر مامور کیا۔ [1]

اسد نے ۱۰۷ھ میں غور پر فوج کشی کی۔ غوری اپنا کل مال ومتاع ایک غار میں چھپا کر خود ہٹ گئے۔ اسد اسے نکلوا کر صحیح وسالم واپس آیا اور چند دنوں کے بعد ۱۰۸ھ میں دوبارہ حملہ کر کے غوریوں کو شکست دی۔ اس میں قبائلی عصبیت زیادہ تھی جس سے قبائل میں جنگ کا اندیشہ تھا۔ اس لیے ۱۰۹ھ میں ہشام نے اسے معزول کر کے امیر اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کا حاکم بنایا۔ یہ بڑا فاضل اور دیندار

---

[1] جنید نے سندھ پہنچ کر بہت سی فتوحات حاصل کیں' اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔

امیر تھا۔ اس نے تلوار روک کر ترکستان میں اسلام کی اشاعت کی کوشش شروع کی اور ابوالصیداء کو ایک جماعت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لیے سمرقند بھیجا۔ ان کی کوشش سے اس کثرت سے ذمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی۔ یہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا زمانہ نہ تھا کہ اسلام کی اشاعت کے مقابلہ میں جزیہ کی آمدنی کی پرواہ نہ کی جاتی۔ اس لیے اشرس کو باز پرس کا خطرہ پیدا ہوا' چنانچہ انہوں نے سمرقند کے عامل حسین بن عمرطہ کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ذمیوں نے جزیہ سے بچنے کے لیے اسلام قبول کیا ہے۔ اس لیے اس وقت تک ان کا جزیہ معاف نہ کیا جائے جب تک وہ ختنہ نہ کرائیں اور اسلامی فرائض ادا کر کے اپنے سچے مسلمان ہونے کا ثبوت نہ دیں اور حسین بن عمرطہ کی جگہ ہانی بن ہانی کو سمرقند بھیجا۔ اس نے تحقیقات کر کے لکھا کہ نومسلم اسلامی فرائض ادا کرتے ہیں اور مسجد بھی بنالی ہے لیکن اس اطلاع کے بعد بھی اشرس نے جزیہ کی وصولی کا حکم قائم رکھا۔ نومسلموں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور سات ہزار آدمی جنگ کے لیے آمادہ ہو گئے۔ بہت سے حق پسند مسلمانوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ [1]

اشرس کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے مجشر بن مزاحم کو بھیجا۔ اس نے بعض ان مسلمانوں کو جنہوں نے نومسلموں کی حمایت کی تھی' حیلہ سے قید کر کے جزیہ کی معافی کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے بعد جب نومسلموں کا جتھا منتشر ہو گیا' اس وقت مجشر نے ان کے تمام سرغنوں اور ان کے حمایتی مسلمانوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور ان سے زبردستی جزیہ وصول کیا۔ اس جبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ صغد اور بخارا میں پھر بغاوت پھیل گئی۔ ترکوں نے ان کا ساتھ دیا اور سارے ماوراءالنہر میں شورش بپا ہو گئی۔ اشرس اور قطن بن قتیبہ نے جیحون کو عبور کر کے باغیوں کے مرکز بیکند کا محاصرہ کر لیا۔ ترکوں نے ان کا پانی روک دیا۔ اس لیے وہ محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے اور پانی کی تلاش میں نکلے۔ ترکوں نے روکنے کی کوشش کی' لیکن مسلمانوں نے شکست دے کر پانی حاصل کر لیا۔ ابھی یہ معرکہ ختم ہوا تھا کہ ترکستان کے فرمانروا خاقان نے خراسان کے ایک بڑے شہر کمرجہ کا جس میں زیادہ تر مسلمانوں کی آبادی تھی' محاصرہ کر لیا۔ محصور مسلمانوں نے شہر کے پھاٹک بند کر کے پوری مدافعت کی۔ ابھی یہ سلسلہ جاری تھا کہ اسلامی فوجیں فرغانہ تک پہنچ گئیں۔ ان کی اطلاع پا کر خاقان نے کمرجہ کے محصورین سے کہلا بھیجا کہ ہم جس شہر کا محاصرہ کرتے ہیں اسے بغیر فتح کیے ہوئے نہیں ٹلتے' اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم لوگ شہر خالی کر کے چلے جاؤ۔ ہم کوئی مزاحمت نہ کریں گے۔ مسلمانوں نے جواب میں کہلایا کہ "ہمارا مذہب ہمیں اپنے کو دشمن کے حوالہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لیے جو کچھ تمہارے بس میں ہے کر گزرو"۔ ان کا

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص ۵۴۔

استقلال دیکھ کر خاقان نے ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ کمرجہ چھوڑ دیں تو انہیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا جائے گا' مسلمانوں کے پاس مدافعت کی قوت نہ تھی۔ اس لیے انہوں نے پورا اطمینان حاصل کرنے کے بعد کمرجہ خالی کر دیا۔ خاقان وعدہ پر قائم رہا اور مسلمانوں کو دبوسیہ تک پہنچانے کے لیے ایک دستہ ساتھ کر دیا اور وہ بحفاظت دبوسیہ پہنچ گئے۔

۱۱۱ھ میں اشرس کی جگہ جنید بن عبدالرحمٰن مری کا تقرر ہوا۔ اس نے بھی ترکستان کی مہم جاری رکھی اور ترکوں کے ساتھ کئی معرکے ہوئے۔ آخری معرکہ میں ترکوں نے بڑی فاش شکست کھائی اور خاقان کا چچازاد بھائی گرفتار ہوا۔

۱۱۲ھ میں جنید نے طخارستان پر فوج کشی کی۔ یہ ادھر مشغول تھا' دوسری طرف ترک ہر طرف سے سمرقند پر امنڈ آئے۔ یہاں کے حاکم سورہ بن ابجر نے جنید کو خطرہ کی اطلاع دی۔ اس نے فوج کو سمرقند کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ بعض تجربہ کار لوگوں نے کہا کہ ترکوں کا مقابلہ ہے۔ سب فوجیں منتشر ہیں۔ پچاس ہزار فوج سے کم کام نہ چلے گا۔ انہیں اکٹھا کرنے کے بعد سمرقند کا قصد کرنا چاہیے' لیکن سمرقند کے مسلمانوں کی جان کے خوف سے جنید نے توقف پسند نہ کیا اور جتنی فوج پاس تھی اسی کو لے کر روانہ ہو گیا اور سمرقند کے قریب پہنچ کر ایک گھاٹی میں خیمہ زن ہوا۔ ابھی یہ پہنچا ہی تھا کہ خاقان صغد' فرغانہ اور چاچ وغیرہ کی ٹڈی دل فوج کے ساتھ آ گیا۔ سب سے پہلے مسلمانوں کے مقدمۃ الجیش کا سامنا ہوا۔ خاقان اسے شکست دے کر پیچھے ہٹاتا ہوا اسلامی لشکر گاہ تک لے آیا۔ جنید نے پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ دو دن تک معرکہ کارزار گرم رہا۔ فریقین بڑی شجاعت و پامردی سے لڑے۔ اس معرکہ میں بہت سے مسلمان بہادر کام آئے اور آخر میں ان کا پہلو کمزور پڑ گیا۔ جنید نے سورہ بن ابجر کو' جو قریب ہی سمرقند میں تھا' اطلاع دے کر مدد طلب کی۔ وہ بارہ ہزار فوج لے کر مدد کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں ترک حائل تھے۔ انہوں نے روکا اور راستہ بند کرنے کے لیے جھاڑیوں میں آگ لگا دی۔ سورہ نے ریلا کر کے نکل جانا چاہا۔ ترک مقابلہ میں آ گئے۔ سورہ نے انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ اس دار و گیر میں بہت سے ترک اور مسلمان آگ کی لپیٹ میں آ گئے۔ سورہ گھوڑے سے گر پڑا۔ اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی جس کے صدمہ سے وہ جانبر نہ ہو سکا اور ترکوں نے اس کی پوری فوج تہ تیغ کر دی۔ بارہ ہزار فوج میں سے کل دو ہزار زندہ بچے۔ ان میں سے سات سو آدمیوں نے مرغاب میں پناہ لی۔ ایک ترک افسر غورک ان سے جان بخشی کا وعدہ کر کے انہیں خاقان کے پاس لے گیا' لیکن اس نے غورک کی امان رد کر دی اور مسلمانوں نے لڑ کر مردانہ وار جان دی۔ سورہ کی فوج کی تباہی کی خبر سن کر جنید نے

سمرقند سے نکل جانا چاہا' لیکن ایک مسلمان نے اس کے گھوڑے کی لگام تھام لی۔ اس درمیان میں ترک بھی پہنچ گئے۔ اس لیے جنید کے لیے جنگ کے سوا چارہ کار نہ رہ گیا۔ اس لیے اعلان کر دیا کہ جو غلام اس جنگ میں کارنمایاں دکھائے گا' وہ آزاد ہے۔ اس اعلان پر غلام اس بہادری سے لڑے کہ ترکوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔

ترکوں کے ہٹنے کے بعد جنید سمرقند میں داخل ہوا اور ہشام کو مفصل حالات لکھ بھیجے۔ اسے سورہ کی موت کا بڑا صدمہ ہوا اور ترکوں سے انتقام لینے کے لیے بیس ہزار منتخب فوج اور بہت سا سامان حرب بھیجا اور جنید کو فوجوں کی تنخواہوں میں اضافہ کا بھی اختیار دے دیا۔ ابھی جنید سمرقند ہی میں تھا کہ اسے بخارا کی جانب خاقان کی پیش قدمی کی خبر ملی۔ سمرقند سے بخارا کا راستہ بڑا پرخطر اور دشوار گزار تھا۔ ہر قدم پر ترکوں کے حملہ کا خوف تھا' لیکن اہل بخارا کی مدد کے لیے پہنچنا ضروری تھا۔ اس لیے جنید حفاظت کے پورے اہتمام کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کرمینیہ کے قریب خاقان کے ایک دستہ کا سامنا ہو گیا' لیکن محض معمولی جھڑپ ہوئی۔ اس سے آگے بڑھ کر ترکوں نے اسلامی فوج کے پچھلے حصہ پر چھاپا مارا۔ اس حملہ میں خودان کا ایک نامور افسر کام آ گیا۔ اس لیے وہ لوگ لوٹ گئے اور جنید بخیر و خوبی بخارا پہنچ گیا۔ اس کے پہنچنے کے بعد پھر ترکوں نے ادھر بڑھنے کی ہمت نہ کی۔

۱۱۶ھ میں جنید کی جگہ خراسان کی ولایت پر عاصم بن عبداللہ ہلالی کا تقرر ہوا۔ اس کے خراسان پہنچنے کے ساتھ ہی ایک مسلمان امیر حارث بن شریح نے علم بغاوت بلند کر دیا اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی دعوت کے ذریعے ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کی مدد سے بلخ' جوز جان' طالقان اور مروالروز وغیرہ بہت سے شہروں پر قبضہ کر کے خراسان کے پایہ تخت مرو کی طرف بڑھا' لیکن عاصم نے اسے شکست دے کر لوٹا دیا۔ اس کے بیشمار آدمی مارے گئے۔ بہت سے ڈوب کر مرے اور خود عاصم چند ہزار آدمیوں کے ساتھ بچ کر نکل گیا۔ انتظامی حیثیت سے خراسان کا صوبہ ہمیشہ سے عراق کے ماتحت رہا تھا' کچھ دنوں سے اس کو عراق سے الگ کر دیا گیا تھا۔ حارث کی بغاوت کے بعد عاصم نے ہشام سے درخواست کی کہ جب تک خراسان کو عراق سے ملحق نہ کیا جائے گا اس وقت تک اس کا انتظام سنبھالنا مشکل ہے کہ اس الحاق سے اسے عراق کی حکومت بھی مل جائے گی' لیکن ہشام نے خراسان کا عراق سے الحاق تو کر دیا مگر اسے عاصم کے ماتحت کرنے کی بجائے خالد بن عبداللہ قسری والی عراق کے ماتحت رکھا اور اس کے بھائی اسد کو خراسان کا والی مقرر کیا۔

گو حارث نے شکست کھائی تھی' لیکن جن شہروں پر وہ قبضہ کر چکا تھا وہ اب تک اس کے قبضہ

میں تھے۔ اس لیے اس نے دوبارہ قوت حاصل کر لی۔ عاصم اس کے مقابلہ کی تیاری کر رہا تھا کہ اسد خراسان پہنچ گیا۔ عاصم کو اپنی معزولی اتنی ناگوار ہوئی کہ اس نے حارث سے مل جانا چاہا' لیکن شامی فوج نے انکار کیا' اس لیے مجبوراً حارث سے لڑنا پڑا۔ اس مرتبہ بھی حارث نے شکست کھائی' اسے شکست دینے کے بعد اسد نے عاصم کو گرفتار کر لیا۔ اس دوسری شکست کے بعد بھی حارث کی قوت نہ ٹوٹی' بلکہ اس کی شورش اور بڑھ گئی اور خراسان کے اور بہت سے شہروں پر اس نے قبضہ کر لیا۔ اس کے اور اسد کے درمیان مہینوں معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ بڑی دشواریوں کے بعد ۱۱۸ھ میں حارث کا زور ٹوٹا اور وہ خراسان سے بھاگ کر خاقان سے مل گیا۔ حارث کی شورش ختم کرنے کے بعد اسد نے پھر ترکستان کی طرف توجہ کی اور ۱۱۹ھ میں ختل کے کئی قلعوں کو چھین لیا۔ خاقان کو معلوم ہوا تو وہ فوراً مقابلہ کے لیے پہنچا۔ اسد اس وقت واپس ہو رہا تھا۔ جیحون کے پار دونوں کا سامنا ہوا۔ خاقان نے شکست کھائی اور اسد بخارا لوٹ گیا اور سردیوں کا موسم یہیں بسر کیا۔ سردی ختم ہونے کے بعد خاقان پھر بخارا پہنچا' لیکن اس مرتبہ بھی اسے شکست ہوئی اور اس کا بہت سا سامان مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اس معرکہ کے بعد ایک نامور ترکی سردار کورصول کے ساتھ چوگان کھیلنے میں خاقان کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ خاقان بگڑ گیا اور قسم کھائی کہ وہ کورصول کا ہاتھ توڑ کر رہے گا۔ اس دھمکی پر کورصول خاقان کے خلاف ہو گیا اور شبخون مار کر اسے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد ترکوں کا شیرازہ بکھر گیا اور ان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی' اس سے فائدہ اٹھا کر اسد نے ختل پر فوج کشی کر دی۔ ترک مقابلہ نہ کر سکے اور ختل چھوڑ کر چین چلے گئے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد کورصول کو اپنا قائد بنایا۔

۱۲۰ھ میں اسد کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ نصر بن سیار کنانی کا تقرر ہوا۔ یہ بڑا مدبر' منتظم اور بہادر امیر تھا۔ اس نے ہر شعبہ کو بڑی ترقی دی۔ مظالم کی تحقیقات کا محکمہ قائم کیا۔ نومسلموں کا جزیہ بند کیا۔ [1] خراج کی بے عنوانیوں کو دور کر کے از سر نو اس کا نظام کیا۔ ان تعمیری کاموں کے ساتھ ماوراء النہر پر مختلف سمتوں سے فوج کشی کی۔ ۱۲۰ھ میں چاچ پر حملہ کیا۔ دریائے چاچ کے قریب کورصول نے جو خاقان کے بعد ترکوں کا قائد بنا تھا مسلمانوں کے لشکر گاہ پر چھاپہ مارا۔ اتفاق سے ایک مسلمان افسر عاصم بن عمرو کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا اور نصر کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ بڑا بہادر اور مسلمانوں کا بڑا خطرناک دشمن تھا۔ ۷۲ لڑائیاں لڑ چکا تھا' اس لیے نصر نے اسے قتل کرا دیا۔

حارث بن شریح خاقان کے بعد کورصول کے ساتھ ہو گیا تھا اور اس معرکہ میں اس کے ہمراہ

---

[1] ابن اثیر ج۔ ۵' ص ۸۷۔

تھا۔ کورصول کے خاتمہ کے بعد نصر نے یحییٰ بن حصین کو حارث کے استیصال پر مامور کیا۔ حارث چاچ میں تھا' اس لیے یحییٰ چاچ کی طرف بڑھا۔ ایک بڑا ترکی افسر آخرم مقابلہ میں آیا اور مارا گیا۔ اس کی موت سے چاچ والوں کی ہمت چھوٹ گئی۔ اسی دوران میں نصر بھی پہنچ گیا۔ چاچ کے فرمانروا نے صلح کا پیام دیا۔ نصر نے اس شرط پر منظور کیا کہ وہ حارث کو اپنے ہاں سے نکال دے۔ حاکم چاچ نے قبول کرلیا اور حارث چاچ سے نکل کر فاراب چلا گیا اور کئی سال آوارہ گردی کے بعد ۱۲۷ھ میں خراسان واپس آ کر مسلمانوں سے مل گیا۔ چاچ سے فراغت کے بعد نصر فرغانہ کے حدود کی طرف بڑھا' لیکن ابتدائی معرکوں کے بعد ہی حاکم فرغانہ نے صلح کی درخواست کی۔ نصر نے منظور کرلی اور حاکم فرغانہ کی ماں نے نصر کے پاس آ کر صلح کی تکمیل کی۔ خاقان اور کورصول کے بعد ترکوں کا کوئی راہنما نہ رہ گیا تھا۔ وہ مسلسل لڑتے لڑتے پریشان ہو چکے تھے۔ ان کا شیرازہ بکھر چکا تھا اور اب وہ اپنے وطن میں امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرنے کے خواہش مند تھے اور یہ چاہتے تھے کہ نومسلم صغد میں سے جو شخص اپنے مذہب میں لوٹ جائے اسے سزا نہ دی جائے اور ان کے مذہبی امور میں مداخلت نہ کی جائے اور ان کے پاس جو مسلمان قیدی ہیں انہیں عادل قاضی کے فیصلہ کے بغیر واپس نہ لیا جائے۔ خراسان کے سابق والی ان مطالبات کو منظور نہ کرتے تھے' لیکن نصر مدبر امیر تھا۔ اس نے منظور کرلیا اور ایک عرصہ کے کشت وخون کے بعد صغد اور مسلمان دونوں کو امن وسکون حاصل ہوا۔

آرمینیہ اور آذربائیجان کا محاذ

ہشامی دور کا دوسرا جنگی محاذ آرمینیہ اور آذربائیجان کا علاقہ تھا۔ اس محاذ پر ترک' ارمن اور خزر دلان وغیرہ کی تمام قومیں خاقان کے لڑکے کے زیر قیادت مسلمانوں کے مقابلہ میں متحد ہوگئی تھیں۔ اس لیے یہ علاقے بھی کئی سال تک رزمگاہ بنے رہے۔

اس کی ابتدا ۱۰۶ھ ہی سے ہوگئی تھی' لیکن مسلسل لڑائیوں کا آغاز ۱۱۱ھ سے ہوا۔ سب سے اول جراح بن عبداللہ حکمی والی آرمینیہ نے بحر خزر کی سمت سے بحری حملہ کر کے خزر کا ایک شہر فتح کیا۔ اس کے انتقام میں خزر نے ۱۱۲ھ میں ترکوں کی مدد سے جراح کا مقابلہ کیا۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ جراح اس کے مقابلہ میں کام آئے اور ان کے اہل وعیال خزر کے ہاتھوں قید ہوگئے۔

جراح کے قتل سے خزر کا حوصلہ بہت بڑھ گیا۔ وہ یورش کرتے ہوئے موصل تک پہنچ گئے۔ اس سے پورا کردستان خطرہ میں پڑ گیا۔ ہشام نے اس کے تدارک کے لیے سعید حرشی کو آذربائیجان بھیجا اور تمام فوجی افسروں کے نام ان کی مدد کا حکم جاری کردیا۔ سعید حرشی مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دیتا اور انہیں

ساتھ لیتا ہوا ارزن آیا اور یہاں سے جراح کی باقی ماندہ شکست خوردہ فوج کو ساتھ لے کر خلاط پہنچا اور محاصرہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ خلاط کے بعد چھوٹے چھوٹے قلعوں کو فتح کرتا ہوا برزعہ آیا۔ یہاں معلوم ہوا کہ خاقان کا لڑکا [1] ورثان کے مسلمانوں کا محاصرہ کیے ہوئے اسلامی آبادیوں پر تاخت کر رہا ہے۔ اہل ورثان کے پاس کوئی جنگی قوت نہ تھی۔ سعید نے فوراً ان کے پاس قاصد بھیجا کہ وہ لوگ ہمت واستقلال سے کام لیں، بہت جلد مدد پہنچتی ہے۔ اتفاق سے قاصد دشمن کے ہاتھ پکڑا گیا۔ انہوں نے بجبر اس سے وعدہ لیا کہ وہ شہران کے حوالہ کر دیں۔ قاصد نے مصلحتاً اقرار کر لیا، لیکن شہر کے قریب پہنچ کر بآواز بلند اعلان کیا کہ "میں فلاں شخص سعید حرشی کا قاصد ہوں، وہ عنقریب پہنچنا چاہتے ہیں، تم لوگ دو دن اور استقلال سے کام لو"۔ خزر نے قاصد کو تو قتل کر دیا، لیکن یہ پیغام سن کر اہل ورثان کی ہمت بڑھ گئی۔ اس درمیان میں سعید قریب پہنچ چکا تھا، اس لیے خزر محاصرہ اٹھا کر لوٹ گئے۔

ورثان پہنچنے کے بعد سعید خزر کی تلاش میں باجروان گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ تھوڑے ہی فاصلہ پر موجود ہیں۔ سعید راتوں رات ان کے لشکر گاہ پہنچ گیا۔ خزر بالکل غافل تھے۔ سعید نے شبخون مار کر پورے جرگہ کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد ہی اطلاع ملی کہ قریب ہی ایک دوسرا گروہ موجود ہے اور جراح کے قیدی اہل وعیال بھی اس کے ساتھ ہیں۔ یہ اطلاع ملتے ہی سعید فوراً پہنچا اور دفعتہً حملہ کر کے اس گروہ کا بھی خاتمہ کر دیا اور جراح کے اہل وعیال اور دوسرے مسلمان قیدیوں کو چھڑا کر ان کی دلجوئی کی۔

ان دونوں گروہوں کی تباہی کا حال سن کر خاقان کا لڑکا ایک لشکر جرار کے ساتھ خود حرشی سے مقابلہ کے لیے نکلا۔ ترمذ میں دونوں کا سامنا ہوا۔ خزر کا حملہ اتنا شدید تھا کہ مسلمان اس کی تاب نہ لا سکے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ یہ صورت دیکھ کر خزر کی فوج کے مسلمان قیدیوں نے فریاد کی اور تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ دوسری طرف سے سعید نے للکارا اور مسلمانوں نے سنبھل کر دوبارہ ایسا سخت حملہ کیا اور اس جانبازی سے لڑے کہ خزر کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے مسلمانوں نے دریائے ارس تک تعاقب کر کے ان کا کل سامان چھین لیا اور مسلمان قیدیوں کو چھڑا کر باجروان پہنچایا۔ اس شکست نے خاقان کے لڑکے کو اور زیادہ مشتعل کر دیا اور از سر نو فوجیں جمع کر کے دوبارہ انتظام کے لیے نکلا۔ دریائے بیلقان پر اس کا اور سعید کا مقابلہ ہوا۔ خزر بڑی جانبازی سے لڑے۔ اپنی پوری قوت مقابلہ میں صرف کر دی لیکن مسلمانوں کے صف شکن حملوں کی تاب نہ لا سکے اور ایک خون ریز جنگ کے بعد شکست کھا کر اس بے ترتیبی اور بدحواسی سے پیچھے ہٹے کہ ان کا بڑا حصہ دریائے

[1] ارمنستان اور آذربائیجان کے کچھ حصے خاقان کی حکومت میں تھے لیکن ان لڑائیوں میں اس نواح کی دوسری قومیں بھی خاقان کے ساتھ ہو گئی تھیں۔

بیلقان میں غرق ہو گیا۔ سعید نے ہشام کو ان کامیابیوں کی اطلاع دی۔ اس نے اس کارگزاری پر اظہار خوشنودی کیا۔

۱۱۳ھ میں ہشام نے سعید کو واپس بلا لیا اور اس کی جگہ اپنے بھائی مسلمہ کا تقرر کیا۔ اس نے خزر کے سارے علاقہ میں فوجیں پھیلا دیں اور ان سے بڑے پرزور معرکے ہوئے۔ خاقان کا لڑکا مارا گیا اور کوہستان بلنجر کے اس پار کا پورا علاقہ زیرنگیں ہو گیا۔

خاقان کے لڑکے کے قتل سے سارے خزر میں آگ لگ گئی اور جوش انتقام سے لبریز ہو گئے اور اپنے آس پاس کی کل قوموں کو ساتھ لے کر مسلمانوں سے مقابلہ کے لیے امنڈ آئے۔ مسلمہ اس وقت بلنجر میں تھا۔ اس میں اس انبوہ عظیم کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے کل خیمہ وخرگاہیں چھوڑ کر باب الابواب لوٹ آیا۔

ہشام کے چچیرے بھائی مروان بن محمد نے جو اس معرکہ میں مسلمہ کے ساتھ تھا' واپس جا کر ہشام سے مسلمہ کی کمزوری کی شکایت کی اور خزر کے مقابلہ کے لیے اپنی خدمات پیش کیں۔ ہشام نے منظور کر لیا اور ۱۱۴ھ میں مروان بن محمد کو آرمینیہ بھیجا اور ایک لاکھ بیس ہزار فوج اس کی مدد کے لیے ساتھ کی۔

آرمینیہ آنے کے بعد مروان بن محمد نے لان پر فوج کشی کا ارادہ ظاہر کر کے خزر کو صلح کا پیغام دیا۔ انہوں نے منظور کر لیا اور گفتگو کے لیے قاصد بھیجا۔ مروان نے چند دنوں اس کو روکے رکھا اور جنگ کی تیاری مکمل کرنے کے بعد جنگ کا پیغام دے کر قاصد کو واپس کر دیا اور اس کے ساتھ ہی خود روانہ ہو گیا اور بعجلت تمام منزلیں طے کرتا ہوا خزر کے علاقہ میں داخل ہو گیا۔ فرمانروائے خزر نے صلح کی امید میں کوئی تیاری نہ کی تھی۔ اس لیے مقابلہ نہ کر سکا اور دارالسلطنت چھوڑ کر سرحدی علاقہ کی طرف نکل گیا اور مروان بغیر کسی رکاوٹ کے دور تک بڑھتا ہوا چلا گیا اور بے شمار مال غنیمت حاصل کیا۔

چند دنوں خزر کے علاقہ میں قیام کرنے کے بعد اس نواح کے چھوٹے چھوٹے حکمرانوں کی طرف بڑھا۔ سریر اور زرگران کے رئیسوں اور لکز' قرمان اور شروان کے باشندوں نے صلح کر لی۔ انہیں مطیع بنانے کے بعد صحیح وسالم اپنے مستقر پر واپس آیا اور کئی سال تک سکون رہا۔ پھر ۱۱۸ھ میں نواح خزر کے ایک رئیس ورتیس پر فوج کشی کی۔ اس میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے شہر چھوڑ کر خزر کے علاقہ میں نکل گیا۔ مروان نے اس کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اسی درمیان میں کسی غیر معلوم شخص نے ورتیس کو بھاگنے کی حالت میں قتل کر دیا اور اس کا سر قلم کر کے مروان کے پاس بھیج دیا۔ اس کے قتل کے بعد اہل قلعہ نے اطاعت قبول کر لی۔ ایک سال بعد ۱۱۹ھ میں لان ہوتا ہوا خزر کے علاقہ میں داخل ہوا اور بلنجر تک بڑھتا چلا گیا۔ پھر

۱۲۱ھ میں بحرِ خزر کے ساحلی علاقہ کی سمت بڑھا اور جزران' شروان' لکز' بیت' السریر' خیزج' ارز' بطران' تومان' حمزین' کیران' طبرسران اور فیلان وغیرہ ان تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو جوار منستان سے طبرستان تک پھیلی ہوئی تھیں' مطیع بنایا۔ 1

ایشیائے کوچک کی فتوحات

ایشیائے کوچک کا محاذ مستقل تھا' قریب قریب ہر سال اس پر فوج کشی ہوئی تھی۔ یہاں بھی متعدد فتوحات حاصل ہوئیں۔ ۱۰۵ھ میں مروان نے قونیہ اور کمخ فتح کیے۔ ۱۰۸ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے قیساریہ پر قبضہ کیا۔ ۱۰۹ھ میں ہشام کے لڑکے معاویہ نے قلعہ طیبہ' ۱۱۰ھ میں صملہ اور ۱۱۲ھ میں خرشنہ فتح کیے' ۱۲۰ھ میں مسلمہ بن ہشام نے مطمورہ پر قبضہ کر لیا۔ 2

سندھ کی مہمات

ادھر عرصہ سے سندھ کی مہموں کا سلسلہ تقریباً رک گیا تھا۔ ہشام کے زمانہ میں پھر شروع ہوا اور یہاں بڑے انقلابات پیش آئے۔

اوپر گذر چکا ہے کہ ۱۰۷ھ میں سندھ کی حکومت پر جنید بن عبدالرحمٰن کا تقرر ہوا تھا۔ اس نے سندھ آنے کے بعد دریائے سندھ کے کنارے پیش قدمی شروع کی۔ یہ راجہ داہر کے لڑکے جے سنگھ کا علاقہ تھا۔ وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مسلمان ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کی حکومت برقرار رکھی' چنانچہ اس نے جنید سے کہلا بھیجا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں اور مجھ کو تمہارے برگزیدہ خلیفہ نے برقرار رکھا تھا' اس لیے میرے حدود میں تم کو جارحانہ پیش قدمی نہ کرنی چاہیے' مجھ کو تمہاری نقل و حرکت سے خطرہ ہے۔ جنید نے اسے اطمینان دلایا کہ اس کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا اور فریقین نے اطمینان کے لیے ایک دوسرے کے پاس یرغمال بھجوا دیئے' لیکن جے سنگھ مطمئن نہ ہوا اور دونوں میں اتنی بدگمانی بڑھی کہ اپنے اپنے آدمی واپس بلا لیے۔ جے سنگھ مرتد ہو گیا اور بحری بیڑہ کے ساتھ جنید کے مقابلہ میں آ گیا۔ دریائے سندھ کے مشرقی کنارہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا' لیکن جے سنگھ کی بدقسمتی سے اس کی کشتی دریا کے پایاب حصہ میں پھنس گئی اور وہ گرفتار ہو گیا۔ جنید نے اسے قتل کرا دیا۔ جے سنگھ کے قتل کے بعد چچ' جنید کی شکایت کرنے کے لیے عراق روانہ ہو گیا۔ جنید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے بلطائف الحیل واپس بلا کر قتل کر دیا۔ کیرج کا علاقہ محمد بن قاسم کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا لیکن پھر باغی ہو گیا تھا۔ جے

1 ابن اثیر ج ۵' ص ۸۰ و یعقوبی ج ۳' ص ۳۸۱۔ 2 یہ فتوحات ابن اثیر کے مختلف سنین سے ماخوذ ہیں۔

سنگھ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جنید نے کیرج کا محاصرہ کیا اور اس کی سنگین شہر پناہ کو قلعہ شکن آلات سے توڑ کر کیرج پر قبضہ کر لیا۔

کیرج کو فتح کرنے کے بعد مختلف افسروں کو ماڑ واڑ' مانڈل' وتج' بھروچ' اجین اور مالوہ وغیرہ مختلف سمتوں میں روانہ کیا۔ ان سب نے اپنی اپنی مہموں کو کامیابی کے ساتھ انجام تک پہنچایا' خود جنید نے بھیل مان اور گجرات کو زیر نگین کیا۔

۱۰۷ھ سے ۱۱۱ھ تک جنید سندھ میں رہا۔ اس مدت میں فتوحات میں توسیع کے علاوہ اس نے انتظامی حیثیت سے سندھ کی حکومت کو بڑی ترقی دی۔ [1]

۱۱۱ھ میں جنید خراسان کی حکومت پر مقرر ہو کر چلا گیا اور اس کی جگہ تمیم داری آیا۔ یہ بڑا کمزور اور نااہل تھا۔ جنید کے قائم کردہ نظام کو نہ سنبھال سکا۔ اس کے آتے ہی سارے سندھ میں بغاوت پھیل گئی۔ تمیم اس پر قابو حاصل نہ کر سکا اور محمد بن قاسم کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک سندھ میں مسلمانوں نے جو کچھ کیا تھا' سب خاک میں مل گیا۔ یہاں سے اسلامی حکومت قریب قریب اٹھ گئی اور سندھیوں کا زور اتنا بڑھا کہ سندھ کے متوطن مسلمانوں کو سندھ چھوڑ دینا پڑا۔ خود تمیم داری سندھ چھوڑ کر عراق روانہ ہو گیا' لیکن راستہ میں پیام اجل آ پہنچا۔ [2] اس کے سندھ چھوڑنے کے بعد ایک تجربہ کار افسر حکم بن عوانہ سندھ بھیجا گیا۔ یہ جس وقت سندھ پہنچا' اس وقت یہاں قصبہ کے علاوہ اور کہیں مسلمانوں کے لیے جائے پناہ نہ رہ گئی تھی۔ اس لیے سب سے پہلے حکم نے دریائے سندھ کے مشرقی سمت ایک شہر ''محفوظ'' آباد کر کے مسلمانوں کا مرکز قائم کیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم کی یادگار عمرو بن محمد بن قاسم کی مدد سے چند دنوں میں باغیوں کو زیر کر کے دوبارہ حکومت قائم کی اور اس کامیابی کی یادگار میں ''منصورہ'' آباد کیا جو آئندہ چل کر سندھ کی حکومت کا مرکز بنا۔ [3]

سندھ کا علاقہ انتظامی حیثیت سے خراسان کے والی کے ماتحت تھا اور وہی سندھ کے حاکم مقرر کرتے تھے' چنانچہ حکم کا تقرر خالد بن عبداللہ قسری والی خراسان نے کیا تھا۔ ۱۲۰ھ میں ہشام نے خالد کو معزول کر کے یوسف بن عمرو ثقفی کا تقرر کیا۔ یہ خالد کا مخالف تھا اس لیے اس کے ماتحت عمال کے ساتھ سختی شروع کی۔ حکم کو اس کی جانب سے خطرہ پیدا ہوا۔ اس نے اس کی رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے سندھ کے بعض غیر مفتوحہ علاقوں کو فتح کرنے کی کوشش کی اور اس کوشش میں

---

[1] چچ نامہ میں ان فتوحات کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ہم نے فتوح البلدان کا مختصر بیان لکھا ہے۔ کتاب مذکور ص۔ ۴۴۷' ۴۴۸۔

[2] فتوح البلدان ص۔ ۴۴۸' یعقوبی ج ۲' ص ۳۸۰۔

[3] فتوح البلدان ص ۴۴۸۔

ایک معرکہ میں کام آ گیا۔ حکم کے بعد اس کے ماتحت حکام میں دو شخص عمرو بن محمد بن قاسم اور ابن عرار اس کی جانشینی کے امیدوار تھے۔ یوسف نے اس کا فیصلہ ہشام پر چھوڑ دیا۔ اس نے عمرو بن محمد کے حق میں فیصلہ کیا۔ یوسف کی بھی یہی خواہش تھی۔ اس لیے سندھ کی حکومت عمرو بن محمد کو مل گئی۔ اس نے ابن اعرار کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور منصورہ کو مرکز حکومت بنایا۔ حکم کی موت کے بعد عمرو بن محمد بن قاسم اور ابن اعرار کے اختلاف سے ایک ہندو راجہ نے فائدہ اٹھا کر منصورہ کا محاصرہ کر لیا۔ عمرو کے پاس کافی قوت نہ تھی۔ اس نے یوسف کو اطلاع دی۔ اس نے چار ہزار فوج بھیج دی' لیکن فوج آ جانے کے بعد راجہ محاصرہ اٹھا کر لوٹ گیا۔ عمرو نے اس کا تعاقب کیا اور اس کے فرودگاہ پر شبخون مار کر راجہ کی فوج کا بڑا حصہ برباد کر دیا' لیکن وہ خود بچ کر نکل گیا' عین اس وقت ایک سردار مروان بن یزید باغی ہو گیا' لیکن عمرو نے اس کی جماعت منتشر کر کے اسے قتل کر دیا۔ [1] اس کے بعد بھی سندھ میں مہمات کا سلسلہ جاری رہا' لیکن وہ چنداں لائق ذکر نہیں۔

فرانس کو فتح کرنے کی کوشش

اندلس کے حالات میں عرب مؤرخین عموماً طارق بن زیاد کی فتوحات کے بعد یہاں کے والیوں کے صرف نام گنا کر دوسرا دور عبدالرحمٰن الداخل سے شروع کر دیتے ہیں اور اس مدت میں اندلس میں جو واقعات و حوادث پیش آئے یا یہاں کے والیوں نے دوسری جو مہمات انجام دیں' ان کا ذکر بہت کم یا بہت سرسری کرتے ہیں۔ اسی لیے عربی تاریخوں میں فرانس پر حملہ کے حالات نہایت مختصر ہیں' لیکن انگریزی تاریخوں میں اس کی پوری تفصیل ملتی ہے۔ فرانس کو فتح کرنے کا خیال اندلس کی فتح کے بعد ہی مسلمانوں کو پیدا ہو گیا تھا اور مختلف والیوں نے اس کی کوشش کی' لیکن سب سے اہم حملہ ہشام کے زمانہ میں ہوا' جس میں مسلمان وسط فرانس تک پہنچ گئے تھے۔

پہلی کوشش

اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ اندلس کی فتح کے بعد ولید ہی کے زمانہ میں مسلمان جبل البرانس کو پار کر کے سرزمین فرانس میں اربونہ اور حصن لوڈون تک پہنچ گئے تھے' لیکن قارلہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ اس کے بعد عرصہ تک کسی والی نے ادھر بڑھنے کا ارادہ نہیں کیا۔

دوسرا حملہ

[1] یعقوبی ج ۲' ص ۳۸۹۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں امیر سمح بن مالک خولانی اندلس کا والی مقرر ہوا۔ یہ بڑا حوصلہ مند اور منتظم امیر تھا۔ اندلس کے اندرونی انتظام کو درست کرنے کے بعد اس نے فرانس کو فتح کرنے کا عزم کیا اور ۱۰۲ھ میں بڑے اہتمام سے اس پر فوج کشی کی۔ جبل البرانس کے پار جنوبی فرانس میں سب سے پہلے نارمن کی ریاست پڑتی تھی۔ امیر سمح نے اس کا محاصرہ کیا۔ یہاں کے باشندوں نے اطاعت قبول کر لی۔ نارمن کے بعد ڈیوک آف ایکی ٹین [1] کی سلطنت کی طرف بڑھا اور اس کے پایہ تخت طلوشہ (ٹولوس) کا محاصرہ کیا۔ ڈیوک اس وقت موجود نہ تھا۔ اہل شہر میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ انہوں نے اطاعت قبول کر لینے کا ارادہ کیا' لیکن اسی دوران میں ڈیوک ایک بڑی فوج لے کر پہنچ گیا اور بڑی شجاعت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ امیر سمح جوش میں آ کر دشمن کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد مسلمان شکست کھا گئے۔ ان کی بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی۔ امیر سمح کے بعد مسلمانوں نے امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کو افسر بنایا۔ یہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ باقی ماندہ مسلمانوں کو دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر نکال لائے۔ [2]

تیسرا حملہ

امیر سمح کے بعد اندلس کی ولایت پر امیر عنبسہ بن سحیم کا تقرر ہوا۔ اس نے بھی فرانس کو فتح کرنے کی ہمت کی اور ۱۰۷ھ میں جبل البرانس کو عبور کر کے قرقشونہ (کرکسون) کا محاصرہ کیا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اہل قرقشونہ نے جزیہ اور قرقشونہ کا آدھا علاقہ دے کر صلح کر لی اور ان کے پاس جس قدر مسلمان قیدی تھے' سب کو رہا کر دیا اور وعدہ کیا کہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے دوست کے دوست اور ان کے دشمن کے دشمن رہیں گے۔ [3] اخبار الاندلس کے بیان کے مطابق قرقشونہ کی فتح کے ساتھ ہی سپٹی مینیا کے پورے علاقہ نے اطاعت قبول کر لی۔ [4]

سپٹی مینیا کے بعد عنبسہ فرانس کے اندرونی حصہ کی طرف بڑھا اور دریائے رہون کی وادی کے پورے علاقہ کو پامال کر کے لیان فتح کیا' پھر یہاں سے برگنڈی کا رخ کیا اور شہر اوٹن کو تباہ کر

---

[1] اس زمانہ میں فرانس میں دو بڑی حکومتیں تھیں۔ جنوب میں گاتھ فرمانروا ڈیوک آف ایکی ٹین کی' اس کا دارالسلطنت ٹولوس تھا۔ دوسری مرکزی حکومت شمال میں میرونجی خاندان کی تھی۔ اس کا بادشاہ برائے نام تھا۔ اصل حکومت چارلس مائل کے ہاتھوں میں تھی۔ [2] اخبار الاندلس ایس پی اسکاٹ ترجمہ اردو جلد اول ص ۲۷۰' ۲۷۱۔

[3] ابن اثیر ج ۵' ص ۵۱۔ [4] اخبار الاندلس ج ۱' ص ۲۸۵۔

ڈالا۔ اس سے آگے بڑھے تھے کہ عیسائیوں کے بے ضابطہ جتھوں نے اسلامی فوج کے عقبی حصہ پر چھاپے مارنا شروع کر دیے جس سے انہیں کافی پریشانی اٹھانی پڑی۔ ایک مقام پر دہقانوں کے ایک جتھے سے مقابلہ ہو گیا۔ امیر عنبسہ جوش میں آ کر ان کی صفوں میں گھس گئے اور اتنے سخت زخمی ہوئے کہ اس سے جانبر نہ ہو سکے اور اپنے بعد عروہ بن عبداللہ کو اپنا جانشین بنا گئے۔ [1]

امیر عنبسہ کے بعد کے والیوں کے ناموں میں بڑا اختلاف ہے۔ ابن قوطیہ اور مقری کے بیانات کو پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عنبسہ کے بعد علی الترتیب یحییٰ بن سلامہ کلبی' عثمان بن ابی نعسہ خشعمی' حذیفہ بن احوص' قیسی' ہیثم بن عبید کلابی اور محمد بن عبداللہ اشجعی کا تقرر ہوا' لیکن ان سب کا دور بہت مختصر تھا اور ان کے زمانہ میں کوئی اہم اور قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا' البتہ ہیثم بن عبید نے مشرقی اندلس کا علاقہ مقوشہ فتح کیا تھا۔ [2]

چوتھا اہم حملہ اور ناکامی

محمد بن عبداللہ اشجعی کے بعد ۱۱۳ھ میں امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ غافقی کا تقرر ہوا۔ یہ بڑا الوالعزم' حوصلہ مند' مدبر اور منتظم تھا۔ اس نے حکومت اندلس کی تمام انتظامی خرابیوں کو دور کر کے بہترین نظم و نسق قائم کیا۔ اس سے فراغت کے بعد فرانس کی مہم کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوا۔ امیر سمح کے ساتھ اس کو ایک مرتبہ ناکامی کا تلخ تجربہ ہو چکا تھا۔ اس لیے اس مرتبہ انہوں نے بڑے اعلیٰ پیمانہ پر انتظامات کیے۔ اندلس کے تمام صوبہ داروں کو اپنی اپنی فوجیں لے کر اندلس اور فرانس کی سرحد پر جمع ہونے کا حکم دیا۔ عام مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کی ترغیب دلائی۔ انہوں نے بڑے جوش کے ساتھ اس دعوت پر لبیک کہا اور ہر مسلمان جانی اور مالی ہر طرح کی مدد دینے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ ان انتظامات سے فراغت کے بعد ۱۱۴ھ میں بڑے سروسامان کے ساتھ حدود فرانس کی طرف بڑھا۔

ابھی مسلمان سرحد پر پہنچے تھے کہ امیر عثمان بن ابی نعسہ صوبہ دار سرحد باغی ہو گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ عثمان پہلے پورے ملک اندلس کا والی تھا۔ پھر اسے معزول کر کے فرانس اور اندلس کے درمیانی علاقہ کا والی بنا دیا گیا تھا۔ یہ بربری ہونے کی وجہ سے یوں بھی عربوں کے خلاف تھا' معزول ہونے کے بعد ان کا دشمن ہو گیا اور ان کے خلاف ڈیوک آف ایکی ٹین سے مل گیا۔ ڈیوک اور فرانس کی مرکزی حکومت میں عرصہ سے اختلاف چلا آ رہا تھا اور ان دونوں میں آویزش کا سلسلہ جاری تھا۔ دوسری طرف فرانس کی فوج کشی میں مسلمانوں کے سامنے سب سے پہلے اسی کی حکومت پڑتی تھی اور وہ دو سمتوں سے

---

[1] اخبار الاندلس ج۔۱' ص ۲۸۵۔ [2] نفح الطیب ج۔۱' ص ۲۸۵۔

دو دشمنوں سے گھرا ہوا تھا۔ اس لیے اس نے عثمان کی مخالفت سے فائدہ اٹھا کر اس کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ عثمان کو بھی ایک مددگار کی ضرورت تھی' اس لیے وہ فوراً اس سے مل گیا۔ ڈیوک نے اس اتحاد کو مضبوط کرنے کے لیے اپنی لڑکی اس کے ساتھ بیاہ دی۔ اس اتحاد کے بعد عثمان علانیہ باغی ہو گیا اور عبدالرحمٰن کی طلبی پر وہ فوجیں لے کر نہیں آیا اور حیلہ کر کے ٹالنے کی کوشش کی۔ امیر عبدالرحمٰن کو اس کا علم ہو گیا۔ اس نے فرانس پر حملہ سے پیشتر اس خطرہ کو دور کرنے کے لیے ایک افسر ابن زیان کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ عثمان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ وہ پہاڑی علاقہ میں بھاگ گیا۔ ابن زیان نے تعاقب کیا اور پکڑ کر قتل کر دیا۔ [1] عثمان کا خطرہ دور ہونے کے بعد اسلامی فوجیں جبل البرتات کو عبور کر کے فرانس کے میدانی علاقہ میں داخل ہوئیں۔ اس حملہ کے نتائج تنہا ڈیوک آف ایکی ٹین تک محدود نہ تھے' بلکہ مسلمانوں کی کامیابی کی صورت میں اس کا اثر پورے جنوبی فرانس پر پڑتا تھا۔ اس لیے یہاں کے کل امراان کے مقابلہ کے لیے متحد ہو گئے۔ ڈیوک نے پہاڑ کے دامن میں بڑی شجاعت سے مسلمانوں کا مقابلہ کیا' لیکن اس سیلاب کو نہ روک سکے اور مسلمانوں نے اسے شکست دے کر دریائے گاران کی سرسبز وادیوں کو پامال کرتے ہوئے بورڈیو کے بندرگاہ تک پہنچ گئے۔ یہاں ڈیوک کے پاس سازوسامان کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اس لیے اہل شہر نے روکنے کی پوری کوشش کی' لیکن مسلمانوں نے معمولی جنگ کے بعد بورڈیو فتح کر کے کل ذخیرہ پر قبضہ کر لیا۔ بورڈیو کی بعد مسلمان شمال کی طرف بڑھے۔ دریائے ڈاردون پر ڈیوک کی فوج نے پھر روکنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں نے شکست دے کر پورا دستہ تباہ کر دیا اور دریا کو پار کر کے پاٹی ٹیرس پہنچے اور یہاں سینٹ ہلاری کے مشہور گرجے کی بیکراں دولت پر قبضہ کر کے شہر پناہ کی دیوار پر اسلامی جھنڈا نصب کر کے پھر یہاں سے ٹورس کا رخ کیا [2] ڈیوک نے جب دیکھا کہ اس سیلاب کو روکنا اس کے بس سے باہر ہے اور کوئی دم میں اسلامی فوجیں وسط فرانس تک پہنچنا چاہتی ہیں تو اس نے مجبور ہو کر اپنے حریف چارلس مارٹل سے امداد کی درخواست کی۔ ڈیوک کے علاوہ فرانس کے دوسرے امرا نے بھی چارلس کو غیرت دلائی کہ عرب جیسی بے سروسامان قوم فرانسیسی جیسی قوم پر غالب ہوتی جارہی ہے۔ [3]

شمال میں مسلمانوں کی پیش قدمی خود چارلس کے لیے خطرناک تھی' اس لیے وہ ڈیوک سے مل کر انہیں روکنے کے لیے تیار ہو گیا اور مسلمانوں سے جنگ کو قومی مسئلہ بنا کر ملک کے تمام جنگ آزما امرا کو ان کے مقابلہ کے لیے آمادہ کر لیا' چنانچہ اس کی دعوت پر جرمنی' فرانس اور پرتگال کے امرا اپنی

[1] اخبار الاندلس ج۔ا' ص۔۲۸۸ تا ۲۹۲ ملخصاً۔ [2] اخبار الاندلس ج۔ا' ص۔۲۹۲و۲۹۳ ملخصاً۔

[3] تمدن عرب ص ۲۸۶۔

اپنی فوجیں لے کر پہنچ گئے اور چارلس ایک جرار فوج کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکلا۔ اس وقت اسلامی فوجیں ٹورس کے قریب پہنچ چکی تھیں' یہیں ایک میدان میں دونوں کا سامنا ہوا۔

فرانسیسیوں اور مسلمانوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا۔ ایک طرف یورپ کے دیو پیکر آہن پوش بہادروں کا جرار لشکر تھا۔ دوسری طرف بے سروسامان عربوں کی مختصر فوج تھی اور ملک اجنبی۔ اس کے باوجود ایک ہفتہ تک چارلس کو حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ ایک ہفتہ انتظار کے بعد امیر عبدالرحمٰن سے ضبط نہ ہو سکا اور اس نے حملہ کر دیا اور صبح سے شام تک نہایت خونریز جنگ ہوتی رہی۔ پھر رات کی تاریکی پھیلنے کے بعد دوسرے دن کے لیے ملتوی ہو گئی۔ دوسرے دن پھر معرکہ کارزار گرم ہوا اور سہ پہر تک پوری شدت سے جنگ جاری رہی۔ دونوں کا پلہ برابر تھا کہ ڈیوک آف ایکی ٹین نے ایک تازہ دم فوج کے ساتھ ایک شدید حملہ کیا۔ تھکے ہوئے مسلمان اس کا مقابلہ نہ کر سکے اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کی کمزوری دیکھ کر فرانسیسیوں نے پوری قوت صرف کر دی۔ امیر عبدالرحمٰن مسلمانوں کو سنبھالنے اور ان کا دل بڑھانے کے لیے دشمن کی صفوں میں گھستے چلے گئے اور جسم پر سینکڑوں زخم کھا کر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ مسلمانوں کے پاؤں پہلے ہی اکھڑ چکے تھے۔ امیر عبدالرحمٰن کی شہادت سے ان کی ہمت پست ہو گئی' چنانچہ شام ہونے کے بعد جب دوسرے دن کے لیے جنگ ملتوی ہوئی تو انہوں نے رات کی تاریکی میں میدان خالی کر دیا۔ مسلمانوں کو اس پسپائی کے باوجود چارلس مارٹل پر ان کی بہادری کا اتنا خوف غالب تھا کہ تعاقب کرنے کی ہمت نہ کی۔ [1]

اہل یورپ اور یورپین مؤرخین اس معرکہ کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں اور چارلس کی کامیابی کو اس کا بڑا کارنامہ تصور کرتے ہیں۔ اسی کارنامہ کی بدولت اس کو ماٹل (ہتھوڑا) کا معزز لقب ملا۔ [2] اس میں شبہ نہیں کہ اگر مسلمانوں کا یہ حملہ کامیاب ہو گیا ہوتا تو نہ صرف فرانس بلکہ پورے مغربی یورپ کی تاریخ اور ہوتی۔

آخری حملہ

اس مہم میں ناکامی اور امیر عبدالرحمٰن کی شہادت کی خبر افریقہ پہنچی تو عبداللہ بن حجاب سلولی والی افریقہ نے امیر عبدالملک بن قطن فہری کو اندلس کا حاکم بنا کر بھیجا۔ اس نے شمالی اندلس میں بشکنش (بسکے) پر حملہ کیا [3] اور مسلمانوں کی شکست کا انتقام لینے کے لیے پھر فرانس پر فوج کشی کی' لیکن

---

[1] اخبار الاندلس ج ۱' ص ۲۹۹' ۳۰۰۔ [2] تاریخ عرب موسیو سدیو ترجمہ اردو ص ۱۷۱۔

[3] نفح الطیب ج ۱' ص ۱۱۰۔

ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے موسم کی ناسازگاری کا لحاظ نہیں کیا۔ برسات کا موسم تھا۔ ندی نالے طغیانی پر تھے۔ اس لیے اسلامی فوج کو قدم قدم پر دشواری کا سامنا کرنا پڑا۔ عیسائیوں نے الگ چھاپے مارنے شروع کر دیئے۔ اس سے مسلمانوں کو بڑا نقصان پہنچا اور عبدالملک بمشکل تمام انہیں بچا کر واپس لا سکا۔ اس کی ناعاقبت اندیشی اور ظلم و جور کی بنا پر ابن حجاب نے اسے معزول کر کے ۱۱۶ھ میں عقبہ بن حجاج کو اندلس کا والی بنایا۔ [1]

شمالی افریقہ اور اس کے ماتحت علاقے اندلس وغیرہ کے حالات

امیر عقبہ بن حجاج بڑا صالح، منتظم اور عاقل امیر تھا۔ اس نے حکومت اندلس کی تمام خرابیوں کو دور کر کے نئے سرے سے بہترین نظم و نسق قائم کیا اور ہر لحاظ سے اندلس کو بڑی ترقی دی۔ تمام بددیانت اور ظالم عمال کو ایک ایک کر کے نکال دیا۔ شاہراہوں کے انتظام اور ان کی حفاظت ونگرانی کے لیے سوار پولیس کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا۔ رعایا کی سہولت اور دادرسی کے لیے ہر گاؤں میں عدالتیں قائم کیں۔ ہر فرقہ کے لیے الگ الگ مدارس قائم کیے' جگہ جگہ مسجدیں تعمیر کرائیں اور ان سے متعلق مذہبی مکاتب قائم کیے۔ اس کے حسن انتظام سے چند دنوں میں اندلس کی کایا پلٹ گئی۔ [2]

ان اندرونی انتظامات کے ساتھ بعض غیر مفتوحہ علاقوں کو بھی زیر نگیں کیا' چنانچہ سرحدی صوبہ کے پایہ تخت بلبلونہ اور اس سے ملحق صوبہ البہ (الیویا) اور اندلس کے آخری شمال مغربی صوبے جلیقیہ (غلیسیہ) فتح کیے اور فرانس میں اربونہ تک بڑھ گیا۔ [3]

سوس اقصیٰ اور سوڈان پر قبضہ

امیر عبداللہ بن حجاب والی افریقہ نے اندلس کے ساتھ اپنے تمام ماتحت علاقوں میں نئے انتظامات کیے۔ عرصہ سے جو مہمیں رکی ہوئی تھیں ان کا پھر آغاز کیا۔ طنجہ کی حکومت پر عمر بن عبداللہ مرادی کا تقرر ہوا۔ (ابن اثیر کا بیان ہے کہ طنجہ کا حاکم اپنے لڑکے اسماعیل کو بنایا تھا' عمر بن عبداللہ مرادی کا مشیر تھا) حبیب بن ابی عبیدہ فہری کو مغرب کی مہم پر مامور کیا۔ اس نے سوس اقصیٰ اور سوڈان کی تمام طاقتوں کو زیر کر کے ان پر اسلامی حکومت کی دھاک بٹھائی اور بہت سا سونا مال غنیمت حاصل کیا۔ [4]

---

[1] اخبار الاندلس ج۔۱' ص۔۳۰۳ و نفح الطیب ج۔۱' ص۱۱۰۔ [2] اخبار الاندلس ج۔۱' ص۔۳۰۳ و ۳۰۴ ملخصاً۔
[3] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص ۲۸۔ [4] کتاب المونس ص۔۳۸ و ۳۹' ابن اثیر ج۔۵' ص۷۰۔

سردانیہ پرحملہ

ادھر عرصہ سے بحر روم کی مہمات بھی رکی ہوئی تھیں۔ اب حجاب نے جہاز سازی کے نئے کارخانے قائم کر کے بحری بیڑے کو ترقی دی اور ۱۱۷ھ میں حبیب بن ابی عبیدہ کو جزیرہ سردانیہ کی مہم پر مامور کیا۔ وہ حملہ کر کے کامیاب واپس آیا۔

صقلیہ پرحملہ

اس کے بعد ۱۲۲ھ میں حبیب کو جزیرۂ صقلیہ کی مہم پر بھیجا۔ اسلامی بیڑا صقلیہ کے پایہ تخت سرقوسہ کی سمت جولب ساحل تھا لنگر انداز ہوا۔ خشکی پر اترنے کے ساتھ ہی حبیب کے نامور اور بہادر فرزند عبدالرحمٰن نے رومیوں کو شکست دے کر سرقوسہ کا محاصرہ کیا۔ اہل شہر چند دنوں تک مدافعت کرتے رہے' لیکن پھر مقابلہ کی طاقت نہ پا کر اطاعت قبول کر لی۔ حبیب کا ارادہ تھا کہ وہ پورے جزیرہ کو فتح کرنے کے بعد واپس ہوگا' لیکن اسی دوران میں شمالی افریقہ میں بربریوں نے بڑی سخت بغاوت برپا کر دی۔ یہاں فوجی قوت نہ تھی' اس لیے ابن حجاب نے حبیب کو واپس بلا لیا۔ [1]

افریقہ میں بربر کی بغاوت

اس بغاوت کا سبب یہ ہوا کہ بربر کی وحشت' بربریت اور سرکشی کی وجہ سے ان میں اور عربوں میں قدیم منافرت چلی آتی تھی۔ عرب انہیں وحشی سمجھتے تھے اور بربر ان سے تعصب رکھتے تھے' لیکن قوت کے مقابلہ میں بے بس تھے۔ چنانچہ جب کبھی انہیں موقع مل جاتا تھا' باغی ہو جاتے تھے۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس منافرت کی وجہ سے عمر بن عبداللہ مرادی والی طنجہ کا طرز عمل عام بربر کے ساتھ پسندیدہ نہ تھا۔ اسے نومسلم بربر پر بھی اعتماد نہ تھا' چنانچہ اس نے غیر مسلم بربر کی طرح ان سے بھی خمس وصول کرنے کا ارادہ کیا۔ اس لیے وہ بھی اس کے خلاف ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ افریقہ کی فوجیں سسلی کی مہم میں تھیں اور طنجہ بالکل خالی تھا' میدان خالی پا کر بربر نے علم بغاوت بلند کر دیا [2] شمالی افریقہ میں خوارج کی بھی بڑی تعداد تھی وہ بھی اموی حکومت کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے اور بربر نے میسرہ نامی ایک خارجی کو اپنا سردار بنا کر طنجہ پر حملہ کر دیا۔ عمر بن عبداللہ نے مقابلہ کیا' لیکن اس کی طاقت کمزور تھی۔ بربر نے اسے قتل کر کے طنجہ پر قبضہ کر لیا۔ [3] اور نہایت بے دردی سے عربوں کا قتل

[1] کتاب المونس ص ۳۸' ۳۹۔ ابن اثیر ج ۵' ص ۷۰۔

[2] کتاب المونس ص ۳۸ و ۳۹ و ابن اثیر ج ۵' ص ۷۰۔ [3] مجموعہ فتح اخبار اندلس و ابن اثیر ج ۵' ص ۷۰۔

عام کیا۔ طنجہ میں بغاوت کی خبر سن کر سارے شمالی افریقہ کے بربر باغی ہو گئے اور اپنے یہاں کے عرب حکام کو نکال کر شہروں پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت شمالی افریقہ عربی فوج سے خالی تھا۔ اس لیے ابن حجاب نے حبیب بن ابی عبیدہ کو صقلیہ سے واپس بلا کر اس کے لڑکے خالد کو بربر کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ طنجہ کے قریب دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا اور میسرہ طنجہ لوٹ گیا۔ [1] تھوڑے دنوں کے بعد طنجہ ہی میں پھر دوسرا مقابلہ ہوا۔ عرب کے بڑے بڑے عمائد و شرفا حبیب کے ساتھ تھے۔ فریقین بڑی بہادری و پامردی سے لڑے۔ ابھی جنگ جاری تھی کہ بربر کی ایک تازہ دم فوج نے کمین گاہ سے نکل کر حملہ کر دیا۔ عربوں میں اس ناگہانی حملہ کو روکنے کی طاقت نہ تھی' لیکن انہوں نے میدان چھوڑنا عار سمجھا اور بڑے استقلال سے لڑ کر جان دی۔ اس جنگ میں عرب کے بڑے بڑے شرفا اور عمائد کام آئے تھے' اس لیے یہ جنگ' جنگ اشراف کہلاتی ہے۔ [2] اس لیے یہاں کے بربر نے بھی علم بغاوت بلند کر دیا۔ ہشام کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے ۱۲۳ھ میں ابن حجاب کو معزول کر کے کلثوم بن عیاض قشری کو تیس ہزار فوج کے ساتھ افریقہ کا والی بنا کر بھیجا اور ہدایت کر دی کہ اگر کلثوم قتل ہو جائے تو اس کا بھتیجا بلج بن بشر اس کا جانشین ہو گا۔ یہ بھی کام آئے تو ثعلبہ بن سلامہ عاملی اس کی جگہ لے گا۔ [3] اور شام سے لے کر شمالی افریقہ تک راستہ میں جو جو ملک پڑتے تھے' سب میں فرامین جاری کر دیئے کہ ہر جگہ کے جنگ آزما اس مہم میں کلثوم کا ساتھ دیں' چنانچہ کلثوم مصر وغیرہ کی فوجوں کو ساتھ لیتا ہوا قیروان پہنچا۔ یہاں شمالی افریقہ کی شکست خوردہ فوجیں بھی ساتھ ہو گئیں اور ان سب کی مجموعی تعداد ستر ہزار تک پہنچ گئی۔ [4] بربر کو شامی فوج کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے طنجہ میں اپنی قوت جمع کر لی اور کلثوم قیروان سے طنجہ کی طرف بڑھا۔ مقام بقدورہ میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ شامیوں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا' لیکن بربر کی لاتعداد فوج کے مقابلہ میں ان کا بس نہ چل سکا اور بڑی فاش شکست کھائی۔ ان کی ایک تہائی فوج برباد ہو گئی اور کلثوم بن عیاض' حبیب بن عبیدہ وغیرہ ممتاز اور بڑے افسر مارے گئے۔ ایک بڑی تعداد زندہ گرفتار ہوئی' جو فوج بچ رہی ان میں سے افریقہ کے عربوں نے قیروان کا راستہ لیا اور بلج بن بشر شامی فوج کو لے کر اندلس کے ارادہ سے سبتہ چلا گیا [5] اس دوران میں اندلس کے حالات اور زیادہ نازک ہو گئے۔ بربر شروع میں حکومت کے

[1] ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس معرکہ کے بعد میسرہ کا دماغ اتنا خراب ہو گیا کہ اس نے بربر کی تحقیر شروع کر دی۔ اس لیے انہوں نے اسے قتل کر دیا اور ایک اور خارجی خالد بن حمید زناتی کو سردار بنایا' لیکن ابن قوطیہ وغیرہ کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر تک بربر کی راہنمائی کرتا رہا۔ بعض دوسرے بیانات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

[2] ابن اثیر ج۔۵' ص۔۷۰ و کتاب المونس ص ۳۹۔ [3] ابن قوطیہ ص ۱۴۔

[4] مجموعہ فتح اخبار الاندلس ص ۳۰ و ۳۱۔ [5] ابن اثیر ج۔۵' ص۔۷۱ و مجموعہ اخبار فتح الاندلس ص ۳۵۔

خلاف اٹھے تھے' لیکن پھر عربوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ خاص اندلس کے باشندے بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اسی سلسلہ میں یمنی اور مصری عربوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور اندلس قتل وخونریزی کی آماجگاہ بن گیا۔ اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ ہشام کو شامی فوج کی بربادی' عربوں کی خونریزی اور اندلس کے انقلاب کی اطلاع ملی تو وہ جوش غضب سے لبریز ہو گیا اور قسم کھالی کہ وہ اپنی قوت بربر کے استیصال میں صرف کر دے گا اور اگر ضرورت ہوئی تو وہ خود اور اس کی اولاد تک میدان جنگ میں نکلے گی اور حنظلہ بن صفوان کلبی کو تیس ہزار منتخب بہادروں کے ساتھ افریقہ روانہ کیا اور اس کے چچیرے بھائی ابوالخطاء کو اندلس کی حکومت کا پروانہ عطا کیا۔ 1

اس وقت افریقہ میں بربر کی شورش بدستور قائم تھی' چنانچہ حنظلہ کے قیروان پہنچتے ہی انہوں نے دو خارجی سرداروں عطاشہ بن ایوب فزاری اور عبدالواحد بن یزید ہواری کی قیادت میں دو مختلف سمتوں سے قیروان پر یورش کی۔ عکاشہ پہلے پہنچ گیا تھا' اس لیے پہلا مقابلہ اسی سے ہوا۔ حنظلہ نے اسے شکست فاش دی اور بے شمار بربر مارے گئے۔ عکاشہ کو شکست دینے کے ساتھ ہی عبدالواحد کے مقابلہ کے لیے چالیس ہزار فوجیں روانہ کر دیں۔ قیروان سے تھوڑے فاصلہ پر ہی دونوں کا سامنا ہوا۔ عبدالواحد کے ساتھ تین لاکھ بربری تھے۔ شامی فوج اس ٹڈی دل سے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو سکی اور شکست کھا کر لوٹ گئی اور بربر آگے بڑھ کر قیروان سے تین میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوئے۔ 2

بربر کے اس ہجوم سے قیروان کے عرب بڑے بڑے خطرہ میں پڑ گئے' لیکن جنگ کے علاوہ ان کے لیے مفر کی کوئی صورت نہ رہ گئی تھی۔ اس لیے جان پر کھیل کر مقابلہ کے لیے نکل آئے۔ علما جہاد کا وعظ کہہ کر اور مستورات اپنے ناموس اور شکست کے بعد رسوائیوں کا خوف دلا کر ابھار رہی تھیں' اس لیے عرب اس بے جگری سے لڑے کہ ان کی تلواریں ٹوٹ گئیں۔ ان کی اس جانبازی نے بربر کے ٹڈی دل کو آخر میں فاش شکست دی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ عربوں نے دور تک تعاقب کر کے انہیں قتل کیا۔ اس جنگ میں دو لاکھ کے قریب بربری کام آئے اور شمالی افریقہ میں ان کی قوت ٹوٹ گئی۔ 3

اندلس کے حالات

جیسا کہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے اس دوران میں اندلس میں بھی انقلاب اور شورش بپا ہو گئی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ افریقہ کے بربر کی بغاوت کی خبر سن کر اندلس کے بربر بھی باغی ہو گئے تھے اور

1 مجموعہ اخبار فتح الاندلس ص ۳۶۔ 2 ابن اثیر ج۔۵ ص ۷۱۔ 3 ابن اثیر ج ۵ ص ۷۱۔

یہاں کے والی عقبہ بن حجاج کو نکال کر سابق معزول والی عبدالملک بن قطن کو والی بنالیا تھا۔

عبدالملک گو خود بھی عرب تھا' لیکن اس کو عقبہ بن حجاج سے مخالفت تھی۔ [1] اس کے علاوہ عبدالملک مصری تھا۔ اس لیے وہ شامیوں سے' جن میں زیادہ تر یمنی عرب تھے' تعصب رکھتا تھا۔ اس مخالفت میں بھی اس نے بربر کی رہنمائی قبول کر لی تھی' لیکن اس کے علاوہ حکومت کی کوئی اور عملی موافقت یا مخالفت نہیں کی [2] اندلس کے بربر شروع میں حکومت کے خلاف اٹھے تھے' لیکن پھر ان کی مخالفت عربوں تک وسیع ہوگئی اور انہوں نے جلیقیہ اور استرقہ وغیرہ سے جہاں جہاں عرب آباد تھے' ان کو نکال دیا اور ان کا قتل عام کیا اور عرب ہر طرف سے سمٹ کر وسط اندلس میں جمع ہوئے۔ [3] اس وقت عبدالملک کو خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں اس کا بھی وہی انجام نہ ہو جو طنجہ کے عربوں کا ہو چکا ہے' اس لیے وہ شامیوں سے مدد لینے پر مجبور ہو گیا۔ اوپر گذر چکا ہے کہ کلثوم بن عیاض کے قتل کے بعد اس کا بھتیجا بلج بن بشر باقی ماندہ شامی فوج کو لے کر اندلس کے ارادہ سے سبتہ چلا گیا' لیکن یہاں آبنائے جبل الطارق کو عبور کرنے کا کوئی سامان نہ تھا۔ اس لیے اندلس نہ پہنچ سکا اور بربر کے خوف سے افریقہ بھی واپس نہ جا سکتا تھا۔ ناچار سبتہ میں مقیم ہو گیا اس کے ساتھ دس ہزار فوج تھی' کھانے پینے کا جو سامان ساتھ تھا' کچھ دنوں میں سب ختم ہو گیا۔ اور شامی فوج بڑی مصیبت میں مبتلا ہو گئی۔ بلج نے مجبور ہو کر عبدالملک سے مدد مانگی کہ وہ اس کے اندلس پہنچنے کا سامان مہیا کرے' لیکن وہ شامیوں کے خلاف اور یمنیوں سے تعصب رکھتا تھا۔ ان کے اندلس میں داخلہ سے اس کو خطرہ تھا۔ اس لیے کوئی مدد نہ کی اور سامان رسد کی قلت کی وجہ سے بلج اور اس کی فوج کو بار برداری کے جانور اور آخر میں گھاس پھوس تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ [4] ابن قوطیہ کا بیان ہے کہ بلج نے جب دیکھا کہ سبتہ میں ہلاکت کے سوا نجات کی اور کوئی صورت نہیں ہے تو چمڑے کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنا کر اور بعض تجارتی کشتیوں پر زبردستی قبضہ کر کے مع فوج کسی نہ کسی طرح اندلس پہنچ گیا۔ عبدالملک نے اندلس کے ساحل پر روکا لیکن بلج نے شکست دی اور عبدالملک کو گرفتار کر کے سولی پر لٹکا دیا اور اندلس کے دارالحکومت قرطبہ پر قابض ہو گیا۔ عبدالملک کے ایک ماتحت رئیس امیر عبدالرحمٰن بن علقمہ لخمی حاکم اربونہ نے بلج سے انتقام لینے کی کوشش کی۔ بلج نے اس کی دس ہزار فوج برباد کر دی اور اس کی قوت کمزور پڑ گئی۔ عین اس حالت میں بلج عبدالرحمٰن کے تیر کا نشانہ بن گیا۔ اس کے قتل کے بعد شامی فوج نے ثعلبہ بن سلامہ کو اپنا

---

[1] اس مخالفت کا سبب یہ تھا کہ عقبہ سے پہلے عبدالملک پورے صوبہ اندلس کا والی تھا' پھر اس عہدہ سے تنزل کر کے عقبہ کے ماتحت کر دیا گیا تھا۔ [2] ابن قوطیہ ص ۱۴۔

[3] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص ۳۸۔ [4] مجموعہ اخبار فتح اندلس ص ۳۸۔

سردار بنایا اور اس میں اور اندلس کے بربر اور عرب میں مسلسل جنگ شروع ہو گئی۔ ابھی اس کا سلسلہ قائم تھا کہ ابوالخطاء اندلس پہنچ گیا۔ [1]

لیکن مقری اور مجموعہ اخبار فتح اندلس کا بیان اس سے مختلف ہے۔ ان کے بیان کے مطابق اندلس میں عربوں کے خلاف بربر کی شورش اتنی بڑھی کہ خود عبدالملک کو ان سے خطرہ پیدا ہو گیا' لیکن بربر ہی نے اس کو اندلس کا والی بنایا تھا اور انہی پر اس کی قوت کا مدار تھا۔ اس لیے ان کے مقابلہ کے لیے ناچار شامیوں سے مدد لینے پر مجبور ہو گیا اور اس شرط پر بلج اور اس کی فوج کو سبتہ سے اندلس بلا لیا کہ "بربریوں کی بغاوت فرو ہونے کے بعد ٹوٹ جائے گی اور عبدالملک انہیں بحفاظت افریقہ پہنچا دے گا"۔ اور چند شامی معززین کو ضمانت میں بطور یرغمال لے لیا۔ بربر کو عبدالملک کی اس تدبیر کی اطلاع ہوئی تو جلیقیہ' ماروہ' قوریہ اور طلبیرہ وغیرہ کے تمام بربر مقابلہ کے لیے جمع ہو گئے۔ عبدالملک نے شامی فوج کو اپنے لڑکوں قطن اور امیہ کے ساتھ ان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ طلیطلہ کے قریب دونوں میں معرکہ آرائی ہوئی۔ بربر نے بڑی فاش شکست کھائی اور ان کی بڑی تعداد میدان جنگ میں کام آئی اور بہت کم زندہ بچ سکے۔ بربر کو شکست دینے کے بعد شامی فوج سارے اندلس میں پھیل گئی اور ہر جگہ ان کی بغاوت فرو کر کے ان کا پورا استیصال کیا۔ اس بغاوت کے فرو ہونے کے بعد عبدالملک نے معاہدہ کے مطابق شامیوں کو واپس کرنا چاہا۔ انہوں نے کہا کہ ہم تیار ہیں' لیکن سب ایک ساتھ جائیں گے۔ عبدالملک نے عذر کیا کہ ہمارے پاس اتنی کشتیاں نہیں ہیں کہ سب کو ایک ساتھ بھیج سکیں' البتہ سبتہ تک ایک ساتھ پہنچا سکتے ہیں۔ شامیوں نے انکار کر دیا کہ ہم کو سمندر میں غرق کر دینا بربر کے حوالہ کر دینے سے بہتر ہے۔

عبدالملک کے اس طرز عمل سے شامیوں کو شبہ ہوا کہ وہ ان کے ساتھ فریب کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے انہوں نے قصر حکومت پر قبضہ کر لیا اور عبدالملک کو پکڑ کر بلج کے حوالہ کر دیا اور اس کی جگہ بلج کو اندلس کا والی بنا دیا۔ عبدالملک کی گرفتاری سے پھر شورش بپا ہو گئی۔ اتفاق سے اسی دوران میں یہ ناگوار واقعہ پیش آ گیا کہ عبدالملک کے پاس جو شامی افسر بطور ضمانت تھے ان میں سے ایک افسر منتظمین کی بدسلوکی کی وجہ سے مر گیا۔ اس سے شامی فوج میں' جس میں زیادہ تر یمنی تھے' بڑی برہمی پیدا ہو گئی اور اس نے بلج سے مطالبہ کیا کہ اس کے انتقام میں عبدالملک کو قتل کر دیا جائے۔ اس نے ٹالا۔ اس سے یمنیوں کو بدگمانی پیدا ہو گئی اور انہوں نے بلج پر مضر کی حمایت کا الزام لگایا۔ بلج نے جب دیکھا کہ فوج کے بگڑ جانے کا خوف ہے تو مجبور ہو کر عبدالملک کو اس کے حوالہ کر دیا اور اس نے اسے سولی پر لٹکا دیا۔

[1] ابن قوطیہ ص ۱۶' ۱۷۔

عبدالملک کے قتل کے بعد اس کے لڑکے امیہ اور قطن انتقام لینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اندلس کے بربر اور عرب مل کر عبدالملک کے بہادر افسر امیر عبدالرحمٰن والی اربونہ کی قیادت میں قرطبہ کی طرف بڑھے۔ قرطبہ سے دو منزل کی مسافت پر شامیوں کا مقابلہ ہوا۔ شامیوں نے ابتدائی حملوں میں عبدالرحمٰن کی فوج کو کمزور کر دیا۔ یہ صورت دیکھ کر عبدالرحمٰن نے بلج پر حملہ کر کے اسے زخمی کر دیا' لیکن اس کے ایک ماتحت افسر حصین بن دجین نے فوج پر اس کا کوئی اثر نہ پڑنے دیا اور عبدالرحمٰن کو شکست ہوئی' لیکن بلج زخموں سے جانبر نہ ہو سکا۔ اس کی موت کے بعد شامیوں نے ثعلبہ بن سلامہ کو اپنا افسر بنا لیا۔ اس معرکہ کے بعد اندلس کے عرب اور بربر نے ماروہ کے قریب اجتماع کیا۔ ثعلبہ نے بڑھ کر وہیں ان کا مقابلہ کیا' لیکن پھر عربوں اور بربر کی تعداد کے مقابلہ میں اپنی قوت کمزور دیکھ کر ماروہ میں داخل ہو گیا۔ اسی دوران میں عیدالاضحیٰ آ گئی۔ بربر عید منانے کے لیے منتشر ہو گئے' ثعلبہ کو موقع مل گیا۔ اس نے ناروہ سے نکل کر دفعۃً حملہ کر دیا۔ عرب اور بربر اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لا سکے اور ان کی بڑی تعداد قتل و گرفتار ہوئی۔ صرف قیدیوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ اندلس کا امن پسند طبقہ اس مسلسل شورش اور بدامنی سے گھبرا گیا تھا۔ چنانچہ یہاں کے معززین نے افریقہ جا کر والی افریقہ سے درخواست کی تھی کہ قتل و خونریزی نے ہم لوگوں کو تباہ کر دیا ہے۔ کوئی ایسا والی بھیجئے جو اس شورش اور اختلاف کو دور کر کے پھر سب کو ایک مرکز پر جمع کر دے [1] یہ وہ زمانہ تھا جب ہشام شمالی افریقہ اور اندلس کے انقلاب کی خبر سن کر ابوالخطاء کو اندلس کی حکومت پر مقرر کر چکا تھا' وہ اسی دوران میں اندلس پہنچ گیا۔ لیکن ابن قوطیہ کا بیان اس سے مختلف ہے۔ اس کے بیان کے مطابق جب بلج کی استمداد پر عبدالملک نے کوئی توجہ نہ کی اور بلج نے دیکھا کہ سبتہ میں ہلاکت کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے تو چمڑے کی چھوٹی چھوٹی کشتیاں بنا کر اور بعض تجارتی کشتیوں پر قبضہ کر کے اندلس پہنچ گیا۔ عبدالملک نے اسے ساحل پر روکا۔ بلج نے شکست دی اور اس کو گرفتار کر کے سولی دے دی اور قرطبہ پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد بیان وہی ہے جو اوپر کی روایت میں گزر چکا ہے۔ [2]

خوارج

ہشامی دور میں بعض نواح میں خارجیوں نے بھی سر اٹھایا' لیکن ان کی شورش زیادہ نہ بڑھنے پائی۔ ۱۱۱ھ میں چند خوارج نے یزید بن غریف ہمدانی والی سیستان کو اس کے گھر پر سرعام نہایت بے باکی سے قتل کر دیا۔ اس کے علاوہ کئی آدمیوں کو مار کر مارے گئے۔ خالد بن عبداللہ والی عراق نے اصفح

[1] یہ تمام حالات مجموعہ اخبار فتح اندلس ص۔ ۳۸ تا ۴۵ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔ [2] ابن قوطیہ ص ۱۶ و ۱۷ ملخصاً۔

بن عبداللہ کلبی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ ان کے استیصال کے لیے بھیجا۔ سیستان کی گھاٹیوں میں ان کا مرکز تھا۔ اس لیے خود خوارج نے گھیر کر کلبی کا پورا دستہ ختم کر دیا۔ [1] پھر ۱۱۹ھ میں کوفہ کے قریب بہلول خارجی اٹھا۔ خالد بن عبداللہ نے فوجیں بھیج کر موصل میں اس کا خاتمہ کرا دیا۔ [2]

بہلول کے قتل کے بعد اسی سنہ میں عمرو الیشکری اور بختری یکے بعد دیگرے اٹھے، لیکن دونوں مارے گئے۔ ان کے بعد وزیر سختیانی نے حیرہ میں خروج کیا اور بہت سے مسلمانوں کو قتل اور ان کی بستیوں کو جلا ڈالا اور حیرہ کے بیت المال پر قبضہ کر لیا۔ خالد نے فوجیں بھیج کر گرفتار کرا لیا۔ اس نے خالد کو نصیحت کی۔ وہ اس نصیحت سے اتنا متاثر ہوا کہ اسے قتل نہیں کیا اور اپنے پاس ہی قید کر دیا اور رات کو بلا کر اس کی باتیں سنتا۔ کسی نے ہشام سے شکایت کر دی۔ اس نے فوراً حکم بھیج کر قتل کرا دیا اور اسی سنہ میں صحاری بن شبیب ایک مختصر سی جماعت کے ساتھ اٹھا، لیکن یہ بھی مارا گیا۔ [3]

زید بن علی کا خروج اور قتل

بنی امیہ کے حریف مقابل بنی ہاشم نے بھی خروج کیا۔ محمد بن حنفیہ کی اولاد اور بنی عباس تو اپنی خفیہ دعوت میں عرصہ سے مشغول تھے، لیکن خاص اہل بیت کرام خاموش تھے۔ ان میں سے ایک بزرگ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے زید بن علی کے دل میں البتہ حصول خلافت کا جذبہ موجود تھا جو کبھی کبھی زبان پر بھی آ جاتا تھا۔ [4] لیکن ایک عرصہ تک انہوں نے اس کے لیے کوئی عملی کوشش نہیں کی۔ ہشام کے زمانہ میں ایک ایسا واقعہ پیش آ گیا کہ عراقیوں نے اس سے فائدہ اٹھا کر انہیں اس کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ہشام کو ان کے خیالات کا علم تھا۔ اتفاق سے ایک قضیہ کے سلسلہ میں انہیں ہشام کے پاس جانا پڑا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم لونڈی زادہ ہو کر خلافت کی خواہش رکھتے ہو۔ زید نے جواب دیا کہ تم لونڈی ہونے کی وجہ سے میری ماں کا درجہ گھٹاتے ہو، حالانکہ حضرت اسحاق علیہ السلام آزاد عورت کے بطن سے تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام لونڈی کے بطن سے تھے۔ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو نبوت کے لیے منتخب فرمایا اور ان کی نسل سے عرب پھیلے اور انہی کی نسل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ ایسی باتوں کو زبان پر لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا خوف کیا کرو۔ ہشام نے کہا تمہارے جیسا شخص مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتا ہے؟ زید نے کہا نہ کوئی آدمی اتنا چھوٹا ہے کہ وہ کسی کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے نہ ڈرا سکے اور نہ کوئی اتنا بڑا ہے کہ وہ اس کو نہ سن سکے۔ [5]

---

[1] یعقوبی ج۔۲، ص ۳۸۳۔ [2] یعقوبی ج۔۲، ص۔ ۳۸۷، ابن اثیر نے اس کی بڑی طویل تفصیل لکھی ہے۔
[3] ابن اثیر ج۔۵، ص ۸۷۔ [4] الفخری ص ۱۱۸۔ [5] یعقوبی ج۔۳، ص ۳۹۰۔

اس گفتگو کے بعد ہشام نے انہیں قضیہ کی تحقیقات کے سلسلے میں یوسف بن عمرو والی عراق کے پاس کوفہ بھجوا دیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ ان کو ایک لمحہ کے لیے تنہا نہ چھوڑنا۔ ایسے چرب زبان اور شیریں کلام آدمیوں کی جانب عراقی بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ زید جس وقت ہشام کے پاس سے واپس ہوئے ان کی زبان پر تھا کہ جو شخص زندگی کو محبوب رکھتا ہے اسے ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے [1] ہشام کا خطرہ صحیح نکلا' زید بن علی جب کوفہ سے مدینہ واپس جانے لگے تو کوفیوں نے ان کے پاس جا کر کہا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت کے لیے موجود ہیں۔ عراق میں بنی امیہ کی تعداد اتنی مختصر ہے کہ ہمارا ایک قبیلہ ان کے لیے کافی ہے۔ زید نے جواب دیا کہ مجھ کو تم لوگوں پر اعتماد نہیں ہے۔ تم نے میرے دادا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا وہ مجھے معلوم ہے۔ ان لوگوں نے قسم کھا کر یقین دلایا کہ ہم آپ کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ آپ ضرور کامیاب ہوں گے اور انشاء اللہ بنی امیہ کی بربادی کا یہی وقت ہوگا۔ [2] ان کے عہد و پیمان پر یقین کر کے زید نے اپنے چچیرے بھائی ابو جعفر سے مشورہ کیا۔ انہوں نے مخالفت کی اور کہا آپ ہرگز کوفیوں پر اعتماد نہ کیجئے۔ وہ بڑے دھوکہ باز ہیں۔ وہاں آپ کے باپ اور دادا شہید کیے گئے۔ آپ کے بابا پر حملہ ہوا۔ ہمارے اہل بیت پر گالیاں برسائی گئیں' لیکن زید کے دل میں پہلے سے حصول خلافت کا جذبہ موجود تھا۔ کوفیوں کا سہارا پا کر ان کے فریب میں آ گئے اور مدینہ کا سفر ملتوی کر کے کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ [3]

چند دنوں میں عراق کے دوسرے شہروں اور خراسان کو چھوڑ کر تنہا کوفہ کے پندرہ ہزار آدمیوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی اور وہ بنی امیہ کے مقابلہ میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ یوسف بن عمرو والی کوفہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ ایک ہی معرکہ کے بعد کوفیوں نے ساتھ چھوڑ دیا اور بہت مختصر جماعت زید کے ساتھ رہ گئی' لیکن وہ برابر جمے رہے۔ ایک تیر آ کر پیشانی پر لگا۔ اس کے نکالنے میں روح پرواز کر گئی۔ ان کے ہمراہیوں نے کوفہ ہی میں دفن کر کے یوسف کے خوف سے قبر زمین کے برابر کر دی' لیکن اس نے پتہ چلا لیا اور لاش قبر سے نکلوا کر سولی پر آویزاں کرا دی۔ [4] ان کے قتل کے بعد ان کے اتباع کا ایک مستقل فرقہ پیدا ہو گیا جو امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد امام باقر کے بجائے زید کو امام مانتا ہے اور زیدیہ کہلاتا ہے۔ یہ فرقہ اب بھی یمن اور دوسرے مقامات پر موجود ہے۔

بنی عباس کی دعوت

---

[1] یعقوبی ج ۳' ص ۳۹۰۔ [2] الفخری ص ۱۱۸۔
[3] مروج الذہب مسعودی ج ۳' ص ۲۲۔ [4] الفخری ص ۱۸'۱۹۔

بنی عباس کی دعوت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے شروع ہو گئی تھی۔ ہشام کے زمانہ میں اس نے اور زیادہ وسعت و تنظیم اختیار کر لی۔ خلافت کے اصل دعویدار اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم تھے' یا ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی غیر فاطمی اولاد تھی' لیکن سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں یہ منصب علویوں سے آل عباس میں منتقل ہو گیا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شیعان علی نے آپ کے خلف الصدق حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے منصب امامت پیش کیا تھا' لیکن آپ واقعہ شہادت سے اتنے دل شکستہ تھے کہ سیاسی میدان میں قدم رکھنا پسند نہ فرمایا۔ ان کے انکار پر شیعیان علی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غیر فاطمی فرزند محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ اس طریقہ سے امامت کا منصب اہل بیت نبوی سے علوی شاخ میں منتقل ہو گیا۔ محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ ان کے جانشین ہوئے اور سرزمین عجم میں ان کی خفیہ دعوت ہوتی رہی۔ ۱۰۰ھ میں یہ سلیمان بن عبدالملک سے ملنے کے لیے شام گئے۔ اس نے ان کی بڑی مدارات کی اور ان کی جملہ ضروریات پوری کر کے انہیں عزت و احترام کے ساتھ واپس کیا۔ بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ ان کی امامت کے خطرہ سے واپسی کے وقت انہیں زہر دلوا دیا۔ یہاں ان کے اہل خاندان میں سے کوئی نہ تھا۔ ایک قریب تر مقام حمیمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے محمد بن علی بن عباس موجود تھے۔ اس لیے ابو ہاشم وہیں چلے گئے اور انتقال سے پہلے انہیں منصب امامت تفویض کر دیا اور اپنے عراقی اور خراسانی اتباع کو ہدایت کر دی کہ ان کے بعد محمد بن علی ان کے جانشین ہوں گے۔ اس لیے وہ لوگ ان کی طرف رجوع کریں' چنانچہ ابو ہاشم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے محمد بن علی کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ اس طرح امامت کا منصب علویوں سے بنی عباس میں منتقل ہو گیا۔ [1] منصب امامت ملنے کے بعد محمد بن علی نے بے ضابطہ انفرادی دعوت کے بجائے باضابطہ دعوت کا مکمل نظام قائم کیا۔ اس کے اصول و قواعد بنائے اور تجربہ کار داعیوں کی ایک جماعت منتخب کر کے اسے عراق و خراسان روانہ کیا۔ یہ لوگ مختلف بھیسوں میں شہر شہر اور گاؤں گاؤں پھیل گئے اور بڑی احتیاط اور ہوشیاری کے ساتھ بنی امیہ کے مظالم اور ان کی برائیوں کی تشہیر کر کے بنی عباس کی دعوت شروع کر دی۔ کبھی کبھی اس دعوت کا پردہ فاش ہو جاتا تھا اور داعی گرفتار کر کے قتل کر دیئے جاتے تھے' لیکن اس سے تبلیغی سرگرمی میں کوئی فرق نہ آنے پاتا تھا۔ ایک مارا جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا تھا' چنانچہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے لے کر ہشام کے عہد تک برابر خفیہ تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا اور ہزاروں

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص ۲۰۔

عراقی اور خراسانی اس میں شریک ہو گئے۔ عوام کے علاوہ بہت سے اشراف و عمائد بھی بیعت میں داخل ہو گئے۔ مشہور عباسی داعی ابو مسلم خراسانی (اس کی شرکت کی تفصیل آئندہ آئے گی) اسی زمانہ میں اس دعوت میں شامل ہوا۔ غرض ہشام کے زمانہ میں عباسی دعاۃ کی کوششوں سے خراسان و عراق کے بڑے حصے میں عباسی دعوت پھیل گئی اور جابجا علانیہ بھی اس کے مظاہر نظر آنے لگے۔ اس وقت ہشام نے ادھر توجہ کی اور ایک نامور اور تجربہ کار شخص امیر نصر بن سیار کو جو خراسان کے حالات سے پوری واقفیت رکھتا تھا' یہاں کا والی مقرر کر کے عباسی دعوت کے استیصال پر مامور کیا' لیکن اسی دوران میں ہشام کا وقت آخر ہو گیا۔

وفات

ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں اس نے مرض خناق میں انتقال کیا اور اپنے نئے دارالحکومت رصافۃ الشام میں دفن ہوا۔ انتقال کے وقت پچپن سال کی عمر تھی۔ مدت خلاف ۱۹ سال ۹ مہینے۔

ہشامی عہد پر تبصرہ

ہشام تدبیر و سیاست' بیدار مغزی' اولوالعزمی و حوصلہ مندی وغیرہ اوصاف جہانبانی کے اعتبار سے بنی امیہ کے ممتاز خلفا میں تھا۔ مسعودی کا بیان ہے کہ وہ بڑا دقیق النظر' منتظم' کفایت شعار' امور مملکت میں بیدار مغز اور رعایا کی سیاست میں بڑا با تدبیر تھا۔ سلطنت کے جملہ کام خود انجام دیتا تھا۔ اس کی نگاہ سے کوئی چیز چھپی نہ رہتی تھی۔ [1] ابن طقطقی لکھتا ہے کہ وہ بڑا عاقل' حلیم الطبع اور پاکباز تھا۔ [2] اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حلم و تدبر اور عبدالملک کی سیاست و اولوالعزمی دونوں ایک ساتھ جمع ہو گئی تھیں۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ بنی امیہ میں ان تینوں پر سیاست و تدبر کا خاتمہ ہو گیا۔ [3] اس کے کارناموں اور اس کے دور کے واقعات سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے زمانے میں مشرق و مغرب دونوں میں بڑے بڑے انقلابات و حوادث پیش آئے' لیکن حکومت کے کسی نظام اور سلطنت کے کسی حصہ کو جنبش نہ ہونے پائی۔ مشرق میں ترک و تاتارکی اور مغرب میں بربر کی قوت کا خاتمہ کر دیا۔ رومیوں کو اسلامی حدود کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ جہاں جہاں خوارج نے سر اٹھایا فوراً ان کو کچل دیا گیا' اور پھر انہیں شورش بپا کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ اسلامی سلطنت کے ہر حصہ میں اہم فتوحات حاصل ہوئیں جن کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ عباسی دعوت البتہ پھیلی لیکن ایک عرصہ تک اس کا

---

[1] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۳۲۲ و ۳۲۳۔ [2] آداب السلطانیہ ص ۱۱۷۔

[3] مروج الذہب ج ۳' ص ۲۸۔

سلسلہ اتنا مخفی رہا کہ پتہ نہ چل سکا اور جب اس نے قوت پکڑی اور اس کے مظاہر علانیہ نظر آنے لگے اس وقت ہشام کا وقت آخر ہو گیا۔ ان سیاسی کارناموں کے ساتھ اس کا زمانہ تعمیری اور انتظامی حیثیت سے بھی کامیاب ہے۔

افتادہ زمینوں کی آبادی

افتادہ زمینوں کی آبادی کی طرف اس کی خاص توجہ تھی اور اس کے زمانہ میں ان کا کافی حصہ آباد ہوا۔ ❶

بیت المال کی اصلاح

اموی حکومت کے آغاز سے بیت المال میں بے عنوانیاں چلی آ رہی تھیں۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اصلاح کی تھی' لیکن ان کے بعد پھر وہی پرانی صورت پیدا ہو گئی تھی۔ ہشام نے اس کا پورا انسداد کیا اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جب تک شہادتوں سے اس کا پورا یقین نہ ہو جائے کہ محاصل میں ناجائز آمدنی کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے' اس وقت تک اس کو بیت المال میں داخل نہ کیا جائے' چنانچہ چالیس شہادتوں کے بعد آمدنی داخل کی جاتی تھی۔ ❷

دفاتر کی تنظیم

دفاتر کی از سر نو تنظیم ہوئی' چنانچہ کاغذات کی صحت و ترتیب کے اعتبار سے اس کا زمانہ سارے خلفا میں ممتاز تھا۔ ❸

عدالت

شعبہ عدالت کی تفصیل تو نہیں معلوم ہوئی' لیکن بعض واقعات سے ہشام کی عدل پروری کا ثبوت ملتا ہے۔ اس کے ایوان عدالت میں مسلم اور غیر مسلم سب برابر تھے۔ وابستگان دولت تک کسی پر دست تعدی دراز نہیں کر سکتے۔ ایک مرتبہ ایک نصرانی نے ہشام کے لڑکے محمد کے غلام کو کسی بات پر مارا' وہ زخمی ہو گیا۔ محمد کے خواجہ سرا نے اس کے بدلہ میں نصرانی کو مارا۔ ہشام کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً خواجہ سرا کو طلب کیا' اس نے محمد کے دامن میں پناہ لی' لیکن ہشام کی سزا سے نہ بچ سکا۔ اس نے اسے سزا دی اور اپنے لڑکے کو تنبیہ کی۔ ❹

---

❶ مروج الذہب ج۔۳' ص ۲۱۔ ❷ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۸۔
❸ ابن اثیر ج۔۵' ص ۹۶۔ ❹ ابن اثیر ج۔۵' ص ۹۶۔

شعبہ فوج

انتظامی شعبوں کے ساتھ فوجی شعبہ میں بھی کافی ترقی ہوئی۔ ضرورت کی جگہوں پر مستحکم قلعے تعمیر کرائے۔ انطاکیہ میں جو اسلامی اور رومی حکومت کی نازک سرحد تھی' حصن قطرغاش اور حصن بورہ اور حصن بوقا بنوائے۔ ❶ اس کے علاوہ تمام سرحدی علاقوں کو مضبوط و مستحکم کیا اور وہاں ہر طرح کا جنگی سامان بکثرت جمع کیا۔ ❷

بحری بیڑے کی ترقی کے لیے شمالی افریقہ میں جہاز سازی کے مزید نئے کارخانے قائم کیے اور بحر روم میں کامیاب بحری مہمات کا سلسلہ جاری رہا۔ ❸

شہروں کی آبادی

اس زمانے میں متعدد نئے شہر بھی آباد ہوئے۔ شام میں قنسرین کے علاقہ میں رصافہ آباد کیا گیا۔ گرمیوں کے موسم میں ہشام یہیں رہتا تھا۔ اس لیے اسے پایہ تخت کی حیثیت حاصل تھی۔ ❹ سندھ میں دو شہر منصورہ اور محفوظہ آباد ہوئے۔ منصورہ سندھ کا اسلامی دارالحکومت تھا۔ ❺

حوض اور تالاب کی تعمیر

حجاج کی آسائش کے لیے مکہ کے راستہ میں حوض اور تالاب بنوائے۔ ❻

ریشمی کپڑوں کی صنعت

ملکی مصنوعات کی ترقی کی جانب بھی توجہ تھی۔ اس سلسلہ میں ریشمی کپڑوں کی صنعت میں بھی بڑی ترقی ہوئی۔ ❼

مذہبی خدمات

ان کارناموں کے ساتھ ہشام نے مذہبی خدمات بھی انجام دیں۔ وہ خود راسخ العقیدہ شخص تھا اور مذہب میں کسی ایسی بدعت کو پسند نہ کرتا تھا' جس سے عقائد میں رخنہ پیدا ہو۔ اور اس قسم کے

---

❶ تاریخ ابن اثیر ج ۵ مختلف سنین۔ ❷ مسعودی ج ۳' ص ۲۱۔ ❸ کتاب المونس ص ۳۸۔
❹ معجم البلدان ج ۴ ذکر رصافۃ الشام۔ ❺ فتوح البلدان بلاذری ص ۴۴۸۔
❻ مروج الذہب ج ۲' ص ۲۱۔ ❼ مروج الذہب ج ۲' ص ۲۱۔

خیالات کا نہایت سختی سے تدارک کرتا تھا۔ مشہور قدری غیلان بن یونس نے سب سے اول عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں قدر کا عقیدہ ظاہر کیا تھا' لیکن پھر ان کے سمجھانے سے توبہ کر لی تھی۔ ہشام کے زمانہ میں پھر اس کا اعادہ کیا تو اس نے قتل کرا دیا۔ اسی طریقہ سے ایک اور شخص معد بن درہم نے خلق قرآن کا مسئلہ چھیڑا' ہشام نے اسے بھی قتل کرا دیا۔ [1]

اپنے لڑکوں پر نماز کی بڑی تاکید رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک لڑکا جمعہ کی نماز میں نہ پہنچ سکا' تو ہشام نے باز پرس کی۔ اس نے عذر کیا کہ سواری نہ تھی۔ ہشام نے کہا پا پیادہ نہیں جا سکتے تھے اور سزا کے طور پر ایک سال کے لیے سواری بند کر دی۔ [2]

رعایا کی اخلاقی نگہداشت

وہ طبعاً متین و سنجیدہ تھا۔ اسے لہو و لعب سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ رعایا کو بھی اس قسم کے مشاغل سے روکتا تھا اور اس پر احتساب کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھا شخص اس جرم میں پیش کیا گیا کہ وہ گانے والی عورتوں' شراب و کباب اور مزامیر سے دلچسپی رکھتا ہے۔ ہشام نے اسے دیکھ کر کہا کہ ''طنبورہ اس کے سر پر توڑ دو''۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی' وہ رونے لگا' ہشام نے کہا صبر سے کام لو' بوڑھے نے جواب دیا' چوٹ کی وجہ سے نہیں روتا ہوں' بلکہ اس ناقدرشناسی پر روتا ہوں کہ اب بربط کو طنبورہ کہا جاتا ہے۔ [3]

گھوڑوں کی پرورش و پرداخت و ترقی

ہشام کو گھوڑوں اور گھوڑ دوڑ کا بڑا شوق تھا۔ اس شوق کی وجہ سے گھوڑوں کی پرورش و پرداخت اور ان کی نسل میں بڑی ترقی ہوئی۔ اس کے پاس گھڑ دوڑ کے چار ہزار منتخب گھوڑے تھے۔ [4]

علمی خدمات

ہشام کو علم و فن سے بھی دلچسپی تھی' چنانچہ اس نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ [5] غیر قوموں کے علوم میں فارسی کی ایک اہم کتاب کا جو ایرانیوں کے بہت سے علوم و فنون' ان کے فرمانرواؤں کے حالات اور سیاسی واقعات پر مشتمل تھی' ترجمہ کرایا تھا۔ یہ کتاب مصور تھی اور مسعودی کی نظر سے گزری تھی۔ التنبیہ والاشراف میں اس نے اس کا تفصیلی حال لکھا ہے۔ [6]

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص ۹۶' ۹۷۔ [2] ابن اثیر ج۔۵' ص ۵۶۔ [3] ابن اثیر ج۔۵' ص ۵۶۔
[4] مروج الذہب ج۔۲' ص ۲۱۔ [5] تذکرۃ الحفاظ ج۔۱' ص ۹۷۔ [6] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۱۰۶۔

اخلاق وسیرت

ہشام کے اوصاف میں دو وصف زیادہ نمایاں تھے۔ حلم اور کفایت شعاری۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلم کی طرح اس کا حلم بھی تاریخی مسلمات میں ہے۔ وہ تلخ سے تلخ باتیں سن کر پی جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے اس کو رو در رو سخت الفاظ کہے۔ اس نے صرف اس قدر کہا کہ اپنے امام کو برا کہنا مناسب نہیں۔ ❶ ایک مرتبہ خود اس نے ایک معزز شخص کو نا ملائم الفاظ کہے۔ اس نے کہا خلیفۃ اللہ فی الارض ہو کر اس قسم کے الفاظ منہ سے نکالتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ ہشام سخت شرمندہ ہوا اور بولا مجھ سے اس کا بدلہ لے لو۔ اس شخص نے کہا' تمہارے جیسا کمینہ میں بھی ہو جاؤں۔ ہشام نے کہا تو اس کا مالی معاوضہ لے لو۔ اس نے کہا یہ بھی نہیں کر سکتا۔ ہشام نے کہا تو اس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دو۔ اس نے کہا پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں' پھر تمہارے لیے۔ اس واقعہ سے ہشام نہایت شرمندہ ہوا اور قسم کھائی کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرے گا۔ ❷ اس کی زبان سے جو سخت سے سخت کلمہ تاریخوں میں ملتا ہے' وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص پر بہت برہم ہوا تو کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو ایک کوڑا ماروں گا' لیکن یہ ارادہ قول سے عمل میں نہ آیا۔ ❸

وہ اپنے اور پیشرووں کے برعکس نہایت کفایت شعار تھا۔ اس کی کفایت شعاری بلکہ بخل کے بہت سے واقعات ملتے ہیں' لیکن ان کی حیثیت افسانہ سے زیادہ نہیں ہے۔ یہ البتہ صحیح ہے کہ وہ بڑا کفایت شعار تھا۔ ایک ایک لباس برسوں پہنتا تھا۔ اپنے لڑکوں کو بھی سادگی کا عادی بنایا تھا' اسی کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے بعد بے اندازہ دولت چھوڑ گیا۔

❶ ابن اثیر ج ۵' ص ۹۶۔ ❷ ابن اثیر ج۔ ۵' ص ۹۷۔ ❸ تاریخ الخلفاء ص ۲۴۸۔

ولید ثانی بن یزید بن عبدالملک

(۱۲۵ھ تا ۱۲۶ھ مطابق ۷۴۳ء تا ۷۴۴ء)

یزید بن عبدالملک اپنی زندگی میں ہشام کے بعد اپنے لڑکے ولید کو نامزد کر گیا تھا' اس لیے ہشام کی وفات کے بعد ربیع الثانی ۱۲۵ھ میں وہ تخت نشین ہوا۔ ولید ہر اعتبار سے خلافت کے لیے نااہل تھا۔ امور مملکت سے غافل' ہر وقت فسق و فجور میں غرق رہتا تھا۔ ہشام نے اپنی زندگی میں اسے سدھارنے کی بڑی کوشش کی تھی۔ زبانی فہمائش کی۔ اس کے بداخلاق ندیموں کو الگ کر دیا۔ امیر الحج بنا کر مکہ بھیجا۔ آخر میں وظیفہ بند کر دیا' لیکن ولید کے مشاغل میں کوئی فرق نہ آیا' بلکہ اس کی ضد اور بڑھتی گئی اور دونوں کے تعلقات اتنے خراب ہو گئے کہ ولید ہشام کی قربت چھوڑ کر اپنی جاگیر پر اردن چلا گیا۔ اس کی اصلاح سے مایوس ہونے کے بعد ہشام نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے اکابر کے مشورہ سے ولید کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکے مسلمہ کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی تھی' لیکن ابھی اس کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ اس کا وقت آخر ہو گیا۔ [1] ہشام کی وفات کے وقت ولید اردن میں تھا' یہیں اس کو وفات کی خبر ملی۔ اس نے فوراً عباس بن عبدالملک کو فرمان لکھا کہ رصافہ جا کر ہشام کی کل دولت اور متروکات کو اپنے قبضہ میں لے لو۔ [2] ولید ہشام کے تمام وابستگان دولت خصوصاً ان امرے سے بہت برہم تھا' جو ولی عہدی سے اس کے اخراج کی تجویز میں شریک تھے' چنانچہ تخت نشینی کے بعد اس نے سب سے انتقام لیا۔ انہیں یک قلم ان کے عہدوں سے برطرف کر دیا۔ [3] اور ہشام کے تمام آدمیوں پر اتنی سختیاں کیں کہ اس کے خدام اس کی قبر پر جا کر روتے تھے۔ [4] ہشام کے ماموں ہشام بن اسماعیل کو مکہ کی حکومت سے معزول کر دیا۔ ان کے لڑکوں محمد اور ابراہیم کو کوڑوں سے پٹوا کر انہیں یوسف بن عمرو والی عراق کے حوالہ کر دیا۔ اس نے ان کو اتنی ایذائیں دیں کہ اس کے صدمہ سے وہ مر گئے۔ [5] ان مظالم کے ساتھ اس کی حکومت کا آغاز ہوا۔

یحییٰ بن زید کا خروج اور قتل

ولید کی تخت نشینی کے چند ہی دنوں بعد یحییٰ بن زید خراسان میں اٹھے۔ وہ اپنے والد زید بن علی کے خروج میں ان کے ساتھ تھے۔ ان کے قتل کے بعد خراسان چلے گئے تھے اور بلخ کے ایک محبّ اہل بیت

---

[1] ابن اثیر ج ۵' ص ۹۷' امام زہری کی تحریک کا ذکر تاریخ الخلفاء میں ہے۔ [2] ابن اثیر ج ۵' ص ۹۸۔
[3] یعقوبی ج ۲' ص ۳۹۷۔ [4] ابن اثیر ج ۵' ص ۹۸۔ [5] ابن اثیر ص ۱۰۰ و ۱۰۱۔

حریش بن عمر بن داؤد کے یہاں مقیم تھے۔ ولید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے حفظ ما تقدم کے خیال سے نصر بن سیار والی خراسان کو لکھا کہ حریش سے فوراً یحیٰ کے حوالہ کرنے کا مطالبہ کرو۔ اس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ حریش نے لاعلمی ظاہر کی۔ نصر نے سختی سے کام لیا۔ اس کی سختی دیکھ کر حریش کے لڑکے نے بتا دیا اور نصر نے یحیٰ کو گرفتار کر کے ولید کو اطلاع دی۔ وہ صرف یحیٰ کو شیعوں کے دام سے الگ کرنا چاہتا تھا اور ان کو نقصان پہنچانا مقصود نہ تھا۔ اس لیے لکھا کہ انہیں وہاں سے ہٹا کر چھوڑ دو۔ نصر نے انہیں دو ہزار درہم دے کر شام جانے کی ہدایت کی۔ لیکن بلخ سے نکلنے کے بعد ان کے پیروؤں نے انہیں یہ کہہ کر پھر ورغلایا کہ ہم لوگ کب تک ذلت برداشت کرتے رہیں گے' اس لیے یحیٰ شام جانے کے بجائے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ نیشاپور چلے گئے۔ یہاں کے حاکم عمرو بن زرارہ کو ان کے ارادہ کا علم ہوا تو اس نے سلمہ بن احوز ہلالی کو ان کے مقابلہ پر مامور کیا اور خود بھی نکلا۔ جوز جان میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ اس میں یحیٰ بن زید قتل ہوئے اور ان کی پوری جماعت کام آئی۔ [1]

عباسی دعوت

۱۲۶ھ کے آخر میں امام محمد بن علی عباسی کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے ابراہیم ان کے جانشین ہوئے اور عباسی دعوت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ اس کی تفصیل آخر میں آئے گی۔

ولید کی ناعاقبت اندیشی اور اس کے نتائج

ولید کی فاسقانہ زندگی اور اس کے مظالم کی وجہ سے شروع ہی سے اس کے خلاف عام بددلی پھیل گئی تھی۔ اپنی ناعاقبت اندیشی سے اس نے اپنے خاندان کے ارکان اور ان امرا اور قبائل کو بھی مخالف بنا لیا' جن پر بنی امیہ کی سطوت و قوت کا مدار تھا۔ ہشام کے متعلقین سے انتقام کے سلسلہ میں اس نے ایک بڑی غلطی یہ کی کہ اس کے لڑکے سلیمان کو کوڑوں سے پٹوایا اور اس کا سر اور داڑھی منڈوا کر قید کر دیا۔ [2] اس کے اس فعل سے ہشام کی اولاد اس سے برہم ہو گئی۔ مضری یا نزاری اور یمنی قبائل پرانے حریف تھے اور بنی امیہ کی قوت کا دارومدار زیادہ تر یمنی قبائل پر تھا۔ اس لیے اموی خلفا ان کی بڑی مدارات کرتے تھے۔ ولید نے ان کے امرا و عمائد کی بھی تذلیل و تحقیر کی اور ان کے مقابلہ میں بنی نزار کو بڑھانا شروع کیا۔ اس سے ان کی قدیم رقابت پھر ابھر آئی۔ [3]

خالد بن عبداللہ قسری یمنی قبائل کا بڑا ممتاز اور مقتدر سردار تھا اور ہشام کے زمانہ میں عراق کا والی

---

[1] یعقوبی ج ۲' ص ۳۹۸۔ [2] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۳۔ [3] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۳۲۳۔

تھا۔ اس زمانہ میں اس نے عراق کی آمدنی کی ایک خطیر رقم فیاضی میں صرف کر دی تھی جس کا کوئی حساب نہ دے سکا تھا۔ اس جرم میں ہشام نے انتظامی حیثیت سے اسے معزول کر دیا تھا' لیکن اس کے رتبہ کا لحاظ کر کے اور کوئی سزا نہیں دی تھی' بلکہ اس کی درشت باتوں کو سن کر انگیز کرتا تھا۔ [1] ولید نے اپنے زمانہ میں اس رقم کا مطالبہ کیا اور جب خالد اسے ادا نہ کر سکا تو اسے یوسف نزاری والی عراق کے' جو اس سے تعصب رکھتا تھا' حوالہ کر دیا۔ اس نے اسے طرح طرح کی اذیتیں دے کر مار ڈالا۔ ولید نے اسی پر بس نہیں کی' بلکہ یمن کی اس تحقیر کو فخریہ نظم کیا۔ اس سے قبائل یمن کے جذبات بھڑک اٹھے۔ [2] اور وہ اس کی مخالفت میں ہشام سے جو اپنے بھائی سلیمان کی تحقیر و تذلیل کی وجہ سے ہشام کے خلاف ہو گیا تھا' مل گئے اور اس کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔

یزید کی بیعت اور ولید کا قتل

ولید اس وقت حمص اور دمشق کے درمیان قلعہ نجرا میں تھا۔ یزید کے ہاتھوں پر بیعت کے بعد یمنی قبائل اسے لے کر نجرا پہنچے۔ اس وقت ولید کو ہوش آیا۔ اس کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی' لیکن مقابلہ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا' ناچار اسی مختصر جماعت کے ساتھ مقابلہ کیا اور شکست کھا کر مارا گیا۔ [3] یہ واقعہ جمادی الثانی ۱۲۶ھ میں پیش آیا۔ اس وقت اس کی عمر کل بیالیس سال کی تھی۔ مدت خلافت ایک سال دو مہینے۔

بعض قابل ذکر اوصاف

اگرچہ ولید کی پوری زندگی رندی و سرمستی میں غرق تھی' لیکن اس میں بعض قابل ذکر اوصاف بھی تھے۔ اس نے حکومت کی جانب سے محتاجوں کی بھی پرورش اور معذور اپاہجوں کی خدمت کا انتظام کیا۔ [4] شعر و سخن کا اچھا ذوق رکھتا تھا۔ خود خوش گو شاعر تھا۔ خصوصاً خمریات میں اسے بڑا کمال حاصل تھا۔ ابونواس نے جو عربی زبان کا خیام سمجھا جاتا ہے' اپنے کلام میں ولید کے خمریات سے بھی استفادہ کیا ہے۔ [5] طبعاً بڑا فیاض اور سیر چشم تھا۔ شعرا کی قدردانی میں اس کی فیاضی اسراف کی حد تک پہنچ جاتی تھی۔ یزید بن منبہ شاعر نے اس کی تخت نشینی کی تبریک میں پچاس شعر کا ایک قصیدہ پیش کیا تھا۔ ولید نے ہر شعر کے صلہ میں ایک ایک ہزار انعام دیا۔ [6] موسیقی کا بھی بڑا شائق اور قدردان

---

[1] اخبار الطوال نے اس واقعہ کی بڑی تفصیل لکھی ہے' ہم نے صرف نتیجہ لکھا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھو کتاب مذکور ص ۳۴۴' ۳۴۵۔ [2] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۳۲۴۔ [3] کتاب التنبیہ والاشراف ص ۳۲۴۔
[4] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۲۔ [5] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۵۔ [6] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۵۔

تھا۔اس کے دربار میں ابن سریج' معبد' عریض' ابن عائشہ' ابن محرز' طویس اور دحمان وغیرہ اس عہد کے بڑے بڑے باکمال مغنی جمع تھے۔ ❶

گھوڑوں کا شوق

ہشام کی طرح اسے بھی گھوڑوں اور گھڑ دوڑ کا بڑا شوق تھا' اس کے پاس اس زمانہ کے بہترین گھوڑے تھے۔ ❷

بعض غلط واقعات کی تنقید

اس کا فسق و فجور اور اس کے مظالم مسلم ہیں' لیکن ان کے ساتھ تاریخوں میں اس کے الحاد و دہریت کے بھی بعض جھوٹے افسانے ملتے ہیں کہ اس نے خانہ کعبہ کی چھت پر شراب پینے کا ارادہ کیا تھا' یا کلام اللہ کی توہین کی' ملحدانہ مضامین کے بعض اشعار بھی اس کی جانب منسوب ہیں' لیکن اس کی حیثیت زیب داستان سے زیادہ نہیں ہے۔ان واقعات کی شہرت کا سبب یہ ہے کہ ولید اپنے ظلم و فسق کی وجہ سے بہت بدنام تھا۔ ہر جماعت اس کے خلاف تھی۔اس کے مخالفین نے اس کی جانب سے نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کرنے کے لیے رندی و ہوسناکی کے واقعات کے ساتھ الحاد و زندقہ کے افسانوں کو بھی شامل کر دیا' لیکن ان کی صداقت اس سے ظاہر ہے کہ اکابر علما و محدثین تک جو دین و عقائد اسلامی کے سب سے بڑے محافظ و پاسبان ہیں' ان واقعات کو غلط سمجھتے ہیں' چنانچہ مہدی عباسی کے عہد کے ایک ممتاز فقیہ ابو علاثہ کا بیان ہے کہ ان سے ایک عینی شاہد نے جو ولید کی رندانہ صحبتوں میں شریک رہ چکا تھا بیان کیا کہ وہ شراب میں بدمست رہتا تھا لیکن جیسے ہی نماز کا وقت آتا رندی کا لباس اتار کر دوسرا سپید لباس پہنتا اور وضو کر کے نماز پڑھتا۔نماز ادا کرنے کے بعد پھر رندانہ مشاغل میں مصروف ہو جاتا۔فقیہ مذکور اس واقعہ کو بیان کر کے کہتے تھے کہ کیا یہ اس شخص کی زندگی ہو سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ ❸

سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حافظ ذہبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ولید کی جانب کفر و زندقہ کی نسبت صحیح نہیں ہے۔البتہ وہ مے نوشی اور دوسرے منہیات میں ضرور مبتلا تھا۔ ❹ اس کی زندگی کا آخری عمل یہ تھا کہ جب وہ شکست کھا کر قصر میں محصور ہو گیا اور لوگ اسے قتل کرنے کے لیے اندر گھسے تو وہ کلام اللہ کھول کر تلاوت میں مصروف ہو گیا اور کہا کہ ''جس طرح عثمان رضی اللہ عنہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے مارے گئے' اسی طرح میرا بھی خاتمہ ہو'' ❺

---

❶ مروج الذہب مسعودی ج ۳' ص ۱۳۱۔ ❷ مروج الذہب ج ۳' ص ۲۳۶۔ ❸ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۲۔
❹ تاریخ الخلفاء ص ۲۵۲۔ ❺ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۶۔

یزید ثالث بن ولید المعروف بہ یزید الناقص

(۱۲۶ھ مطابق ۷۴۴ء)

ولید کے قتل کے بعد رجب ۱۲۶ھ میں یزید بن ولید تخت نشین ہوا۔ اس نے ولید کے دور کی فوج کی تنخواہ کے اضافہ کو گھٹا دیا تھا۔ اس لیے یزید ناقص کہلاتا تھا۔ یہ عابد و زاہد خلیفہ تھا۔ تخت نشینی کے بعد اس نے حسب ذیل تقریر کی:

''لوگو! میں اس وقت تک کہیں کوئی نئی عمارت نہ بنواؤں گا اور نہ نئی نہر نکلواؤں گا' جب تک اس مقام کی سرحد کی حفاظت کا انتظام نہ ہو جائے گا اور جب تک وہاں کے باشندوں کی احتیاج و ضروریات پوری نہ ہو جائیں گی اس وقت تک وہاں کی آمدنی کسی دوسرے مقام پر نہ بھیجی جائے گی۔ ہر جگہ کا صرف وہی مال دوسری جگہ منتقل کیا جائے گا جو مقامی ضروریات سے زائد ہو گا۔ اپنا دروازہ حاجتمندوں کے لیے بند نہ کروں گا۔ سال بسال تمہارے وظیفے اور ماہ بماہ تمہارا راشن ملتا رہے گا۔ حقوق میں دور کے رہنے والے قریب کے رہنے والوں کے برابر ہوں گے' جو کچھ میں نے کہا اگر اسے پورا کروں تو تم پر میری اطاعت اور میری امداد فرض ہے اور اگر پورا نہ کروں تو مجھے معزول کر دو۔ تم لوگ گواہ رہو' میں توبہ کرتا ہوں' اگر کوئی ایسا شخص صالح تمہاری نگاہ میں ہو جو ان باتوں کا وعدہ کرے' جن کا میں نے وعدہ کیا ہے' اور تم اس کے ہاتھوں پر بیعت کرنا چاہو تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں''۔ [1]

یزید کی مخالفت

اگرچہ ولید کی مخالفت اور اس کے قتل کا سبب اس کی نااہلی اور اس کے اعمال تھے اور اس کے مقابلہ میں یزید صالح خلیفہ تھا' لیکن کسی حکمران کے قتل کے اسباب خواہ کچھ ہی ہوں حکومت کے نظام پر ہمیشہ اس کا برا اثر پڑتا ہے اور لوگوں میں حکمران کے خلاف اٹھنے کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر ولید کے قتل کے اسباب میں یمنی اور مضری عصبیت بھی شامل تھی۔ اس لیے اس واقعہ سے ایک طرف لوگ خلیفہ وقت کی مخالفت میں جری ہو گئے' دوسری طرف قبائلی عصبیت بھڑک اٹھی۔ جب تک ولید کے قتل

[1] الفخری ص ۱۲۱۔

کا واقعہ نہ پیش آیا تھا ہر طبقہ اس کے خلاف تھا' لیکن یمنیوں کے ہاتھوں اس کا قتل قبائلی سوال بن گیا اور یمن و مضر کی پرانی عصبیت ابھر آئی اور وہ مضری بھی جو ولید کی زندگی میں اس کے خلاف تھے' یمنیوں سے اس کے قتل کا انتقام لینے کے لیے آمادہ ہو گئے اور دونوں قبیلوں میں نہایت سخت مخالفت شروع ہو گئی اور تمام مضری قبائل اور بنی امیہ کے اکثر ارکان یزید کے خلاف ہو گئے اور شام کے مختلف حصوں میں اس کے خلاف بغاوت برپا ہو گئی۔

حمص میں بغاوت

سب سے پہلے حمص کے باشندوں نے یزید کی خلافت ماننے سے انکار کیا۔ مروان بن عبداللہ بن عبدالملک اموی نے بھی ساتھ دیا [1] اور حمص میں بغاوت پھیل گئی۔ یہاں کے باشندوں نے اپنے اپنے حاکم عبداللہ بن سنجرہ کندی [2] اور مروان بن عبدالملک اور اس کے لڑکے کو یزید کی حمایت کے جرم میں قتل کر دیا اور ولید کے قتل میں اعانت کے جرم میں عباس بن ولید اموی کا گھر مسمار کر دیا اور پایہ تخت دمشق پر حملہ کے لیے بڑھے۔ یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے عبدالعزیز بن حجاج اور ہشام بن مصاد کو مقابلہ کے لیے بھیجا۔ انہوں نے باغیوں کو شکست دے کر واپس کیا۔ شکست کھانے کے بعد اہل حمص نے مجبور ہو کر یزید کی خلافت تسلیم کر لی۔ [3]

فلسطین اور اردن کی بغاوت

حمص کی بغاوت کے ساتھ ہی فلسطین کے باشندوں نے بھی اپنے حاکم سعید بن عبدالملک کو نکال دیا تھا اور اسی کے بھتیجے یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو جو یزید کے خلاف تھا' حاکم بنا لیا۔ اس کی مخالفت سے فلسطین والوں کو بڑی تقویت ہوئی اور انہوں نے بھی یزید کی خلافت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس بغاوت کی خبر اردن پہنچی تو یہاں کے باشندوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اور شام میں ایک عام خلفشار برپا ہو گیا۔ ان کے مقابلہ کے لیے یزید نے سلیمان بن ہشام کو ایک بڑی فوج کے ساتھ بھیجا اور دوسری خفیہ تدبیر یہ کی کہ فلسطین کے باغیوں کے سردار سعید بن روح اور ضبعان بن روح کو حکومت اور مال کی طمع دلا کر توڑ لیا' چنانچہ وہ فلسطین کو لوٹ کر لے گئے اور اہل اردن تنہا رہ گئے۔ سلیمان بن ہشام نے تھوڑی سی فوج بھیج کر انہیں آسانی کے ساتھ زیر کر لیا اور فلسطین اور اردن دونوں مقاموں میں یزید کی بیعت ہو گئی۔ بغاوت فرو ہونے کے بعد یزید نے ضبعان کو فلسطین کا اور اپنے بھائی ابراہیم

[1] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۹۔ [2] یعقوبی ج ۲' ص ۴۰۱' ۴۰۲۔ [3] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۰۹۔

کواردن کا حاکم بنایا۔ [1]

مروان بن محمد کا جزیرہ پر قبضہ

یزید کے آخری زمانہ میں مروان بن محمد اموی نے جزیرہ پر مخالفانہ قبضہ کرلیا۔ اس کا واقعہ یہ ہوا کہ ولید کے قتل کی وجہ سے مروان بھی یزید کے خلاف ہو گیا تھا۔ ولید کے قتل کے ہنگامہ میں جزیرہ کا والی عبدہ بن ریاح غسانی جزیرہ سے شام گیا۔ مروان کا لڑکا عبدالملک قریب ہی حران میں تھا۔ میدان خالی پا کر اس نے جزیرہ کو اپنے انتظام میں لے لیا اور اپنے باپ کو آرمینیہ اطلاع دی' وہ فوراً وہاں سے جزیرہ پہنچا۔ اہل جزیرہ نے اس کی کوئی مخالفت نہیں کی' بلکہ بیس ہزار آدمی اس کی حمایت کے لیے تیار ہو گئے۔ ان کا سہارا پا کر اس نے یزید کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے جزیرہ' آرمینیہ' موصل اور آذربائیجان کی حکومت دے کر اس کی مخالفت روک دی اور مروان نے اس کی بیعت کر لی۔ [2]

مصر اور یمن میں بھی مخالفت ہوئی' لیکن بڑھنے نہ پائی۔ گو یہ بغاوتیں ختم ہو گئیں' لیکن قبائلی عصبیت کی جو آگ لگی تھی' وہ برابر بھڑکتی رہی تا آنکہ اموی حکومت کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

وفات

کل چھ مہینے حکومت کرنے کے بعد ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں یزید کا انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت ۴۶ سال کی عمر تھی۔ اسے بہت کم خلافت کا موقع ملا اور یہ مختصر مدت بھی بغاوتوں اور شورشوں میں گزری' اس لیے اس کے عہد کا کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۰۹۔ [2] ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۱۴' ۱۱۵۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

(۱۲۶ھ تا ۱۲۷ھ مطابق ۷۴۴ء تا ۷۴۵ء)

یزید نے اپنے بھائی ابراہیم کو ولی عہد بنایا تھا۔ اس کے بعد ذی الحجہ ۱۲۶ھ میں وہ تخت نشین ہوا' لیکن وہ برائے نام خلیفہ تھا۔ عام طور پر اس کی خلافت تسلیم نہیں کی گئی اور چند ہی مہینوں میں مروان نے اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

مروان بن محمد کی مخالفت

اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ولید کے قتل کی وجہ سے مروان بن محمد یزید کے خلاف تھا اور اسی کے زمانہ میں اس نے جزیرہ پر قبضہ کر لیا اور یزید کے مقابلہ میں اٹھنے والا تھا' لیکن یزید نے سیاست سے کام لیا اور اسے آرمینیہ اور آذربائیجان کی حکومت دے کر خاموش کر دیا تھا۔ ابراہیم یزید کا جانشین تھا اور ولید کے لڑکے حکم اور عثمان اس کی قید میں تھے۔ انہیں وہ رہا نہ کرتا تھا۔ اس لیے مروان کی مخالفت اس کے ساتھ بھی قائم رہی۔ ابراہیم قوت اور سیاست دونوں سے محروم تھا۔ اس لیے اس کی تخت نشینی کے بعد مروان نے شام پر فوج کشی کر دی۔ راستہ میں مسرور بن ولید والی قنسرین اور اس کے بھائی بشر نے روکا۔ ابن اثیر کا بیان ہے کہ قبیلہ قیس کا سردار یزید بن عمرو بن ہبیرہ جس پر مسرور کی قوت کا دارومدار تھا' مروان سے مل گیا اور مسرور اور بشر دونوں کو پکڑ کے مروان کے حوالہ کر دیا۔ [1] لیکن یعقوبی کا بیان ہے کہ مروان نے خود شکست دے کر گرفتار کر لیا' بہرحال قنسرین میں مروان کو کامیابی ہوئی۔ [2]

اہل حمص بھی یزید کے مخالفین میں تھے اور جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے انہوں نے اس کی خلافت تسلیم نہیں کی تھی' لیکن شکست کی وجہ سے مجبور ہو گئے تھے۔ ابراہیم کی کمزوری کی وجہ سے انہیں بھی موقع مل گیا' چنانچہ انہوں نے اس کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ ابراہیم نے عبدالعزیز کو ان سے بہ جبر بیعت لینے پر مامور کیا۔ چنانچہ شام پر مروان کی فوج کشی کے وقت عبدالعزیز بیعت کے لیے اہل حمص کا محاصرہ کیے ہوئے تھا۔

ابراہیم کی شکست

[1] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۱۹۔ [2] یعقوبی ج ۲' ص ۴۰۳۔

اس لیے قنسرین پر قبضہ کرنے کے بعد مروان حمص پہنچا۔عبدالعزیز میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔اس لیے وہ محاصرہ اٹھا کر لوٹ گیا اور اہل حمص نے ابراہیم کی مخالفت میں مروان کی بیعت کر لی۔مروان نے انہیں ساتھ لے کر پایہ تخت دمشق کا رخ کیا۔ابراہیم نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ فوج دے کر اس کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔عین الجر میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔مروان نے کہلا بھیجا کہ اگر ولید کے دونوں لڑکوں حکم اور عثمان کو رہا کر دیا جائے تو وہ جنگ نہ کرے گا' لیکن سلیمان نے انکار کر دیا اور صفر ۱۲۷ھ میں دونوں میں نہایت خونریز جنگ ہوئی۔سلیمان نے بڑی شکست فاش کھائی۔سلیمان کو شکست دینے کے بعد مروان نے ولید کے لڑکوں حکم اور عثمان کی غائبانہ بیعت لی اور ولید کے قاتلوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔سلیمان کی شکست کے بعد شامی امرا نے جس میں زیادہ تر ولید کے قاتلین اور اس کے مخالفین تھے مشہور کیا کہ جب تک حکم اور عثمان زندہ ہیں' مروان ان کے نام پر لڑتا رہے گا اور انہیں خلیفہ بنانے کی کوشش کرے گا' اگر اس میں اس کو کامیابی ہوگئی تو اس وقت ولید کے قاتلوں کی خیر نہیں' چنانچہ حکم اور عثمان کو قتل کر دیا گیا۔اسی دوران میں مروان دمشق پہنچ گیا۔ابراہیم میں کوئی طاقت نہ تھی۔وہ بھاگ نکلا اور کل تین چار مہینوں کے بعد اس کی خلافت ختم ہوگئی۔

مروان ثانی بن محمد بن مروان الملقب بہ حمار

(۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ مطابق ۷۴۵ء تا ۷۴۹ء)

ولید کے دونوں لڑکے جنہیں مروان خلیفہ بنانا چاہتا تھا' قتل ہو چکے تھے۔ اس لیے ابراہیم کے فرار کے بعد مروان کے ہاتھوں پر بیعت ہوئی اور صفر ۱۲۷ھ میں وہ تخت نشین ہوا اور ابراہیم سے درگذر سے کام لیا۔ مروان سن رسیدہ' تجربہ کار' مستقل مزاج اور بہادر خلیفہ تھا' لیکن اس وقت اموی حکومت کا نظام اتنا بگڑ چکا تھا کہ مروان اس کو نہ سنبھال سکا۔ خود اموی خاندان میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ بنی امیہ کے مرکز حکومت شام میں مختلف پارٹیاں قائم تھیں۔ ان سب سے بڑھ کر نزاری اور یمنی قبائل میں جن پر حکومت کی فوجی قوت کا دارومدار تھا' مستقل خانہ جنگی برپا ہو گئی تھی۔ گو ان قبائل کی مخالفت بہت قدیم تھی اور وقتاً فوقتاً اس کا عملی ظہور ہوتا رہتا تھا' لیکن جب تک خلفا صاحب اقتدار تھے' اس کو اتنا آگے نہ بڑھنے دیتے تھے کہ حکومت کی قوت ختم ہو جائے' لیکن آخری دور میں وہ اپنی امداد و اعانت کے لیے خود ان کے محتاج ہو گئے تھے اور ان پر ان کا قابو نہ رہ گیا تھا' بلکہ وہ اپنے اغراض کے حصول کے لیے ان کے اختلاف کو اور زیادہ بڑھاتے تھے۔ اس لیے مروان کے دور میں ان میں مستقل جنگ قائم ہو گئی۔ اس سے حکومت کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی اور بنی امیہ کی قدیم مخالف جماعتوں کے علاوہ ان کی نئی اور خطرناک حریف عباسی تحریک کو طاقت پکڑنے کا موقع مل گیا۔ عرب قبائل قومی خانہ جنگی میں مبتلا تھے۔ اس لیے وہ عباسی تحریک کو نہ دبا سکے اور اس نے بڑھ کر اموی حکومت کا خاتمہ کر دیا یہ تمام واقعات چند سال کے عرصہ میں ایک ساتھ پیش آئے۔ ترتیب کے خیال سے ان کو علیحدہ علیحدہ لکھا جاتا ہے۔

شام کی بغاوت اور اس کا خاتمہ

سب سے پہلے شام میں مروان کی مخالفت ہوئی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ وہ نزاری قبائل کا حامی تھا اور شام میں ان کے حریف یمنیوں کی آبادی زیادہ تھی۔ اس لیے اس کے مختلف حصوں میں مروان کی مخالفت شروع ہوئی اور حمص' فلسطین اور تدمر کے باشندوں نے اس کی خلافت تسلیم نہیں کی۔ اہل غوطہ نے دمشق پر حملہ کر دیا اور سارے شام میں خلفشار برپا ہو گیا۔ مروان بڑا بہادر اور مستقل مزاج تھا۔ وہ اس مخالفت سے نہ گھبرایا اور حمص پر فوج کشی کر کے یہاں کے باشندوں کو مطیع بنایا اور اپنے تمام مخالفین کو قتل اور دس ہزار آدمی گرفتار کیے اور حمص کی شہر پناہ توڑ دی اور ابوالورد بن کوثر کو دس ہزار فوج

دے کر اہل غوطہ کے مقابلہ کے لیے دمشق بھیجا۔ اس نے حملہ آوروں کو شکست دے کر یہاں سے ہٹایا۔ انہیں ہٹانے کے بعد ابوالورد فلسطین کے باغیوں کے مقابلہ کے لیے طبریہ پہنچا' لیکن یہاں کے باشندے خود شکست دے کر ان کو ہٹا چکے تھے۔ ابوالورد نے تعاقب کر کے دوبارہ شکست دی اور چند دنوں کے بعد ان کا سرغنہ ثابت بن نعیم گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔ ❶

مروان نے حمص میں جو قیدی گرفتار کیے تھے' ان کو فوج میں بھرتی کر لیا تھا۔ یہ سب دل سے مروان کے خلاف تھے' لیکن بے بسی کی وجہ سے مجبور تھے' چنانچہ موقع ملتے ہی اس سے الگ ہو گئے اور خلیفہ ہشام کے لڑکے سلیمان سے مل کر اس کو مروان کے خلاف کھڑا کر دیا۔ اس کے میدان میں آ جانے کے بعد مروان کے تمام مخالف یمنی بھی اس کے ساتھ ہو گئے اور سلیمان ستر ہزار فوج کے ساتھ مروان کے مقابلہ کے لیے شام کی طرف بڑھا۔ مقام خساف میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ سلیمان کو شکست ہوئی۔ اسی زمانہ میں ضحاک خارجی اٹھا تھا' سلیمان نے شکست کھانے کے بعد مروان کی مخالفت میں اس سے مل گیا۔ ❷

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کا خروج

اسی زمانہ میں ایک ہاشمی بزرگ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے پوتے عبداللہ بن معاویہ کو جو کوفہ میں مقیم تھے' مروان کی مخالفت دیکھ کر شیعیان بنی ہاشم کو میدان میں لے آئے۔ مروان کی دشمنی میں یمن اور ربیعہ کے قبائل بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ کوفہ کے والی عبداللہ بن عمر نے ان کا مقابلہ کیا۔ عین موقع پر ایک شامی سردار نے حسن تدبیر سے ربیعہ کو الگ کر لیا۔ اس لیے عبداللہ کی قوت کمزور ہو گئی۔ ❸ اہل عراق میں تنہا مقابلہ کی ہمت وقوت نہ تھی۔ اس لیے ربیعہ کے الگ ہو جانے کے بعد انہوں نے سپر ڈال دی اور عبداللہ بن عمر سے اپنی اور عبداللہ بن معاویہ کی جان بخشی کرا لی اور عبداللہ کوفہ چھوڑ کر عجم چلے گئے اور یہاں ہمدان' رے اور اصفہان وغیرہ پر قبضہ کر کے کئی سال تک مقیم رہے۔ ابومسلم نے اپنے زمانہ میں ان کو قتل کیا۔ ❹

خوارج

مروانی عہد کی بدنظمی کی وجہ سے خوارج بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوا کہ

❶ یہ واقعات ابن اثیر ج۔۵' ص۔۱۲۲ و ۱۲۳ سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔
❷ یعقوبی ج ۲' ص ۴۰۵' ابن اثیر نے اس کی بڑی لمبی تفصیل لکھی ہے۔
❸ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۲۳۔ ❹ الفخری ص ۱۲۲۔

عبداللہ بن عمر والی کوفہ مروان کے خلاف اہل یمن کا طرفدار تھا۔ اس لیے مروان نے اسے معزول کر کے نصر بن سعید حرشی کو کوفہ کا والی بنایا۔ ابن عمر نے اس کو حکومت کا جائزہ دینے سے انکار کر دیا اور دونوں میں جنگ ہوگئی۔ ان دونوں کی آویزش کو دیکھ کر ایک خارجی سردار ضحاک بن قیس شیبانی اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ دونوں کا دشمن تھا' اس لیے اس کے مقابلہ میں نصر اور عبداللہ نے صلح کر لی اور عبداللہ نے ضحاک کا مقابلہ کیا' لیکن شکست کھائی' اس کا بھائی مارا گیا۔ اس کے بہت سے آدمی ساتھ چھوڑ کر واسط چلے گئے۔ ناچار عبداللہ نے بھی واسط کا راستہ لیا اور کوفہ پر ضحاک قابض ہوگیا۔ کوفہ پر قبضہ کے بعد یہاں مثنیٰ بن عمران کو چھوڑ کر عبداللہ کے تعاقب میں واسط پہنچا۔ اس مرتبہ نصر اور عبداللہ دونوں نے مل کر اس کا مقابلہ کیا۔ کئی مہینے تک فریقین میں معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ عبداللہ کے ہوا خواہوں نے مشورہ دیا کہ ضحاک سے لڑنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس کی وجہ سے وہ اصلی حریف مروان کی طرف توجہ نہیں کر سکتا۔ اس لیے تم اس سے صلح کر لو' اگر اس نے مروان کو مغلوب کر لیا تو تمہارا مقصود بھی حاصل ہو جائے گا اور صلح کی وجہ سے تم خود اس کے شر سے محفوظ رہو گے اور اگر شکست کھائی تو تمہارے لیے اس سے جنگ کرنے کا موقع بدستور باقی رہے گا۔ یہ مشورہ معقول تھا۔ عبداللہ نے قبول کر لیا اور اس میں اور ضحاک میں مصالحت ہوگئی۔ [1] اس مصالحت کے بعد ضحاک مروان کے مقابلہ کے لیے بڑھا اور نصیبین میں مروان کے لڑکے عبداللہ کا محاصرہ کر لیا۔ مروان کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے نصیبین کا قصد کیا' مگر اس دوران میں ضحاک عبداللہ کو چھوڑ کر مروان کے مقابلہ کے لیے خود جران پہنچ گیا' لیکن شکست کھا کر مارا گیا۔ اس کے قتل کے بعد خارجیوں نے خیبری کو سردار بنا کر جنگ جاری رکھی۔ یہ بھی شکست کھا کر مقتول ہوا۔ [2] خیبری کے قتل کے بعد شیبان بن عبدالعزیز ابودلف یشکری نے اس کی جگہ لی۔ یہ جنگ روک کر خارجیوں کو لے کر موصل چلا گیا۔ مروان بھی اس کے تعاقب میں پہنچا اور خود شیبان کے مقابلہ میں رہا اور عمرو بن ہبیرہ والی قرقیسیا کو اس کے نائب مثنیٰ بن عمران کے مقابلہ کے لیے کوفہ بھیجا۔ اس نے مثنیٰ کو شکست دے کر کوفہ سے نکالا۔ یہاں سے نکلنے کے بعد خارجیوں نے بصرہ میں اجتماع کیا۔ ابن ہبیرہ نے یہاں بھی ان کے قدم نہ جمنے دیئے اور عراق سے ان کو بالکل نکال دیا۔

عراق کو صاف کرنے کے بعد ابن ہبیرہ نے عامر بن ضبارہ کو سات ہزار فوج کے ساتھ مروان

---

[1] ابن اثیر ج ۔۵' ص ۱۲۶۔

[2] یعقوبی ج ۔۲' ص ۔۴۰۴ و ۴۰۵ و ابن اثیر ج ۔۵' ص ۔۱۳۰ و ۱۳۱ یعقوبی و ابن اثیر کے بیان میں ضحاک اور خیبری کے قتل کی تفصیل میں کچھ اختلاف ہے۔

کی مدد کے لیے موصل بھیجا۔ شیبان کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے جون بن کلاب کو اس کے روکنے کے لیے روانہ کیا۔ اس نے آگے بڑھ کر راستہ میں عامر کو شکست دی۔ وہ شکست کھا کر سن میں قلعہ بند ہو گیا۔ مروان کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً امداد بھیجی۔ عامر نے اس کی مدد سے جون کو شکست دے کر قتل کرا دیا اور مروان کی مدد کے لیے موصل روانہ ہو گیا۔ شیبان نے دو فوجوں کے درمیان اپنے کو محصور کرنا مناسب نہ سمجھا اور موصل سے چلا گیا۔ مروان نے عامر کو اس کے تعاقب میں بھیجا۔ جیرفت میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ شیبان کو شکست ہوئی اور وہ سیستان کی طرف نکل گیا۔ اسی زمانہ میں ایک اور خارجی سردار ابوحمزہ بلج بن عقبہ ازدی نے حج کے موقعہ پر منیٰ میں خروج کیا۔ عبدالواحد بن سلیمان اموی والی مکہ نے اس سے لکھ کر آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ ہم حج کے لیے آئے ہیں اور فریقین میں طے ہوا کہ وہ حج کے اختتام پر مکہ میں بدامنی پیدا کرنے سے گریز کریں۔ عبدالواحد میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے حج ختم ہونے کے بعد وہ مدینہ چلا گیا اور ابوحمزہ فاتحانہ مکہ میں داخل ہو گیا۔

عبدالواحد کو یقین تھا کہ ابوحمزہ مکہ کے بعد ضرور مدینہ آئے گا۔ اس لیے مدینہ آنے کے بعد اس نے عبدالعزیز بن عبداللہ کو اہل مدینہ کے ساتھ ابوحمزہ کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ مدینہ سے کچھ دور چل کر اہل مدینہ کو ابوحمزہ کا یہ پیام ملا کہ ''ہم تم لوگوں سے لڑنا نہیں چاہتے' ہم کو ہمارے دشمن سے نپٹ لینے دو''۔ لیکن اہل مدینہ نے پیش قدمی جاری رکھی۔ خوارج مکہ سے چل چکے تھے۔ مقام قدید میں ان کا اور اہل مدینہ کا سامنا ہوا۔ خوارج کے مقابلہ میں یہ لوگ جنگ سے بالکل ناواقف تھے۔ اس لیے بڑی فاش شکست کھائی اور ان کے اتنے آدمی مارے گئے کہ سارا مدینہ ماتم کدہ بن گیا۔ انہیں شکست دینے کے بعد ابوحمزہ مدینہ پہنچا۔ عبدالواحد میں اس کے مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لیے اس نے شام کا راستہ لیا اور صفر ۱۳۰ھ میں ابوحمزہ مدینہ میں داخل ہو گیا اور یہاں چند مہینے ٹھہرنے کے بعد مروان کے مقابلہ کے لیے شام کا رخ کیا۔ مروان نے عبدالملک بن محمد کو چار ہزار فوج کے ساتھ اس کو روکنے کے لیے بھیجا۔ وادی القریٰ میں جنگ ہوئی۔ ابوحمزہ کو بڑی فاش شکست ہوئی اور خارجیوں کی بڑی تعداد کام آئی' جو بچ رہے وہ مدینہ لوٹ گئے۔ عبدالملک نے مدینہ پہنچ کر باقی خوارج کو تہہ تیغ کیا اور ابوحمزہ بھی مارا گیا۔ اس کے قتل کے بعد خارجیوں کی شورش ختم ہو گئی۔ [1]

مذکورہ بالا مخالف جماعتوں میں سے کوئی نئی نہ تھی۔ امویوں کا ہمیشہ ان سے سابقہ رہا' اس لیے

[1] یہ تمام حالات ابن اثیر سے ملخصاً ماخوذ ہیں۔

صرف ان سے اموی حکومت کو کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا' لیکن بنی امیہ کی بدقسمتی سے مضر' یمن اور ربیعہ کے اختلاف نے مستقل جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ اس سے بنوامیہ کی اصل حریف عباسی تحریک کو پھیلنے اور طاقت پکڑنے کا موقع مل گیا اور ابومسلم خراسانی نے سارے خراسان میں اس کو پھیلا دیا۔

عباسی تحریک

ہشام کے دور تک عباسی تحریک کی رفتار کے مختصر حالات اوپر گذر چکے ہیں۔ ۱۲۶ھ میں امام محمد بن علی کا انتقال ہو گیا اور ان کے لڑکے ابراہیم ان کے جانشین ہوئے۔ انہوں نے ازسرنو اس تحریک کی تنظیم کی۔ اس کے اصول و قواعد بنائے اور ایک تجربہ کار داعی بکیر بن ماہان کو ان قواعد کے اجراء کے لیے خراسان بھیجا۔ اس نے تمام عباسی داعیوں کو جمع کر کے امام کے احکام و نصائح سنائے۔ ان سے ان کی بیعت لی اور نذرانہ عقیدت لے کر امام کی خدمت میں حمیمہ واپس آیا۔ [1] ابراہیم کے دور میں عباسی تحریک کو بڑا فروغ ہوا' تاریخوں میں اس کی بڑی لمبی تفصیل ہے۔

ابومسلم خراسانی

لیکن جس مبلغ اعظم نے عباسی تحریک کا غلغلہ سارے خراسان میں بلند کر دیا اور ہاشمی خلافت کے تخیل کو تاریخ میں واقعہ کی شکل دی وہ ابومسلم خراسانی ہے۔ اس کے نسب اور عباسی تحریک میں اس کی شرکت کے زمانہ میں مختلف روایات ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجمی النسل اور پارسی نژاد نومسلم تھا۔ بعض اسے آزاد اور بعض اسے غلام بتاتے ہیں۔ اصفہان میں پیدا ہوا اور کوفہ میں عباسی داعیوں کے دامن میں اس کی نشوونما ہوئی۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی داعی عیسیٰ بن موسیٰ سراج نے اس کی تربیت کی اور اسی کے وسیلہ سے وہ عباسی تحریک میں شامل ہوا اور بعض روایتوں میں ہے کہ عیسیٰ بن ادریس اور معقل بن ادریس کا غلام تھا۔ یہ دونوں عباسی تحریک کی تبلیغ کے جرم میں قید کر دیئے گئے تھے۔ ابومسلم جیل میں ان کی خدمت کرتا تھا۔ عیسیٰ اور معقل کے بعض خواجہ تاش ان سے خفیہ جیل میں ملنے آئے اور ابومسلم کے بشرہ پر ذہانت و ہوشمندی کے آثار دیکھ کر واپسی پر امام محمد بن علی سے اس کے اوصاف بیان کیے۔ انہیں اپنی تحریک کے لیے ایسے ہونہار آدمیوں کی ضرورت تھی۔ اس لیے انہوں نے اس کو اپنے پاس بلا لیا۔ ابومسلم بڑا ہونہار اور دانشمند تھا۔ اس نے بہت جلد محمد بن علی کے مزاج میں رسوخ حاصل کر لیا اور ان کا معتمد علیہ اور رازدار بن گیا اور دوسرے داعیوں کے پاس ان کے خفیہ پیغام لے

[1] ابن اثیر ج ۵' ص ۳۵۳۔

جانے لگا۔ ایک روایت یہ ہے کہ بکیر بن ماہان نے اسے اس کے آقاؤں سے خرید کر امام ابراہیم کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ بعض اور روایتیں بھی ہیں۔ [1] بہر حال اتنا بیان مشترک ہے کہ وہ پارسی نژاد اور بڑا عالی دماغ تھا اور اس کے جوہر امام ابراہیم کے زمانہ میں چمکے۔ اس نے اپنی کارگزاریوں اور حسن خدمت سے اتنا رسوخ و اعتماد حاصل کر لیا کہ ابراہیم نے ۱۲۷ھ میں اس کو رئیس الدعاۃ بنا کر خراسان بھیجا۔ [2] اور خود اپنے ہاتھ سے "عباسی نشان" جس کا نام "سحاب" رکھا تھا' بنا کر روانہ کیا۔ خراسان میں اس نے جس ہوشیاری سے عباسی تحریک کو پھیلایا اور اس سلسلہ میں جو واقعات پیش آئے ان کی تفصیل بہت طویل ہے اور اس کا نقل کرنا بیکار ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اس نے بڑی دانشمندی اور سرگرمی سے کام کیا اور خراسان بھر میں دعاۃ بھیج کر اس کے چپہ چپہ میں عباسی دعوت پھیلا دی اور چند ہی دنوں میں اس تحریک نے اتنی طاقت پکڑ لی اور اتنے خراسانی اس میں شامل ہو گئے کہ وہ علانیہ بنی امیہ کے مقابلہ میں اٹھنے کے قابل ہو گئے۔ اس وقت ابو مسلم نے اپنے پیروؤں کو جنگ کی تیاری کا حکم دیا اور اس کے انتظام کے لیے ہر مقام پر ایک ایک امیر مقرر کیا۔ [3] ابو مسلم کی خوش قسمتی سے اسی زمانہ میں مضر' یمن اور ربیعہ میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس نے ابو مسلم کے لیے راستہ صاف کر دیا اور اس نے حکمت عملی سے اس خانہ جنگی کو زیادہ بھڑکا دیا اور عربوں کی قوت آپس میں ٹکرا کر پاش پاش کر دی۔

ابو مسلم عجمی نژاد تھا' عجمیوں کے دل سے ان کی حکومت کے زوال کا داغ نہ مٹا تھا اور ان کے دماغ میں ہمیشہ عربوں سے انتقام کے خیالات پرورش پاتے رہے' لیکن ان کے مقابلہ میں علانیہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ اس لیے خفیہ سازشیں کیا کرتے تھے اور عربی حکومت کو نقصان پہنچانے والی جو تحریک شروع ہوتی تھی' اس میں شریک ہو جاتے تھے اور اس کے مبلغ بن جاتے تھے' چنانچہ اس قسم کی اکثر تحریکیں سرزمین عجم ہی سے اٹھیں یا کم از کم انہیں فروغ یہیں حاصل ہوا۔ خلافت کے بارے میں اہل بیت اور غیر اہل بیت کے مسئلہ کو بھی سب سے زیادہ عجمیوں ہی نے بڑھایا اور اسی سرزمین میں وہ پروان چڑھا' چنانچہ اہل بیت کے شیعہ زیادہ تر عجمی تھے۔ عجمی یوں تو پوری قوم عرب کے خلاف تھے' لیکن بنی امیہ سے ان کو دوہرا عناد تھا' کیونکہ اولاً وہ عرب تھے' پھر ان کی حکومت خالص عربی تھی' جس میں عجمیوں کو بار نہ تھا۔ اس لیے وہ اس کے ساتھ بڑا عناد رکھتے تھے۔ عربوں کی خانہ جنگی سے' جب ان کے اتحاد کا شیرازہ بکھرا اور اموی حکومت کمزور پڑی' اس وقت ابو مسلم اور اہل عجم کو ان سے انتقام لینے کا

---

[1] یہ تمام روایتیں ابن اثیر ج۔۵' ص۔۹۳ و ۹۴ و اخبار الطوال ص۔۳۳۹ و ۳۴۰ میں ہیں۔

[2] ابن اثیر حوالہ مذکور۔ [3] اخبار الطوال ص ۳۴۴۔

موقع مل گیا۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی تحریک سب سے زیادہ عجم ہی میں پھیلی۔

عربوں کی خانہ جنگی

مضر' یمن اور ربیعہ کی خانہ جنگی' ابومسلم کی کارگزاریوں' عباسی تحریک کی اشاعت اور اموی حکومت کے خاتمہ کے واقعات کی ترتیب و تفصیل میں مؤرخین کے بیانات مختلف ہیں۔ ان سب کی تفصیل طویل بھی ہے اور بیکار بھی۔ اس لیے غیر ضروری تطویل اور اختلافی روایات کو چھوڑ کر صرف مشترک اور ضروری واقعات لکھے جاتے ہیں۔ مروان سے پہلے مضر' یمن اور ربیعہ کے تعصب و اختلاف کے سلسلہ میں جو واقعات پیش آئے ان کا جستہ جستہ ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ مروان کے زمانہ میں اس اختلاف نے مستقل جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ مروان خود مضر کا طرفدار اور یمنیوں کے خلاف تھا۔ اس لیے اس کے عمال کی بھی یہی پالیسی تھی' چنانچہ امیر نصر بن سیار والی خراسان جو خود مضری تھا یمن کے قبائل سے بڑا تعصب رکھتا تھا' ان سے کوئی کام نہ لیتا تھا' بلکہ اس کے حریف قبیلہ ربیعہ کا بھی مخالف تھا۔ اس طرز عمل سے اس میں اور قبیلہ ربیعہ کے سردار امیر جدیع بن علی کرمانی میں مخالفت ہوگئی۔ جدیع نے ابن سیار کو اس روش سے روکنے کی کوشش کی' لیکن وہ باز نہ آیا۔ اس لیے جدیع اس کے خلاف ہوگیا اور اس کی مخالفت میں پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اس وقت امیر نصر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی' مگر اب وہ نہ رکا۔ کرمانی مقتدر اور بااثر امیر تھا۔ اس کی مخالفت سے خراسان میں بدنظمی پھیلنے اور عباسی تحریک کو تقویت پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس لیے نصر نے مصلحتاً کرمانی کو قید کر دیا' لیکن اس کے آدمی اس کو جیل سے نکال لے گئے اور ربیعہ اور یمن کا قبیلہ اس کی حمایت کیلئے جمع ہوگیا۔ انہیں دیکھ کر مضری نصر کی مدد کے لیے پہنچ گئے۔ [1]

ابن اثیر کا بیان ہے کہ اس وقت یہ معاملہ آگے نہ بڑھنے پایا اور دونوں میں مصالحت ہوگئی۔ [2] لیکن دونوں کے دل صاف نہ تھے۔ اس لیے صلح پائیدار نہ ثابت ہوئی اور چند دنوں کے بعد پھر جنگ شروع ہوگئی۔ [3] دینوری کا بیان ہے کہ کرمانی کے قید سے نکلنے کے بعد امیر نصر نے اس سے معذرت کی اور اسے منانے کی کوشش کی مگر اس نے بڑی سختی سے انکار کیا اور نہایت سخت اور توہین آمیز جواب دیا اور ربیعہ اور یمن کے درمیان زمانہ جاہلیت میں جو معاہدہ ہوا تھا نصر سے انتقام لینے کے لیے دوبارہ اس کی تجدید کر کے اعلان جنگ کر دیا۔ نصر کو بھی چاروناچار مقابلہ کے لیے نکلنا پڑا۔ اس طرح دونوں میں جنگ کا آغاز ہوگیا۔ [4]

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص۔۱۱۲' ۱۱۳ و اخبار الطوال ص ۳۵۱۔
[2] ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۱۳۔
[3] ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۳۵ و ۱۳۶۔
[4] اخبار الطوال۔ ص ۳۵۲' ۳۵۳۔

ابومسلم خاموشی کے ساتھ اس خانہ جنگی کا تماشا دیکھتا رہا۔ اس وقت اس کی قوت کافی بڑھ چکی تھی۔ وہ جس کے ساتھ ہو جاتا اس کا پلہ بھاری ہو جاتا۔ اس لیے کرمانی اور نصر دونوں کو اس کی ہمدردی یا غیر جانبداری کی ضرورت تھی۔ ابومسلم نے اس کا اندازہ کر لیا تھا' چنانچہ وہ اس خانہ جنگی کو قائم رکھنے کے لیے فریقین کو الگ الگ اپنی حمایت و ہمدردی کا یقین دلاتا تھا۔ اس لیے دونوں اس کے شر سے غافل ہو گئے۔ 1 اور وہ چپکے چپکے اس آگ کو سلگاتا اور عربوں کی تباہی کی دعائیں کرتا رہا 2 ایک دور اندیش عرب سردار عقیل بن معقل نے اس صورت حال کا اندازہ کر کے ان دونوں میں صلح کرانے کی کوشش کی۔ نصر آمادہ ہو گیا اور عقیل نے جا کر کرمانی سے گفتگو کی۔ اس نے یہ شرط پیش کی کہ نصر اپنے عہدہ سے الگ ہو جائے اور اس کی جگہ قبیلہ ربیعہ کا کوئی شخص امیر مقرر کیا جائے۔ یہ شرط ایسی تھی کہ اسے نصر منظور نہ کر سکتا تھا۔ اس لیے عقیل کی کوشش ناکام رہی۔ 3

ابومسلم کی مداخلت

ابومسلم ساری عرب قوم کا دشمن تھا' لیکن اموی حکومت میں چونکہ مضر کا عروج تھا اس لیے اس وقت اس کے اصل حریف وہی تھے۔ چند دنوں تک تو خاموشی سے وہ عربوں کی خانہ جنگی کا تماشا دیکھتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ اب ربیعہ اور یمن سے مل کر مضر کی قوت توڑ دینے کا وقت آ گیا ہے تو وہ علانیہ اس کے ساتھ ہو گیا۔ اس کے مل جانے سے نصر کو بڑا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس نے پھر کرمانی کے پاس کہلا بھیجا کہ ابومسلم کی باتوں میں آ کر اس کے خطرہ سے غافل نہ ہو جاؤ' مجھ کو ڈر ہے کہ وہ تمہیں بھی دھوکا دے گا۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے اختلاف کو بھلا کر صلح کر لیں۔ نصر کا یہ پیام کرمانی کی بھی سمجھ میں آ گیا اور وہ ابومسلم کا ساتھ چھوڑ کر ایک مختصر جماعت کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے نصر کے پاس روانہ ہو گیا۔ نصر نے موقع پا کر راستہ ہی میں اس کا کام تمام کر دیا۔ اس نے یہ سمجھ کر قتل کرایا تھا کہ کرمانی کے بعد اس کی مخالفت ختم ہو جائے گی' لیکن یہ مقصد حاصل نہ ہوا اور کرمانی کا لڑکا علی اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے ابومسلم سے مل گیا۔ 4

دینوری کے بیان کے مطابق کرمانی کے قتل کا واقعہ بہت بعد میں پیش آیا تھا' لیکن آئندہ جو واقعات پیش آئے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسی زمانہ میں ہوا۔ بہرحال ابومسلم کے ساتھ ربیعہ اور یمن کا اتحاد حکومت کے لیے بہت مہلک تھا اور نصر تنہا ان تینوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے اس

---

1 ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۳۶۔ 2 یعقوبی ج۔۲' ص ۴۰۸۔

3 اخبار الطوال ص ۳۵۵۔ 4 ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۳۶۔

نے مروان کو ابو مسلم کی بڑھتی ہوئی طاقت کا حال دیکھ کر یہ تاریخی اشعار لکھ بھیجے:

اری بین الرماد و میض نار　　واخشی ان یکون بھا ضرار

مجھے خاکستر میں چنگاریاں نظر آتی ہیں اور ڈر ہے کہ وہ بھڑک نہ اٹھیں

فان النار بالعودین یزکی　　و ان الحرب مبدء ھا کلام

آگ دو لکڑیوں سے جلائی جاتی ہے اور لڑائی کا آغاز باتوں سے ہوتا ہے

فقلت من التعجب لیت شعری　　ایقاظ بنی امیۃ ام ینام

میں نے تعجب سے کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ بنی امیہ جاگتے ہیں یا سو رہے ہیں

حقیقت یہ ہے کہ اب بنی امیہ کا نصیبہ سو چکا تھا اور ایسا سویا کہ پھر جاگنا نصیب نہ ہوا۔ یہ وقت تھا کہ مروان کی ساری قوت خوارج کے مقابلہ میں مشغول تھی۔ اس لیے وہ کوئی مدد نہ کر سکا۔ [1] چند دنوں کے بعد نصر نے دوبارہ یاددہانی کی۔ مروان نے یزید بن ہبیرہ والی عراق کو بارہ ہزار فوج بھیجنے کا حکم دیا۔ اس نے لکھا کہ اولاً بارہ ہزار فوج موجود نہیں ہے۔ دوسرے عراقیوں کے دل میں خلیفہ کی خیر خواہی نہیں بلکہ کھوٹ ہے اور وہ اعتماد کے لائق نہیں۔ [2] مسعودی کا بیان ہے کہ یزید بھی خوارج کے مقابلہ کی وجہ سے مدد نہ کر سکا۔ [3] صرف ایک یعقوبی نے لکھا ہے کہ پہلے ابن ہبیرہ نے ٹالنے کی کوشش کی' مگر پھر مروان کی مسلسل تاکید پر امدادی فوجیں بھیجیں' لیکن صحیح یہی ہے کہ نصر کو کوئی مدد نہ مل سکی۔

امام ابراہیم کی گرفتاری اور قتل

اتفاق سے اسی زمانہ میں ابو مسلم کا ایک قاصد جو ابراہیم کے پاس جا رہا تھا' پکڑا گیا اور مروان کے سامنے پیش ہوا۔ مروان نے اس کو دس ہزار روپے دیئے کہ وہ ابراہیم کے پاس جائے اور وہ ابو مسلم کے خط کا جو جواب دیں' اسے لے آئے' چنانچہ اس نے جواب لا کر مروان کے حوالہ کر دیا۔ اس میں دشمنوں کے استیصال کی بڑی تاکید کی تھی۔ [4] اور ابو مسلم کی برہمی کا اظہار تھا کہ اس نے کیوں اب تک نصر اور کرمانی کو چھوڑ رکھا ہے اور خراسان میں کوئی عربی بولنے والا زندہ نہ چھوڑا جائے۔ [5] اس خط کو حاصل کرنے کے بعد مروان نے ابراہیم کو جو حمیمہ میں مقیم تھے' گرفتار کرا لیا اور ان سے عباسی تحریک کے متعلق استفسار کیا۔ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی' مروان نے ان کا خط پیش کر دیا اور قاصد سے

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص۔۱۳۶ و مسعودی ص ۶۵۔ [2] اخبار الطوال ص ۳۶۱۔

[3] مسعودی ج۔۳' ص ۶۷۔ [4] یعقوبی ج۔۲' ص ۴۰۳۔ [5] مسعودی ج۔۳' ص ۶۹۔

شہادت دلوائی۔ اس وقت ابراہیم کوئی جواب نہ دے سکے اور مروان نے ان کو قید کر دیا۔ [1] بعض روایتوں میں ہے کہ قید کے بعد فوراً ان کا کام تمام کر دیا گیا اور بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ کچھ دنوں کے بعد مارے گئے۔

امام ابوالعباس بن عبداللہ کی جانشینی اور عباسیوں کا خروج

ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ان کے دونوں بھائی ابوجعفر عبداللہ بن علی اور ابو عباس عبداللہ بن علی حمیمہ سے کوفہ چلے آئے اور ایک عباسی داعی ابو مسلمہ خلال کے یہاں ٹھہرے۔ ابو مسلم کو ان کے آنے کی اطلاع ہوئی تو وہ خراسان سے کوفہ چلا آیا اور ابوالعباس کے ہاتھوں پر بیعت کر کے انہیں ابراہیم کا جانشین بنایا۔ یہ اپنے بھائی کے قتل سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے حکم دیا کہ خراسان میں جو عرب ان کی دعوت قبول نہ کریں، انہیں بے دریغ قتل کر دیا جائے۔ یہ حکم لے کر ابو مسلم خراسان واپس گیا اور پورے خراسان کا دورہ کر کے ایک تاریخ مقرر کر دی کہ اس تاریخ کو بیک وقت پورے خراسان کے تمام عباسی اٹھ کھڑے ہوں اور امام ابراہیم کے غم میں سیاہ لباس عباسیوں کا نشان قرار دیا، چنانچہ مقررہ تاریخ کو ہرات بوشنج، مروالروز، طالقان، مرو، نساء، ابیورد، طوس، نیشاپور، بلخ، صغانیان، طخارستان، ختلان، کش اور نسف وغیرہ کے سیاہ پوش عباسی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ڈنڈے تھے۔ جن کا نام ''کافر کوبات'' رکھا تھا اور ایک لاکھ سے زیادہ انسان ابو مسلم کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ یہ طوفان دیکھ کر نصر کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ اس نے دیکھا کہ اگر اس وقت ربیعہ اور یمن اس کے ساتھ ہو گئے تو پھر اس کی ہلاکت یقینی ہے۔ اس لیے ایک مرتبہ پھر اس نے ان کی طرف مصالحت کا ہاتھ بڑھایا اور ان کو لکھ بھیجا:

ابلغ ربیعة فی مرو واخوتها ان یغضبوا قبل ان لا ینفع الغضب

ربیعہ اور ان کے ساتھی یمن کو مرو میں یہ پیغام پہنچا دو کہ وہ وقت آنے سے پہلے جب کہ غصہ کوئی فائدہ نہ دے گا ان کو غصہ آئے۔

مابالکم یلحقون الحرب بینکم کان اهل الحجی عن فعلکم غیب

تم کو کیا ہو گیا ہے کہ آپس میں جنگ کرتے ہو گویا کوئی عاقل اور ذی ہوش تم میں موجود نہیں ہے۔

و تترکون عدوا قدا ظلکم ممن تاشب لا دین ولا حسب

اور اس دشمن کو تم نے چھوڑ دیا ہے جو تم پر چھا گیا ہے اور جس کا کوئی دین اور نسب نہیں ہے۔

---

[1] مروج الذہب ج۔۳، ص ۷۰۔

لیسوا لی عرب منافنعر فهم ولا صميم الموالي ان هم نسبوا

نہ تو وہ لوگ عرب ہیں جن کو ہم جانتے ہوں اور نہ وہ اپنی نسبت میں خالص موالی ہی ہیں۔

قوما يدينون دينا ما سمعت به عن الرسول ولا جاء ت به الكتب

ان کا دین ایسا ہے کہ نہ وہ رسول سے سنا گیا ہے اور نہ اس کو کوئی کتاب الٰہی لائی ہے۔

فمن يكن سائلي عن اصل دينهم فان دينهم ان تهلك العرب

اگر کوئی ان کے دین کی اصل حقیقت کے متعلق سوال کرے تو ان کا دین صرف یہ ہے کہ عرب برباد ہو جائیں۔

عربوں میں مصالحت اور ابو مسلم کی چالاکی سے دوبارہ اختلاف

عربوں کے قتل کے بارے میں امام ابراہیم کے حکم کے بعد عباسی تحریک کی روح اور اس کی عرب دشمنی آشکارا ہو چکی تھی۔ اس نظم نے اس کی پوری تشریح کر دی۔ اس وقت بعض عاقبت اندیش عربوں کو اس کا احساس ہوا' چنانچہ ایک عرب سردار یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی کی کوشش سے ابو مسلم کے مقابلہ کے لیے مضر بن ربیعہ اور یمن میں ایک سال کے لیے عارضی صلح ہو گئی۔ [1]

ابو مسلم نے جب دیکھا کہ اس کا بنا بنایا کھیل بگڑا جاتا ہے تو اس نے عربوں کو زیادہ موقع نہ دیا اور فوراً ان کے مقابلہ میں آ گیا۔ عرب بھی ان کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ عین میدان جنگ میں ایک عباسی داعی سلیمان بن کثیر نے جو کرمانی کے لڑکے علی کے مقابلہ میں تھا اس کو ابو مسلم کی جانب سے یہ پیام دیا کہ تمہاری غیرت نے یہ کیسے گوارہ کیا کہ جس نے کل تمہارے باپ کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا' آج تم نے اس سے صلح کر لی۔ سلیمان کا یہ فسوں کارگر ہو گیا۔ علی بن کرمانی کی رگ جہالت پھڑک اٹھی اور اس نے نصر کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس کا ساتھ چھوڑتے ہی عربوں کا اتحاد ختم ہو گیا۔ اس طرح علی کی جہالت سے عرب کا خواب پریشان ہو گیا۔ اس اتحاد کے ٹوٹنے کے بعد پھر دونوں ابو مسلم کے سہارے کے لیے محتاج ہو گئے' چنانچہ دونوں نے اس سے ملنے کی کوشش کی۔ ابو مسلم کے اصل حریف مضر تھے۔ اس لیے اس نے ربیعہ اور یمن کی درخواست قبول کر لی اور مضر کا وفد ناکام واپس گیا۔ اس کامیابی کے بعد ابو مسلم کو عربوں کی جانب سے پورا اطمینان ہو گیا اور اس نے اعلان کر دیا کہ اب آئندہ عرب ہمارے خلاف متحد نہیں ہو سکتے۔ [2]

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۳۷۔ [2] ابن اثیر ج۔۴' ص ۱۴۱۔

خراسان پر ابومسلم کا قبضہ

ربیعہ اور یمن کے ابومسلم سے ملنے کے بعد نصر ان کے مقابلہ میں کمزور پڑ گیا اور ابومسلم کے لیے خراسان پر قبضہ کرنا بہت آسان ہو گیا' چنانچہ اس نے علی بن کرمانی اور شبل بن طہمان کو مرو پر فوج کشی کا حکم دے دیا۔ انہوں نے حملہ کر دیا۔ نصر کے پاس کوئی بڑی قوت نہ تھی۔ تاہم اس کے آدمیوں نے روکنے کی کوشش کی' لیکن تین متحدہ طاقتوں کا مقابلہ ان کے بس سے باہر تھا۔ اس لیے شکست کھائی۔ ابومسلم نے مرو پر قبضہ کر کے عباسی حکومت کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔

مرو پر قبضہ کے بعد ابومسلم نے نصر کو عباسی دعوت میں شامل ہونے کا پیام دیا۔ وہ اب بالکل بے بس ہو چکا تھا۔ اس لیے انکار نہ کر سکا اور زبانی وعدہ کر لیا۔ ابومسلم نے دوبارہ اس کے پاس لاہط بن قریظ کو بھیجا۔ گو یہ ابومسلم کا آدمی تھا' لیکن عرب تھا' اس لیے نصر کی بے بسی دیکھ کر اسے رحم آ گیا۔ اس نے اس کو مرو سے نکل جانے کا اشارہ کر دیا' چنانچہ رات کی تاریکی میں اس نے مرو چھوڑ دیا۔ ابومسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے فوراً نصر کے تمام معتمد علیہ اور ممتاز ساتھیوں کو گرفتار کر لیا اور نصر کے تعاقب میں آدمی دوڑائے' لیکن وہ نہ ملا۔ اس سے مایوس ہونے کے بعد اس نے اس کے تمام قیدی ساتھیوں کو قتل کر دیا اور لاہط بن قریظ کو بھی نصر کے بھگانے کے جرم میں زندہ نہ چھوڑا۔ [1]

علی بن کرمانی اور اس کے بھائی عثمان کا قتل

ابومسلم خراسانی مضر' یمن اور ربیعہ تینوں کا یکساں دشمن تھا' لیکن چونکہ قبیلہ مضر اور ربیعہ و یمن میں اختلاف تھا اس لیے اس اختلاف سے فائدہ اٹھانے کے لیے وہ عارضی طور سے ربیعہ اور یمن سے مل گیا تھا۔ نصر کی شکست اور مرو پر قبضہ کے بعد جب وہ ربیعہ اور یمن سے بے نیاز ہو گیا' اس وقت اس نے ان کانٹوں کو باقی رکھنا مصلحت نہ سمجھا' چنانچہ کرمانی کے دونوں بیٹوں علی اور عثمان کو قتل کرا دیا۔ [2] نصر کے فرار کے بعد چند مقامات کے علاوہ سارے خراسان پر ابومسلم کا قبضہ ہو گیا اور نصر کے اکثر ساتھی اس سے مل گئے۔ صرف ایک مختصر جماعت طوس چلی گئی۔ ابومسلم نے مفتوحہ علاقوں کا ازسرنو انتظام کیا اور زنباع بن نعمان ازدی کو سمرقند کا' خالد بن ابراہیم کو طخارستان کا اور محمد بن اشعث کو طبسین کا حاکم بنایا اور قحطبہ بن شبیب کو طوس اور سوذقان بھیجا۔ قحطبہ نے طوس پہنچ کر یہاں سے نصر کے آدمیوں کو نکالا۔ اس کے بعد نصر کے لڑکے تمیم کے مقابلہ کے لیے سوذقان پہنچا اور اسے شکست دے کر قتل کیا۔ نصر اس وقت نیشاپور میں تھا'

---

[1] ابن اثیر ج۔ ۴' ص ۱۴۲۔ [2] ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۳۔

اسے تمیم کے قتل کی خبر ہوئی تو وہ نیشاپور چھوڑ کر جرجان چلا گیا اور نیشاپور بھی ابومسلم کے قبضہ میں آ گیا۔ ❶
یہاں سے قحطبہ جرجان پہنچا اور بنانہ بن حنظلہ والی جرجان کو قتل کر کے جرجان پر قبضہ کر لیا۔ ❷

عراق عجم پر قبضہ

خراسان پر قبضہ کے بعد قحطبہ نے عراق عجم کا رخ کیا۔ بنی امیہ کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ اس لیے ہر جگہ اس کو کامیابی ہوئی اور رے' اصفہان' نہاوند وغیرہ پر بھی معمولی لڑائیوں کے بعد قبضہ ہو گیا اور قحطبہ عراق کے ارادہ سے حلوان پہنچا۔ ❸ اور ابوعون عبدالملک کو عثمان بن سفیان کے مقابلہ کے لیے شہرزور بھیجا۔ اس نے عثمان کو شکست دے کر شہرزور پر قبضہ کر کیا۔ ❹

مروان اس انقلاب سے غافل و بے خبر نہ تھا۔ اس کے سامنے سب سے بڑا یہی مسئلہ تھا۔ اس فکر وتردد میں اس نے اپنا سارا عیش و آرام چھوڑ دیا تھا۔ ❺ لیکن اس کے پایہ تخت جزیرہ میں خوارج کی شورش ایسی بپا تھی کہ اس کو ابومسلم کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ مل سکی۔ قحطبہ کے حلوان پہنچنے کے بعد جب یہ سیلاب مروان کے سر پر پہنچ گیا اور اس کو اس درمیان میں خوارج سے فرصت بھی مل گئی' اس وقت وہ شام اور جزیرہ کی ایک لاکھ سے زیادہ فوج لے کر قحطبہ کے مقابلہ کے لیے بڑھا اور دریائے زاب کے ساحل پر آ کر خیمہ زن ہوا۔ ❻

دینوری کا بیان ہے کہ قحطبہ نے ابومسلم کو اس کی اطلاع دی۔ اس نے لکھا کہ ابوعون کو تیس ہزار فوج دے کر مروان کے مقابلہ کے لیے بھیج دو اور تم خود ابن ہبیرہ والی عراق کے مقابلہ میں رہو تا کہ وہ مروان کی مدد نہ کر سکے۔ اس ہدایت کے مطابق قحطبہ نے ابوعون کو مروان کے مقابلہ کے لیے بھیج دیا۔ شہرزور میں دونوں کا مقابلہ ہوا' مروان کو شکست ہوئی۔ ❼ لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے۔ پہلے قحطبہ اور ابن ہبیرہ میں جنگ ہوئی اور اس نے عراق پر قبضہ کیا۔ مروان کا مقابلہ بالکل آخری معرکہ تھا۔

عراق پر قبضہ

عراق کی جانب قحطبہ کا رخ دیکھ کر ابن ہبیرہ والی عراق پہلے سے اس کے مقابلہ کے لیے تیار

---

❶ ابن اثیر ج ۵ ص ۱۴۴ و اخبار الطوال ص ۳۶۲۔ ❷ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۵۰۔
❸ اخبار الطوال ص ۳۶۳' اور ابن اثیر نے ان فتوحات کی تفصیل بہت طویل لکھی ہے۔
❹ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۵۰۔ ❺ مروج الذہب مسعودی ج ۳' ص ۶۵۔
❻ ابن اثیر ج ۵' ص ۱۵۰۔ ❼ اخبار الطوال ص ۳۶۳۔

ہو چکا تھا اور اس کے حلوان کے قیام کے زمانہ میں وہ ابن حوثرہ باہلی کے ساتھ' جسے مروان نے اس کی مدد کے لیے بھیجا تھا' قحطبہ کے مقابلے کے لیے نکل چکا تھا۔ قحطبہ کو اس کی اطلاع ملی تو وہ بھی کوفہ کی طرف چلا گیا۔ ابن ہبیرہ نے امیر حوثرہ اور محمد بن بنانہ کو اسے روکنے کے لیے آگے روانہ کر دیا۔ جباریہ کے قریب دونوں کا مقابلہ ہوا۔ حوثرہ اور ابن بنانہ کو شکست ہوئی اور وہ دونوں ابن ہبیرہ کے پاس لوٹ گئے۔ ان کی شکست سے ابن ہبیرہ کی ہمت ایسی چھوٹی کہ وہ راستہ ہی سے لوٹ گیا۔ [1] یعقوبی کا بیان ہے کہ خود ابن ہبیرہ اور قحطبہ میں جنگ ہوئی تھی۔ [2] یہ عجیب واقعہ ہے کہ شکست دینے کے بعد خود قحطبہ لا پتہ ہو گیا۔ اس کی گمشدگی کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وہ جنگ کے ہنگامہ میں نامعلوم طریقہ سے دریا میں ڈوب گیا اور بعد میں اس کی لاش ملی۔

مروان کو قحطبہ کے ڈوبنے اور ابن ہبیرہ کی پسپائی کی اطلاع ہوئی تو اس کی زبان سے نکلا کہ

''یہ ادبار کی آخری حد ہے کہ زندہ مردہ کے مقابلہ میں پسپا ہو گیا'' [3]

امیر خالد بن عبداللہ قسری یمنی کا لڑکا جو اپنے والد کے قتل کی وجہ سے مضر اور بنی امیہ کا دشمن تھا' کوفہ میں مقیم تھا۔ ابن ہبیرہ کی شکست اور عراق میں بنی امیہ کی قوت کمزور دیکھ کر عباسی داعی بن گیا اور کوفہ سے اموی حاکم زیاد بن صالح کو نکال کر حسن بن قحطبہ سے اس کی حکومت کا پروانہ حاصل کر لیا۔ [4]

ابو العباس عبداللہ بن علی کی بیعت

امام ابراہیم کے قتل کے بعد ان کے دونوں بھائی ابو العباس عبداللہ بن علی اور ابو جعفر عبداللہ بن علی کوفہ چلے آئے تھے۔ اس وقت سے وہ عباسی داعی ابو سلمہ خلال کے ہاں مقیم تھے۔ کوفہ پر محمد بن خالد کے قبضہ کے بعد عباسی دعاۃ نے ربیع الاول ۱۳۲ھ میں ابو العباس عبداللہ بن علی کے ہاتھوں پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ بنا دیا اور انہوں نے بحیثیت خلیفہ کے جامع کوفہ میں پہلا خطبہ دیا۔ [5]

مروان کی شکست اور اس کا قتل

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے مروان اس وقت دریائے زاب کے کنارے ایک لاکھ بیس ہزار فوج لیے ہوئے پڑا تھا۔ بیعت کے بعد ابو العباس نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو اس کے مقابلہ کے لیے

---

[1] ابن اثیر ج۔۵' ص ۱۵۰ و ۱۵۱۔ [2] یعقوبی ج۔۲' ص ۴۱۱۔ [3] یعقوبی ج۔۲' ص ۴۱۲۔

[4] کوفہ پر محمد بن خالد کے قبضہ کی تفصیلات میں مختلف روایتیں ہیں۔ ہم نے ان سب کا خلاصہ نقل کیا ہے۔ دینوری نے اس کو مروان کی شکست کے بعد لکھا ہے' لیکن اور مؤرخین بالاتفاق کوفہ کے قبضہ کو مروان کے مقابلہ سے پہلے لکھتے ہیں۔

[5] معارف ابن قتیبہ ص۔۱۶۲ و یعقوبی ج ۲' ص ۴۱۳' ابن اثیر نے پورا خطبہ نقل کیا ہے۔

بھیجا۔ جمادی الثانی ۱۳۲ھ میں دریائے زاب کے ساحل پر معرکہ آرائی ہوئی۔ مروان کے پاس فوج' ہمت اور بہادری کسی چیز کی کمی نہ تھی اور اس نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا' لیکن ایک طرف عباسیوں کے بڑھتے ہوئے اور فاتحانہ ولولے تھے' دوسری طرف ایک زوال پذیر حکومت کا مخالف طاقتوں میں گھرا ہوا اور تھکا ہوا فرمانروا تھا' اس لیے اس کو بڑی فاش شکست ہوئی اور دریائے زاب کے کنارے بنی امیہ کی قسمت کا ہمیشہ کے لیے فیصلہ ہو گیا۔ اموی فوج اس بدحواسی اور بے ترتیبی سے پیچھے ہٹی کہ اس کا بڑا حصہ دریا میں ڈوب گیا۔ تنہا اموی خاندان کے تین سو آدمی غرق ہوئے۔ [1]

اس شکست نے مروان کی قوت بالکل توڑ دی اور وہ موصل لوٹ گیا۔ عبداللہ بن علی بھی تعاقب میں پہنچا۔ اس لیے مروان موصل میں نہ ٹھہر سکا اور حران ہوتا ہوا شام چلا گیا۔ عبداللہ نے یہاں بھی پیچھا نہ چھوڑا اور موصل اور حران پر قبضہ کرتا ہوا شام پہنچا۔ ایسے نازک وقت میں اہل شام نے بھی مروان سے بے وفائی کی اور اسے شکستہ حال دیکھ کر اہل حمص نے لوٹنے کی کوشش کی۔ اس لیے اسے شام کو بھی خیرباد کہنا پڑا اور وہ حمص' دمشق اور فلسطین ہوتا ہوا مصر کی طرف نکل گیا۔ شام پہنچنے کے بعد عبداللہ بن علی نے حمص اور فلسطین پر آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ دمشق میں معاویہ بن ولید نے مزاحمت کی' لیکن عبداللہ نے محاصرہ کر کے اسے بھی فتح کر لیا اور یہاں سے مروان کے تعاقب میں مصر کا رخ کیا۔ پھر کچھ دور جا کر اپنے بھائی صالح اور ابوعون کو مروان کے تعاقب میں بھیج کر خود لوٹ آیا۔ مصر کے حدود میں داخل ہونے کے بعد مروان مقام بوصیر ٹھہرا تھا کہ ابوعون اور صالح پہنچ گئے۔ مروان نے اپنی مختصر جماعت کے ساتھ ان کا آخری مقابلہ کیا اور شکست کھا کر گر گیا۔ [2]

دینوری کا بیان ہے کہ اس جنگ میں نہیں مارا گیا' بلکہ نیل کو عبور کر کے مغرب کی جانب نکل جانا چاہا۔ ایک مقام پر دم لینے کے لیے رکا تھا کہ ابوعون کا ایک آدمی پہنچ گیا۔ مروان پر سفر کی تھکان سے غنودگی طاری ہو گئی تھی۔ اس لیے اس آدمی نے حملہ کر کے قتل کر دیا۔ اس کے قتل کے بعد ذی الحجہ ۱۳۲ھ میں اموی حکومت کا چراغ ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا۔ [3] قتل کے وقت مروان کی عمر ۶۲ سال تھی۔ مدت خلافت پانچ سال دس مہینے' مروان کا پورا زمانہ شورش و انقلاب اور جنگ و جدال میں گزرا۔ اس لیے اس دور میں بنی امیہ کے زوال اور خاتمہ کی روداد کے علاوہ اور کوئی واقعہ قابل ذکر نہیں ہے۔

---

[1] یعقوبی ج ۲' ص ۔۴۱۵ و ۴۱۶' مروج الذہب ج ۳' ص ۷۱۔

[2] یہ واقعات مسعودی' یعقوبی اور ابن اثیر کے بیان کا خلاصہ ہیں۔

[3] اخبار الطوال ص ۔۳۶۴ و ۳۶۵۔

بنی عباس کا انتقام اور بنی امیہ کا قتل عام

مروان کے قتل اور اموی حکومت کے خاتمہ کے بعد بھی بنی عباس کے جذبہ انتقام کو تسکین نہ ہوئی اور انہوں نے عوام کے دلوں پر اپنا رعب اور دبدبہ بٹھانے کے لیے نہایت بے دردی سے اموی خاندان کا نام ونشان مٹایا۔ جو اموی جنگ میں مارے گئے' ان کے علاوہ نوے زندہ گرفتار ہوئے تھے۔ ایک دن یہ سب عبداللہ بن علی کے ساتھ کھانے کے لیے دستر خوان پر آئے تھے کہ ایک شخص شبل بن عبداللہ نے بنی امیہ پر اشتعال دلانے والے چند اشعار پڑھ دیئے۔ عبداللہ نے اسی وقت کل امویوں کو ڈنڈوں سے پٹوا کر مرواڈالا اور ان کی نیم بسمل لاشوں پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھایا۔ اس کے نیچے سے جانکنی کی سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ زندوں کے بعد مردوں کی باری آئی اور اموی خلفا کی قبریں کھدوا کران کی خاک برباد کی۔ ہشام بن عبدالملک کی لاش سالم نکلی' اس کو سولی پر لٹکا کر جلا دیا۔ [1] غرض اموی خاندان میں صغیر السن بچوں' عورتوں یا ان لوگوں کے علاوہ جو اندلس بھاگ گئے یا روپوش تھے' کوئی زندہ نہ بچا۔ اسی میں ایک عبدالرحمٰن الداخل تھا' جس نے اندلس پہنچ کر وہاں اموی حکومت قائم کی۔

اموی حکومت کے زوال کے اسباب

اموی حکومت کا زوال اس کے قیام کے تقریباً ایک صدی بعد ہوا' لیکن اس کے عناصر اس کی تعمیر ہی کے وقت سے اس میں مضمر تھے اور بعد کے خلفا کی سیاست اور ان کے عمال کی بے عنوانیوں نے اس میں اور اضافہ کیا۔

① اس کا سب سے بڑا اور بنیادی سبب یہ تھا کہ اسلامی خلافت کے بجائے موروثی اور شخصی بادشاہت تھی۔ اس لیے اس میں رفتہ رفتہ شخصی حکومت کی تمام برائیاں پیدا ہوتی گئیں گو اس حکومت کے بانی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' لیکن وہ صحابی تھے اور رسالت کا مقدس دور دیکھے ہوئے تھے۔ اس لیے شخصی حکومت کے قیام کی بدعت کے باوجود انہوں نے اور دوسری حیثیتوں سے اس کو جادۂ شریعت پر قائم رکھنے کی کوشش کی' لیکن ان کے جانشین اس روش کو قائم نہ رکھ سکے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہی اموی حکومت اسلامی روح سے خالی ہوگئی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں اس کی اصلاح وتجدید کی' لیکن ان کے بعد پھر وہی پرانا غیر شرعی اور استبدادی نظام جاری ہوگیا۔ مسلمان

[1] ابن اثیر ج ۵' ص ۱۶۱۔

اس نظام کے عادی نہ تھے۔ ان کے سامنے صرف خلافت راشدہ کا نمونہ تھا۔ اس سے اموی حکومت' خواص امت کے دلوں میں جگہ نہ پیدا کر سکی۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ اسلام کے اساطین وعمائد خصوصاً بنی ہاشم اور اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ان کے حریف مقابل تھے' راضی رکھنے کی کوشش کی اور اپنے حسن سلوک' تحمل اور رواداری سے ان کو خوش یا کم از کم خاموش رکھا اور کوئی ایسی غلطی نہ ہونے پائی' جس سے عام مسلمانوں میں برہمی پیدا ہوتی۔ اس لیے ان سے اختلاف کے باوجود عام مسلمانوں میں ان کے خلاف کوئی انقلابی تحریک نہیں پیدا ہوئی' لیکن ان کے جانشین ان کی سیاست کو نہ نباہ سکے اور ان کے لڑکے یزید ہی کے زمانہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حرمین کی بے حرمتی جیسے اہم واقعات پیش آ گئے جس کا اثر عام مسلمانوں پر نہایت برا پڑا اور یہ سلسلہ یزید پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ اس کے بعد بھی ناپسندیدہ واقعات پیش آتے رہے۔

شیعہ اور خارجی پہلے سے بنی امیہ کے خلاف تھے۔ گو ان کا مسلک جداگانہ تھا' لیکن بنی امیہ کی مخالفت دونوں میں مشترک تھی۔ یہ دونوں جماعتیں ہر زمانہ میں ان کے خلاف اٹھتی رہیں اور عراق میں انہوں نے کبھی مستقل امن قائم نہ ہونے دیا۔ پھر بعد کے زمانہ میں جس قدر بے عنوانیاں بڑھتی گئیں' بنی امیہ کی مخالفت کا جذبہ ترقی کرتا گیا اور شیعہ اور خوارج کے علاوہ اور مخالف جماعتیں بھی پیدا ہو گئیں۔

اموی عمال کے جبر واستبداد کی بنا پر بہت سے خواص امت بھی حکومت کے خلاف ہو گئے اور انہوں نے انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے ان کی مخالفت کی اور بنی امیہ کی مخالف تحریکوں میں حصہ لیا' چنانچہ ابن اشعث کی بغاوت میں سو علما وحفاظ نے بنی امیہ کے خلاف ابن اشعث کا ساتھ دیا۔

ان مخالف جماعتوں میں شیعیان علی سے خاص طور سے ان کو نقصان پہنچا۔ یہ بنی امیہ کے پرانے دشمن تھے۔ ان کی بے عنوانیوں خصوصاً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت نے شیعوں کے لیے مخالفت کا سامان فراہم کر دیا اور انہوں نے بنی امیہ کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ واقعہ شہادت سے چونکہ مسلمان بھی متاثر تھے' اس لیے شیعوں کو بڑی کامیابی ہوئی اور عام مسلمانوں میں بھی بنی امیہ کے خلاف جذبات پیدا ہو گئے۔ عجمیوں کی عرب دشمنی کی بنا پر سرزمین عجم میں خاص طور سے شیعی تحریک کو زیادہ فروغ حاصل ہوا' جس نے بعد میں عباسی دعوت کی شکل اختیار کر لی۔ اموی عمال نے ان مخالف تحریکوں کو سیاست اور حسن تدبیر کے بجائے جبر وقوت سے دبانا چاہا' جب تک ان میں قوت رہی' اس وقت تک انہوں نے ان کو طاقت نہ پکڑنے دی' لیکن جب خود ان کی قوت کمزور پڑ گئی'

اس وقت یہ آگ دفعۃً بھڑک اٹھی۔

② دوسرا سبب ولی عہدی کا نظام تھا' خصوصاً ایک وقت میں یکے بعد دیگرے ایک سے زیادہ ولی عہدوں کی نامزدگی نے بڑی خرابی پیدا کی' کیونکہ عموماً پہلا ولی عہد تخت نشینی کے بعد اپنے بعد کے ولی عہد کو جو بیشتر اس کا بھائی یا اور کوئی قریبی عزیز ہوتا تھا' محروم کر کے اپنے لڑکے کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا۔ اس سے ایک طرف خود خاندان میں پھوٹ پڑتی تھی اور دوسری طرف عمالان سلطنت میں جماعت بندی ہو جاتی تھی' کیونکہ انہیں بہر حال اس تجویز کی مخالفت یا حمایت کرنا پڑتی تھی۔ اس لیے بعد میں ہونے والا خلیفہ اپنے مخالف امرا سے انتقام لیتا تھا۔ اس سے ان میں بددلی پیدا ہوتی تھی اور اموی حکومت ان کی ہمدردی اور حمایت سے محروم ہو جاتی تھی۔ اس بری رسم کا آغاز سب سے پہلے مروان نے کیا۔ معاویہ بن یزید کی دستبرداری کے بعد اس کا وارث اور جانشین اس کا بھائی خالد تھا' لیکن اس کی کم سنی کی وجہ سے انتخاب خلیفہ کے بارے میں ارکان سلطنت میں اختلاف تھا۔ اس لیے اس شرط پر مروان کو خلیفہ بنایا گیا تھا کہ اس کے بعد علی الترتیب خالد اور عمرو بن سعید خلیفہ ہوں گے' لیکن تخت نشینی کے بعد مروان اس معاہدہ پر قائم نہ رہا اور دونوں کو ولی عہدی سے محروم کر کے اپنے لڑکوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو ولی عہد بنا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مروان کے بعد عمرو بن سعید نے عبدالملک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور عبدالملک نے اسے قتل کرا دیا۔ باپ کا نمونہ دیکھ کر عبدالملک نے اپنے بھائی عبدالعزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی۔ اتفاق سے عبدالعزیز کا انتقال عبدالملک کی زندگی ہی میں ہو گیا' اس لیے ولید اور سلیمان کے لیے خود راستہ صاف ہو گیا۔ پھر ولید نے سلیمان کے ساتھ یہی معاملہ کیا اور اس کی بجائے اپنے لڑکے عبدالعزیز کو ولی عہد بنانا چاہا۔ اراکین سلطنت میں حجاج اور قتیبہ بن مسلم وغیرہ نے اس کی تائید کی' لیکن ولید کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ولید کے بعد جب سلیمان تخت نشین ہوا تو اس نے اپنے مخالف امرا سے انتقام لینا شروع کیا۔ حجاج ولید کی زندگی میں مر گیا تھا' اس لیے سلیمان نے اس کے خاندان سے انتقام لیا' چنانچہ محمد بن قاسم فاتح سندھ اسی انتقام کا شکار ہوا۔ قتیبہ بن مسلم فاتح چین کے قتل میں گو خود اس کی غلطی کو بھی دخل تھا' لیکن اس کی یہ غلطی بھی سلیمان ہی کے انتقام کا نتیجہ تھی جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

③ تیسرا سبب ان امرا اور اراکین سلطنت کی ناقدردانی اور ان کے ساتھ خلفا کی بدسلوکی تھی' جن کی قوت کے بل پر اموی حکومت قائم تھی۔ موسیٰ بن نصیر جیسا اولوالعزم فاتح سلیمان کے عتاب کا شکار

ہوا۔ یزید بن عبدالملک نے آل مہلب کا' جن کی اموی حکومت میں بڑی خدمات تھیں' خاتمہ کیا۔ اس کے کچھ اسباب بھی رہے ہوں' لیکن اس سے امرا میں بددلی پھیلتی تھی اور ان میں حکومت کے ساتھ وفاداری اور جاں نثاری کا جذبہ باقی نہ رہتا تھا۔

④ چوتھا اور سب سے آخری سبب جس نے اموی حکومت کا خاتمہ کیا' عدنانی اور قحطانی یا مضری اور یمنی قبائل کا باہمی تعصب اور ان کی خانہ جنگی تھی۔ یہ دونوں زمانہ جاہلیت کے پرانے حریف تھے۔ اسلام نے ان کو متحد کر دیا' پھر جس قدر اسلامی روح کمزور پڑتی گئی' یہ تعصب ابھرتا گیا۔ تاہم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کو حسن تدبیر سے دبائے رکھا۔ ان کے بعد بھی جب تک خلفا صاحب اقتدار رہے' اسے حد سے آگے نہ بڑھنے دیا' لیکن آخری زمانہ میں ایسے حالات پیش آئے کہ خود خلفا نے اس کو اپنے اغراض کے لیے استعمال کرنا شروع کیا۔ اس لیے یہ تعصب برابر بڑھتا گیا۔

بنی امیہ کی حکومت کا دارومدار زیادہ تر یمنی قبائل پر تھا۔ اس لیے ابتدائی دور میں ان کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ ان میں ایک مہلب بن ابی صفرہ والی خراسان کا گھرانا تھا۔ یہ بڑا نامور قحطانی سردار اور بڑے دبدبے اور شکوہ کا امیر تھا۔ خوارج اور ترکوں کے مقابلہ میں اس کے بڑے کارنامے تھے۔ اس کے لڑکے بھی بڑے نامور تھے۔ اس لیے اس خاندان کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ یہ گھرانا تدبر و شجاعت کے ساتھ علم دوست اور شرفا نواز بھی تھا اور اس کا آستانہ ادبا اور شعرا کا مرجع بن گیا تھا۔

سوئے اتفاق سے یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا اور اتنا بڑھا کہ ابن مہلب نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے عراق اور خراسان پر قبضہ کر لیا' لیکن آخر میں اس کو شکست ہوئی اور یزید نے پورے گھرانے کو نہایت بے دردی کے ساتھ مٹا دیا۔ گو یہ واقعہ قبائلی تعصب کا نتیجہ نہ تھا' لیکن چونکہ اموی خلفا مضری تھے اور آل مہلب یمنی' اس لیے وہ قدرۃً قبائلی سوال بن گیا اور دونوں کی عصبیت ابھر آئی۔ اس وقت یزید نے بہ تقاضائے سیاست یمن کے اقتدار کو گھٹانے کے لیے اپنے بھائی مسلمہ کو اور اس کے بعد عمرو بن ہبیرہ کو خراسان کا والی بنایا' لیکن یزید کے بعد ہشام نے یہ پالیسی بدل دی اور پھر یمن کو بڑھانا شروع کیا' چنانچہ اس نے یمنی سردار امیر خالد بن عبداللہ قسری کو عراق اور اس کے بھائی اسد کو خراسان کا حاکم بنایا اور یمن کا زائل شدہ اقتدار پھر عود کر آیا۔ اس وقت انہوں نے مضر سے بدلہ لینا شروع کیا۔ لیکن پھر ہشام ہی کے زمانہ میں ایسے حالات پیش آ گئے کہ یہ صورت قائم نہ رہ سکی۔ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ قسری والی خراسان کا انتقال ہو گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خراسان میں عباسی تحریک پھیل رہی تھی۔ امیر نصر بن سیار

مضری بڑا مدبر اور تجربہ کار امیر تھا۔ اس لیے ہشام نے عباسی تحریک کے استیصال کے لیے اسے خراسان کا والی بنایا۔ سوئے اتفاق سے اسی سال اسد کا بھائی امیر خالد بن عبداللہ بھی شاہی محاصل کے بے جا سرف کے جرم میں عراق کی ولایت سے محروم کر دیا گیا' اور اس کی جگہ بھی ایک مضری سردار امیر یوسف بن عمر ثقفی کا تقرر ہوا۔ اس لیے پھر خراسان سے یمنی اثر و اقتدار کا خاتمہ ہو گیا' لیکن ہشام نے یمن کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔

ہشام کے بعد ولید نے جو یمن سے تعصب رکھتا تھا اس کی علانیہ تحقیر و تذلیل اور مضر کی حمایت شروع کر دی۔ اسی زمانہ میں امیر نصر بن سیار اور امیر جدیع کرمانی کے درمیان اختلافات پیش آ گئے اور یمن و مضر کا تعصب نہایت شدت سے ابھر آیا اور دونوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اس خانہ جنگی کے جو نتائج نکلے اور جس طرح ابو مسلم نے اس سے فائدہ اٹھا کر اموی حکومت کا خاتمہ کیا اس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔

اموی دور کی علمی حالت

بنی امیہ کے سیاسی کارناموں کے تفصیلی' تمدن کے اجمالی اور علم و فن کے جستہ جستہ حالات اوپر گذر چکے ہیں۔ اموی دور کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ علم و فن سے خالی تھا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کے آخر میں اس دور کی علمی حالت پر اجمالی تبصرہ کر دیا جائے۔

اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں کی اصلی علمی تاریخ عباسی عہد سے شروع ہوتی ہے۔ اسی زمانہ میں علوم کی کتابی تدوین ہوئی اور مسلمانوں نے دوسری قوموں کے علوم کی جانب توجہ کی' لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اموی عہد علم و فن سے محض بیگانہ تھا۔ درحقیقت دینی علوم کی بنیاد اس سے بھی پہلے عہد رسالت ہی میں پڑ گئی تھی اور اس کی حامل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اسی زمانہ میں اور اس کے بعد خلافت راشدہ میں رہی۔ اس کے بعد اموی دور میں یہ امانت ان سے تابعین اور تبع تابعین میں منتقل ہوئی جنہوں نے اس کو ساری دنیا میں پھیلا دیا اور اس کی تدوین کی' چنانچہ بڑے بڑے ائمہ تابعین اسی دور میں تھے۔ البتہ غیر قوموں کے علوم کی جانب عباسی دور میں توجہ ہوئی۔ اس کے مختلف اسباب تھے۔

سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ جب تک مسلمانوں میں اسلام کی اصلی روح باقی تھی ان کے سارے افکار و تصورات کا مرکز دین رہا اور انہوں نے غیر دینی امور کی جانب توجہ نہیں کی۔ دوسرے حامل علم قوموں سے اختلاط' ان کے علوم و فنون سے واقفیت اور ان کے خیالات و افکار سے اثر پذیری کا موقع انہیں ایک عرصہ تک نہ مل سکا' اگرچہ ایرانیوں اور رومیوں سے خلافت راشدہ ہی میں ان کا سابقہ

شروع ہو گیا تھا' لیکن اولاً اس زمانہ میں ان کی توجہ تمام تر دین اور سیاست کی جانب تھی۔ دوسرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی اور بنی امیہ کو عربوں کی خصوصیات کے تحفظ میں بڑا اہتمام تھا۔ اس لیے انہوں نے ان کو غیر قوموں سے خلط ملط نہ ہونے دیا۔ اس لیے ان کو ان کے علوم سے واقفیت کا بھی موقع نہ مل سکا۔

تیسرے بنی امیہ نے مفتوح اقوام کو حکومت سے بھی علیحدہ کر رکھا تھا۔ اس لیے مسلمان ان کے اثرات سے محفوظ رہے' بلکہ عبدالملک نے عربی کو سرکاری زبان بنا کر خود غیر قوموں کو اس کے سیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس لیے اس زمانہ میں وہ عربوں سے زیادہ متاثر ہوئیں۔ ان کے مقابلہ میں عباسی دور میں یہ ساری قیدیں ٹوٹ گئیں اور عباسی خلافت چونکہ عجمیوں کے بل پر قائم ہوئی تھی' اس لیے وہ ابتدا سے اس میں دخیل ہو گئے اور جتنا زمانہ گزرتا گیا ان کا غلبہ واقتدار بڑھتا گیا۔ ان کے اقتدار کے ساتھ ان کا تمدن بھی مسلمانوں میں پھیل گیا اور ان کے علوم وفنون کو بھی پھلنے پھولنے کا موقع ملا' لیکن جہاں تک دینی علوم کا تعلق ہے اس کا آغاز خلافت راشدہ ہی سے ہو گیا تھا اور اموی دور میں اس میں برگ وبار پیدا ہونے لگے' چنانچہ اکثر بڑے بڑے ائمہ تابعین اسی دور میں تھے اور ساری دنیائے اسلام میں ان کے حلقہ ہائے درس قائم ہو گئے تھے اور دینی علوم کی ابتدائی تدوین بھی اسی زمانہ میں شروع ہو گئی تھی۔

عہد جاہلیت کے علوم

اس کی تفصیل سے پہلے زمانہ جاہلیت سے لے کر خلفائے راشدین کے زمانہ تک کی علمی حالت کا اجمالی نقشہ سمجھ لینا چاہیے تاکہ اموی دور کی علمی ترقی کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

شاعری

گو عرب مجموعی حیثیت سے علم وفن سے بیگانہ تھے' لیکن بعض فطری اور بعض کسبی علوم سے وہ واقفیت رکھتے تھے۔ شاعری اور خطابت کا ان میں فطری ملکہ تھا۔ انساب واخبار عرب کے عالم اور طب' نجوم اور بعض دوسرے فنون میں درک رکھتے تھے' لیکن ان کا اصل فن شاعری تھا۔ اس میں دنیا کی کوئی قوم ان کی ہمسری نہیں کر سکتی تھی اور وہ اپنی زبان آوری کے مقابلہ میں ساری دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے اور اپنے کو عرب یعنی فصیح اللسان اور دوسری قوموں کو عجم یعنی ژولیدہ بیان کہتے تھے۔ شاعر اپنے قبیلہ کے لیے سرمایہ فخر وناز ہوتا تھا۔ جس قبیلہ میں کوئی بڑا شاعر پیدا ہو جاتا تھا' اس کا نام ہمیشہ کے لیے بلند ہو

جاتا تھا۔ شاعری کے بڑے بڑے دنگل ہوتے تھے، جس میں زبان آور اپنی تیغ زبان کے جوہر دکھاتے تھے۔ ان کا کوئی اجتماع شعروسخن کے ذکر سے خالی نہ ہوتا تھا۔ شاعری ان کی گھٹی میں پڑی تھی۔ عرب کی اصل شاعری جاہلیت ہی کے دور کی تھی اور وہی زمانہ میں شعروسخن کا معیار مانی گئی۔ اس دور کی شاعری تصنع، تکلف اور آورد سے پاک فطری اور سادگی کے باوجود نہایت پرجوش تھی۔ جاہلیت کا کلام فطرت کی صحیح تصویر ہوتا تھا۔ زبان خالص اور بے آمیز تھی، لیکن ان محاسن کے ساتھ کسی ضابطہ اخلاق کی پابند نہ تھی۔ بڑے بڑے شعرا اپنی بے حیائی کی داستانیں فخریہ بیان کرتے تھے اور عفیفہ عورتوں سے تعشق کو مزے لے کر علانیہ سناتے تھے۔ جاہلی شعرا کی تعداد بے شمار ہے۔ ان میں سے بعض فحول شعرا کے نام یہ ہیں:

امراء القیس، زہیر بن ابی سلمیٰ، نابغہ ذبیانی، اعشیٰ، لبید بن ربیعہ، عمرو بن کلثوم، حارث بن حلزہ، طرفہ بن العبد، عنترہ عبسی، مہلہل بن ربیعہ، امیہ ابن ابی الصلت، قس بن ساعدہ اور عورتوں میں خنساء، خرنق، لیلیٰ اور اجلیلہ۔

خطابت

شاعری کی طرح فصاحت و بلاغت اور زبان آوری بھی عربوں میں فطری تھی اور وہ اپنے بچوں کو اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ [1] ابن عبدربہ نے عقد الفرید میں بہت سے مشہور خطیبوں کے نام اور ان کے نمونے نقل کیے ہیں: بعض نام یہ ہیں۔ قس بن ساعدہ سحبان بن وائل، درید بن زید، زہیر بن خباب، مرثد الخیل، حارث بن کعب مذحجی، قیس بن زہیر عبسی، ذی الاصبع عدوانی، اکثم بن صیفی اور عمرو بن کلثوم وغیرہ۔

انساب

عربوں کو نسب کے تحفظ میں بڑا اہتمام تھا۔ حتیٰ کہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کے نسب نامے محفوظ رکھتے تھے۔ اس لیے نسابی یعنی نسب دانی مستقل فن کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہر قبیلہ میں نساب ہوتے تھے، جو مختلف قبائل اور ان کی شاخوں کے نسب کے عالم ہوتے تھے اور نسب کی تحقیق میں ان کی جانب رجوع کیا جاتا تھا۔ بعض مشہور نسابوں کے نام یہ ہیں: دغفل السدوسی، ابوضمضم عمیرہ، ابن لسان، زید بن الکیس، نمار بن الاوس، صعصعہ بن صوحان، عبداللہ بن الجبر وغیرہ۔ [2] نسابی کا فن اسلام کے بعد بھی قائم رہا اور اس پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ کے بڑے نساب شمار

---

[1] کتاب البیان والتبیین جلد اول، ص ۵۸۔ ۹۸۔
[2] بلوغ الادب ج ۳، ص ۱۹۶۔

کیے جاتے تھے۔

تاریخ یا اخبار عرب

گو عربوں میں موجودہ اصطلاحی فن تاریخ نہ تھا' لیکن وہ عرب کی قدیم تاریخی داستانوں کو حافظہ میں محفوظ رکھتے تھے اور ان کو مجمعوں میں سناتے تھے' مثلاً ایام عرب' ذی نواس کی حکومت' حبشہ پر یمن کے تسلط' مکہ پر اصحاب فیل کی چڑھائی' ذی یزن حمیری کی جنگ' یمن میں ایرانوں کے حالات' عمرو بن لحی کا واقعہ' جرہم کا قصہ' زمزم کے پٹنے اور قصی تک کعبہ تولیت کی تاریخ' حلف فضول' زمزم کی صفائی' حرب فجار' کعبہ کی دوسری تعمیر اور عرب کی قدیم اقوام اور حکومتوں کے حالات وغیرہ' ان کے حافظ اخباری کہلاتے تھے' چنانچہ موجودہ تاریخوں کے بہت سے قبل از اسلام کے حالات ان کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔

طب

طب ایسا ضروری فن ہے کہ جس سے کوئی قوم بے نیاز نہیں رہ سکتی۔ اس لیے یہ فن عربوں میں قدیم زمانہ سے تھا اور اس کو انہوں نے مختلف قوموں سے سیکھا تھا اور اپنے تجربات بھی اس میں اضافہ کیے تھے اور اس زمانہ کے دستور کے مطابق ان میں دو طرح کے اطبا اور طریقہ علاج رائج تھے۔ ایک عطائی طبیب جو ٹونے ٹوٹکے اور جھاڑ پھونک سے' دوسرے فن طب کے واقف کار' جو جڑی بوٹیوں وغیرہ سے علاج کرتے تھے۔ زخموں اور درد کا علاج داغ کے ذریعہ کیا جاتا تھا۔ "آخر علاج الکی" مشہور عربی مقولہ ہے۔ عربی لغات میں دواؤں اور مختلف انسانی اعضاء کے نام اور ان کے خواص کا ذکر طب سے عربوں کی قدیم واقفیت کا ثبوت ہیں۔ عرب میں ہر زمانہ میں اطبا موجود تھے' قدیم طبیبوں میں ابن حزیم اور اسلام سے کچھ پہلے نضر بن حارث بن کلدہ عرب کے مشہور طبیب تھے۔ حارث نے جند لیسابور کی مشہور طبی درسگاہ میں جو اسلام کے بعد بھی موجود تھی' تعلیم حاصل کی تھی۔ جراحی میں ابن ابی رویہ نے شہرت حاصل کی تھی۔ عربوں کی بڑی دولت مویشی تھے' اس لیے وہ علاج الحیوان سے بھی واقف تھے اور اس کا مستقل فن تھا جو بیطاری کہلاتا تھا۔ بیطار اونٹ اور گھوڑے وغیرہ کی بیماریوں کا علاج کرتے تھے۔ جاہلیت کے بیطاروں میں عاص بن وائل مشہور بیطار تھا۔

نجوم

فن نجوم میں بھی ان کو درک تھا۔ ابن قتیبہ کے بیان کے مطابق تو عرب کواکب اور ان کے طلوع و غروب سے سب قوموں سے زیادہ واقف تھے۔ [1] لیکن یہ بیان مبالغہ آمیز ہے' مگر اس میں

[1] البیرونی ص ۲۳۸۔

شبہ نہیں کہ اس فن میں ان کو پورا درک تھا۔ قزوینی کا بیان ہے کہ وہ سیاروں، برجوں اور بہت سے ثوابت کا علم اور نجوم سے پوری واقفیت رکھتے تھے۔ [1] اس کا ثبوت یہ ہے کہ قدیم عربی میں تمام کواکب کے نام موجود ہیں اور برجوں کے نام بھی عربی ہیں۔ اس کو انہوں نے کلدانیوں سے سیکھا تھا، لیکن بعض مسائل نجوم میں وہ دوسری قوموں سے مختلف اپنی مستقل رائے رکھتے تھے۔ مثلاً ہندوستانیوں کے نزدیک ماہتاب کے دورے کی ۲۷ منزلیں ہیں اور عربوں کے نزدیک اٹھائیس تھیں۔ ان کا سال قمری ہوتا تھا، لیکن کبیسہ کے ذریعہ شمسی بنانے کا طریقہ بھی رائج تھا، جس کی اسلام نے ممانعت کر دی۔ ان کے علاوہ ہواؤں کی خصوصیات، موسموں کے تغیر اور پچھتروں سے بھی واقفیت رکھتے تھے اور ان کو کواکب کی تاثیر کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ [2]

قیافہ شناسی

عربوں کو اس میں خاص ملکہ تھا۔ وہ نشان قدم سے عورت، مرد اور جوان اور بوڑھے کی تمیز کرتے تھے اور بشرہ اور اعضاء کی مشابہت سے ابوت و بنوت کا تعلق بتا دیتے تھے۔ اسی طریقہ سے کھر کے نشان سے حیوانات کا پتہ چلاتے تھے۔ قیافہ شناسی ان میں بہت رائج تھی اور قائف کی بات کا بڑا اعتبار کیا جاتا تھا۔

مختلف فنون

چونکہ وہ عموماً بے آب و گیاہ بیابانوں اور ریگستانوں میں زندگی بسر کرتے تھے اور پانی کی ان کو ہمیشہ تلاش و جستجو رہتی تھی اس لیے آبی زمین کے پتہ چلانے کا ان میں ملکہ پیدا ہو گیا تھا اور زمین کی مٹی اور نباتات کی خوشبو سے پنیالی زمین کا پتہ چلاتے تھے۔ ان کا پیشہ تجارت تھا اور تجارت کے سلسلہ میں دور دراز ممالک کا سفر کرتے تھے۔ اس لیے ان کو بحری سفر کے لوازم اور ملاحی سے بھی واقفیت ہو گئی تھی۔ ان کے علاوہ اور جو علوم مثلاً کہانت وغیرہ رائج تھے، ان کی حیثیت خرافات سے زیادہ نہ تھی، لیکن رسمی علوم سے وہ تقریباً بیگانہ اور معمولی نوشت و خواند سے بھی ناآشنا تھے۔ چنانچہ قریش میں جو سب سے زیادہ معزز اور محترم قبیلہ تھا۔ ظہور اسلام کے وقت کل سترہ آدمی لکھنا جانتے تھے۔ [3]

عہد رسالت

مگر ظہور اسلام کے بعد یہ حالت بدل گئی۔ اسلام علم و عمل کا مجموعہ ہے اور دین کے علم کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے قرآن مجید میں بہ تکرار اس کی تحصیل کی ترغیب دلائی گئی ہے اور

[1] قزوینی برحاشیہ دمیری ج۔ ا ص ۱۵۰۔ [2] آثار الباقیہ بیرونی ص ۳۳۹۔ [3] فتوح البلدان بلاذری۔

حدیثوں میں تو اس کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے ظہورِ اسلام کے بعد ہی تعلیم و تعلم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں گو علم کا مرجع آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات تھی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بلکہ اسلام کے ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تعلیم کی خدمت انجام دینے لگے تھے، چنانچہ ہجرت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ کو اہل مدینہ کی تعلیم کے لیے بھیجا تھا۔ **1** اور مدینہ آنے کے بعد تو تعلیم کا پورا نظام قائم ہو گیا تھا۔ اصحاب صفہ کی مستقل درسگاہ تھی جس میں دین کی تعلیم ہوتی تھی اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس میں شرکت فرماتے تھے۔ **2** باہر کے نومسلم اشخاص اور قبائل مدینہ آ کر تعلیم حاصل کرتے تھے اور ضروری تعلیم کے بعد اپنے وطن لوٹ جاتے تھے۔ **3** حدیث و سیر کی کتابوں میں وفود کے ذکر میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ بیرونی اشخاص و قبائل کی درخواست پر ان کی تعلیم کے لیے مدینہ سے بھی معلمین بھیجے جاتے تھے۔ چنانچہ ایک بیرونی وفد کی درخواست پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر قراء یعنی معلمین قرآن روانہ فرمائے تھے، جنہیں دھوکے سے شہید کر دیا گیا تھا۔ **4** ہر جگہ کے صاحب علم عمال کے متعلق یہاں کے باشندوں کی تعلیم بھی ہوتی تھی۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ کتابت اور تحریر کو بھی ترقی ہوئی۔ کتابت، وحی، صلح اور جنگ کے معاہدوں، دعوت اسلام کے خطوط اور دوسرے معاملات و احکام کی کتابت کے لیے تحریر ناگزیر تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی تعلیم کے ساتھ اس کی جانب بھی توجہ فرمائی، چنانچہ جنگ بدر کے ان قیدیوں کا فدیہ جو اس کو نقد ادا نہ کر سکتے تھے اور لکھنا جانتے تھے یہ مقرر فرمایا کہ وہ دس دس مسلمانوں کو لکھنا سکھا دیں **5** یہودیوں سے اکثر معاملات رہتے تھے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خط و کتابت کے لیے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی سیکھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے چند دنوں میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ بے تکلف عبرانی میں خط و کتابت کرنے لگے۔ **6** وہ فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبان بھی جانتے تھے۔ **7** غرض مذہبی و ملکی ضرورت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور ذاتی ذوق و شوق کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چند دنوں میں معمولی نوشت و خواند کے بقدر تعلیم حاصل کر لی، چنانچہ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں سنتے تھے، ان کو قلم بند کرتے تھے۔ ان میں جو تحریر میں زیادہ مہارت رکھتے تھے، وہ وحی، مراسلات و مکاتبات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور معاہدے وغیرہ لکھنے

---

1 مسند احمد بن حنبل ج ۴، ص ۲۹۱۔ **2** سنن ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی العلم۔

3 بخاری باب رحمۃ البہائم و تفسیر ابن جریر ج ۱۱، ص ۱۵۰۔ **4** مسلم کتاب الامارۃ باب ثبوت الجنۃ للشہید۔

5 ابن سعد ج ۲، ق اول، ص ۱۴ و مسند احمد بن حنبل ج ۱، ص ۲۴۷۔

6 بخاری۔ **7** کتاب التنبیہ والاشراف ص ۲۸۳۔

کی خدمت انجام دیتے تھے۔ غرض عہد نبوی ﷺ میں اشاعت تعلیم کے بکثرت واقعات ہیں' جن کی تفصیل مقصود نہیں ہے۔

اسی کے ساتھ عہد جاہلیت کے ان فنون کو جو اسلام کے منافی نہ تھے' قائم رکھا اور جو اس کے منافی تھے' ان کی ممانعت کردی اور جن کی اصلاح ممکن تھی ان کی اصلاح کی' چنانچہ نجوم اور کہانت وغیرہ ممنوع قرار پائے۔ شاعری کے مخرب اخلاق حصے فخاری' ہجونگاری اور فحاشی کی ممانعت کردی گئی' لیکن اخلاقی اور حکیمانہ شاعری کو برقرار رکھا گیا' بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کی گئی' چنانچہ زمانہ جاہلیت کے مشہور حکیم شاعر امیہ بن ابی الصلت کے کلام کی آنحضرت ﷺ نے تحسین فرمائی ہے۔ خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں متعدد بزرگ شاعر تھے اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو تو دربار نبوی کے شاعر ہونے کا فخر حاصل تھا' جو آپ ﷺ کی جانب سے کفار کی ہجو کا جواب دیتے تھے اور آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی تھی۔ ((اَللّٰھُمَّ اَیِّدْہُ بِرُوْحِ الْقُدُس)) کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کو ان کے مشہور مدحیہ قصیدہ کے صلہ میں ردائے مبارک عطا فرمائی۔

خلافت راشدہ

خلافت راشدہ کے زمانہ میں ان فنون اور تعلیم کا دائرہ اور وسیع ہوا۔ خلفائے راشدین خصوصاً حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما شعر و سخن کے بڑے نقاد تھے اور اس میں بڑا بلند پایہ رکھتے تھے۔ دونوں کی جانب کچھ اشعار بھی منسوب ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب تو پورا دیوان منسوب ہے' جو چھپ بھی گیا ہے' گو یہ انتساب صحیح نہیں ہے' لیکن آپ کا ذوق شعری مسلم ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو تلقین کرتے کہ وہ اپنے بچوں کو اچھے اشعار یاد کرائیں۔ [1]

اس دور میں کلام مجید کے بعض الفاظ کی تحقیق کے لیے بھی کلام عرب کی جانب توجہ کی گئی۔ کلام مجید عربی میں ہے اور سب سے مستند عرب جاہلی کا کلام ہے۔ اس لیے مفسر قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم کو جن الفاظ کے معنی میں شبہ ہوتا تھا' اس کی تحقیق عرب جاہلی کے کلام سے کرتے تھے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب کلام اللہ میں کوئی لفظ سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اشعار عرب میں تلاش کرو۔ [2] اس لیے شاعری کا مذاق اس عہد میں بھی قائم رہا' البتہ اس کے مفاسد کی اصلاح ہوگئی۔ عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں تبلیغ اسلام' اجتماعی معاملات اور جنگ و صلح کے سلسلہ میں خطابت کو بہت ترقی ہوئی اور اس کا درجہ شاعری سے بڑھ گیا۔ حدیث کی کتابوں میں آنحضرت ﷺ' خلفائے راشدین اور دوسرے بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے

[1] کتاب البیان والتبیین جاحظ ج۔۱' ص ۲۱۳۔ [2] کتاب العمدۃ ج۔۱' ص ۱۱۔

خطبات موجود ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب تو ایک پورا مجموعہ "نہج البلاغہ" منسوب ہے' اکثر خطبے الحاقی ہیں' لیکن بعض صحیح بھی ہیں۔ ان سے اس دور کی خطابت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مذہبی علوم میں تفسیر' حدیث اور فقہ کو بڑی ترقی ہوئی اور سیر و مغازی کی بنیاد پڑی۔ ان علوم کی اصلی حامل جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم اسی دور میں تھی۔ کلام مجید جیسا کہ خود اس کا بیان ہے ایک نہایت صاف اور واضح کتاب ہے۔ جس کے مطالب میں کوئی پیچیدگی وابہام نہیں ہے۔ پھر بھی اس میں بعض آیات متشابہات ہیں۔ بعض الفاظ کے پرانے مفہوموں کو اسلام نے بدل دیا تھا۔ بعض اشارات تصریح طلب ہیں' جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے استفسار پر بیان فرمایا۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح مستفیض اور اسلامی روح کے عارف تھے' اپنی دینی بصیرت سے بعض آیات کی تشریح کرتے تھے۔ یہ تمام تفسیریں حدیثوں کی طرح نقل ہوئیں جنھوں نے آگے چل کر فن تفسیر کی حیثیت اختیار کر لی۔ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم تفسیر میں خاص درک رکھتے تھے۔ ان میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ زیادہ ممتاز تھے' بیشتر تفسیری روایات انھی سے مروی ہیں۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تبلیغ وامر و نہی اور مختلف معاملات و مسائل کے سلسلہ میں ہزاروں باتیں ارشاد فرمائیں' یا سوالات کے جوابات دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قانون کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انہیں بڑی احتیاط سے محفوظ رکھتے تھے اور بعض انہیں قلمبند بھی کرتے تھے جس سے فن حدیث پیدا ہوا' پھر حدیث کی صحت کی جانچ کے سلسلہ میں متعدد فنون پیدا ہوئے۔ فقہ یعنی کلام مجید اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے نئے اور غیر منصوص مسائل کے استنباط کا فن بھی خلفائے راشدین کے دور میں پیدا ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نئی پیش آمدہ صورتوں اور مسائل کے بارے میں یا وحی نازل ہوتی تھی یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دینی بصیرت سے ان کا فیصلہ فرماتے تھے۔ اس لیے اس زمانہ میں فقہ کی ضرورت ہی نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس کے دو سرچشمے تھے' کلام مجید اور احادیث نبوی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انھی سے نئے مسائل کا استنباط کرتے تھے اور آخری درجہ میں عقل سے کام لیتے تھے جس کی فقہی اصطلاح قیاس ہے۔ فقہ میں صحابہ کرام میں حضرت علی' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبداللہ بن عباس' حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم خاص امتیاز رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حکومت اسلام اور ملکی نظام کی وسعت کے ساتھ بکثرت نئے مسائل پیش آئے' جن میں آپ نے کلام مجید اور احادیث نبوی کی روشنی میں اپنے اجتہاد اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے فیصلہ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فتاویٰ کی تعداد

کئی ہزار ہے' جن میں ایک ہزار مسائل نہایت اہم ہیں اور ان کی تقلید بڑے بڑے مجتہدین اور ائمہ نے کی ہے۔ ❶

فقہ واجتہاد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خاص ملکہ تھا اور آپ نے اپنے تفقہ واجتہاد سے آئندہ آنے والوں کے لیے فقہ کی راہ کھول دی۔ فقہ کے تمام بڑے بڑے سلسلوں کا مرجع آپ ہی کی ذات تھی۔ فقہائے صحابہ میں حضرت زید بن ثابت' ابوموسیٰ اشعری' ابودرداء انصاری' معاذ بن جبل' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن مسعود' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم' جو فقہ کے اساطین ہیں' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی کے فیض یافتہ خصوصاً آخرالذکر تینوں بزرگ تو تمام تر آپ کے ساختہ و پرداختہ تھے۔ سب سے اول حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی نے مسائل کی تفریع واستنباط یعنی اصول فقہ کی بنیاد ڈالی جس سے آئندہ چل کر مستقل فن پیدا ہوا۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کون سے اقوال وافعال منصب نبوت سے تعلق رکھتے تھے اور کون سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ اول الذکر میں تو کسی چون و چرا کی گنجائش نہیں' لیکن آخرالذکر میں حالات اور مصالح کے اقتضا کے مطابق رائے وقیاس واجتہاد کا حق ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دینی علوم کی اشاعت و تعلیم کا بھی بڑا وسیع نظام قائم کیا تھا۔ تمام ممالک محروسہ میں قرآن مجید کا درس جاری کیا اور ان کے لیے تنخواہ دار معلم مقرر کیے۔ ❷ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو قرآن کی تعلیم کے لیے مختلف ملکوں میں بھیجا۔ حضرت معاذ بن جبل' ابودرداء انصاری اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہم کو شام کے مختلف شہروں میں روانہ کیا۔ ❸ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس کے طالب علموں کی تعداد سولہ سو تک پہنچ جاتی تھی' اس لیے انہوں نے اس کو دس دس طالب علموں کی جماعت میں تقسیم کر دیا تھا اور خود ان کی نگرانی کرتے تھے۔ ❹ سورۂ بقرہ' نساء' مائدہ' حج اور نور کا' جن میں احکام ہیں' ہر مسلمان کے لیے سیکھنا ضروری قرار دیا۔ ❺ بدوؤں کے لیے قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم جبری قرار دی اور ایک شخص ابوسفیان کو چند آدمیوں کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ قبائل میں دورہ کر کے ہر شخص کا امتحان لیں اور جس کو قرآن مجید کا کوئی حصہ بھی یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔ ❻ قرآن مجید کے طلبہ کے وظائف مقرر کیے۔ ❼

قرآن مجید کی صحیح قرأت اور اعراب کی غلطیوں سے بچنے کے لیے ادب اور عربیت کی تعلیم بھی لازمی کر دی اور عام حکم جاری کر دیا کہ جو شخص لغت کا عالم نہ ہو وہ قرآن نہ پڑھائے۔ ❽ مختلف

❶ ازالۃ الخفاء حصہ دوم ص ۸۴۔ ❶ سیرۃ العمرین ابن جوزی۔ ❷ تفصیل کے لیے دیکھو اسد الغابہ تذکرہ عبادہ بن صامت۔ ❸ طبقات القراء ذہبی۔ ❹ کنز العمال ج ۱' ص ۲۲۴۔ ❺ اصابہ تذکرہ اوس بن خالد۔ ❻ کنز العمال ج ۱' ص ۲۱۷۔ ❼ کنز العمال ج ۱' ص ۲۲۸۔

اسباب کی بنا پر حدیثوں کی بھی تلاش و تحقیق اور اس کی اشاعت ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں بکثرت نئے مسائل پیش آئے۔ جب کوئی نیا مسئلہ پیش آتا تھا جس کے بارے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کا حکم نہ معلوم ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھتے تھے کہ ان کو اس بارہ میں رسول اللہ ﷺ کی کسی حدیث کا علم ہے؟ اس طریقہ سے سینکڑوں حدیثوں کا پتہ چلتا۔ آپ خود احکام و مسائل سے متعلق احادیث نبوی اضلاع کے حکام کے پاس لکھ کر بھیجتے تھے۔ اس سے حدیثوں کی اشاعت ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ بہت سے علمائے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً عبداللہ بن مسعود، معقل بن یسار، عبداللہ بن مغفل، عمران بن حصین، عبادہ بن صامت، ابودرداء اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کو مختلف شہروں اور ملکوں میں حدیث کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ [1] لیکن اسی کے ساتھ احادیث کی صحت کی تحقیق اور روایات کی اشاعت کے انسداد کی تدبیریں بھی کیں، جس کے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نئے حالات و مسائل کی وجہ سے فقہ میں بڑی ترقی ہوئی۔ انہوں نے اس کی تعلیم کا بھی انتظام کیا، چنانچہ مختلف ملکوں میں فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فقہ کی تعلیم کے لیے بھیجا۔ کوفہ میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت بھیجی جس میں سے ایک عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ تھے۔ [2] بصرہ میں بھی ایک جماعت بھیجی جس میں ایک عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تھے۔ [3] عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا۔ [4] ان کے علاوہ عبادہ بن صامت، معاذ بن جبل اور ابودرداء انصاری رضی اللہ عنہم جن کو تعلیم قرآن کے لیے شام بھیجا تھا۔ فقہ کی تعلیم بھی ان کے متعلق تھی۔ حبان بن ابی جبلہ کو مصر میں اس خدمت پر مامور کیا۔ [5] فقہ کی اشاعت کی اور مختلف تدبیریں اختیار کیں۔

فرائض یعنی میت کے ترکہ کی تقسیم مستقل فن ہے۔ حضرت زید بن ثابت اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس کے بڑے عالم تھے اور غیر منصوص مسائل میراث میں زیادہ تر انہی دونوں بزرگوں کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔ میراث کی تقسیم کے لیے ریاضی کی واقفیت ضروری ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ریاضی دان رومی کے ذریعہ اس فن کے اصولوں کو مرتب کرایا۔ [6]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نحو کا فن ایجاد ہوا۔ عربی عربوں کی مادری زبان تھی۔ وہ اس کو بغیر قواعد کے صحیح پڑھ لیتے تھے، لیکن جب عجمی قومیں مسلمان ہوئیں تو وہ غلطی کرتی تھیں، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے ان کے ایک شاگرد ابوالاسود دوئلی نے نحو کے چند ابتدائی قاعدے

---

[1] ازالۃ الخفاء حصہ دوم ص ۸۶۔ [2] اسد الغابہ تذکرہ عبداللہ بن مغفل۔ [3] تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۲۵۔
[4] تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۴۴۔ [5] حسن المحاضرۃ ج ۱، ص ۸۱۔ [6] معجم البلدان۔

بنائے جس نے آگے چل کر فن نحو کی صورت اختیار کر لی۔ [1]

علم الانساب جو عربوں کا پرانا علم تھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کے بہت بڑے عالم اور اپنے زمانہ کے مشہور نساب تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں وظائف کے تقرر کے سلسلہ میں قبائل عرب کا نقشہ مرتب کرایا' جس سے گویا اس کی تحریری تدوین کا آغاز ہوا۔

اموی دور کی علمی ترقی

اموی دور میں ان علوم میں زیادہ وسعت و ترقی ہوئی۔ علمائے تابعین جنہوں نے دینی علوم کو پھیلایا اسی عہد میں تھے۔ ان کے مستقل حلقہ درس قائم تھے جن سے بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے۔ اسی دور میں دینی علوم کی تدوین کا آغاز ہوا۔ بعض نئے علوم پیدا ہوئے اور غیر قوموں کے بعض علوم سے بھی مسلمان روشناس ہوئے۔

شاعری

خلفائے راشدین کے زمانہ میں گو شاعری کا مذاق قائم رہا تھا' لیکن اخلاقی پابندی کی وجہ سے اس کا پرانا رنگ پھیکا پڑ گیا تھا اور کلام مجید کے اعجاز کے سامنے بھی اس کا زور گھٹ گیا تھا۔ بنی امیہ کے زمانہ میں خلفائے راشدین کے عہد کی قیود و بند ختم ہو گئی اور خود اموی خلفا سخن سنج اور شاعری کے قدردان تھے۔ ان کی قدردانی کی وجہ سے شاعری کا بازار پھر گرم ہو گیا اور اس میں کمیت اور کیفیت دونوں حیثیتوں سے ترقی ہوئی اور بڑے بڑے شعرا پیدا ہوئے' چنانچہ اخطل' جریر' فرزدق' اعشیٰ' نابغہ' کمیت وغیرہ فحول شعرا جنہوں نے اسلامی دور کی شاعری کو چمکایا' سب اسی زمانہ میں تھے۔

شاعری کی ترقی میں اس زمانہ کے سیاسی حالات سے بھی مدد ملی۔ اموی عہد میں قبائل سیاسی اور مذہبی اختلافات کی وجہ سے علوی' شیعی' عثمانی' خارجی مختلف مذہبی و سیاسی جماعتیں پیدا ہو گئی تھیں' جو باہم حریف تھیں۔ عرب میں پروپیگنڈہ کا بڑا ذریعہ شاعری تھا۔ شعرا کی تیغ زبان کی کاٹ شمشیر آبدار سے کم نہ تھی۔ اس لیے اس زمانہ میں جماعتی شعرا کی بڑی تعداد پیدا ہو گئی تھی۔ نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ' یزید بن ربیعہ المعروف بہ ابن مقرغ' ایمن بن حزیم وغیرہ علویوں کے حامی تھے۔ مسکین دارمی' عبداللہ بن خارجہ المعروف بہ اعشیٰ اموی تھے اور طرماح بن عدی' حکیم عبدی' عمران بن حطان' عبداللہ بن حجاج ذبیانی خارجیوں اور آل زبیر کے حمایتی تھے۔ ان کے علاوہ ان شعرا کی بھی بڑی تعداد ہے جو کسی پارٹی سے تعلق نہ رکھتے تھے۔ مثلاً جمیل بن معمر' عمران بن ابی ربیعہ' عبد بن قیس

[1] الفہرست ص ۶۲۔

الرقیات، کثیر عزہ، ابن عبادہ، احوص، ذی الرمہ، سعید دارمی، عبید بن حصین، عبداللہ بن خارجہ اور لیلیٰ الاخیلیہ وغیرہ۔

کیفیت کے اعتبار سے بھی شاعری کا رنگ بہت نکھرا۔ بنی امیہ کو عربوں کی خصوصیات کے تحفظ میں بڑا اہتمام تھا۔ اس لیے انہوں نے عربوں کو دوسری قوموں میں ضم نہیں ہونے دیا اور عربی زبان آمیزش سے محفوظ رہی، لیکن اس کے تمدنی اثرات سے وہ نہ بچ سکے۔ اس لیے عربی شاعری بھی اس سے متاثر ہوئی اور عراق و شام کے تمدن اور ان کے باغات و سبزہ زاروں نے عربی شاعری کا رنگ بدل دیا اور اس میں عربوں کے سادہ بدویانہ جذبات اور بے آب و گیاہ صحرا کے خشک اور محدود مضامین کے بجائے بڑا تنوع اور رنگینی پیدا ہوگئی اور اس دور کی شاعری خیالات کی لطافت و رنگینی کے لحاظ سے عرب جاہلی کی شاعری سے بہت بڑھ گئی۔ قصائد، تغزل اور تشبیب میں اس کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔

خطابت

اس دور کی جماعت بندی سے خطابت کو بھی ترقی ہوئی۔ اس سے زیادہ تر سیاسی معرکوں اور لڑائیوں میں کام لیا جاتا تھا، چنانچہ اس دور میں متعدد نامور خطیب پیدا ہوئے۔ حجاج بن یوسف ثقفی اور طارق بن زیاد فاتح اندلس اس دور کے بڑے ممتاز خطیب تھے۔ حجاج کا وہ خطبہ جو حکومت پر تقرر کے وقت دیا تھا اور طارق کا اندلس کی فوج کشی کا خطبہ عربی زبان کے بہترین خطبوں میں ہیں۔

کتابت و انشاء

اموی حکومت کا دفتری کاروبار بہت وسیع ہوگیا تھا اور عبدالملک نے عربی کو سرکاری زبان قرار دیا اس لیے غیر قوموں کے لیے بھی اس کا سیکھنا ضروری ہوگیا تھا۔ اس لیے ان کے اسلوب انشاء کی آمیزش بھی عربی میں ہوئی۔ ان اسباب کی بنا پر عربی انشاء میں بڑی ترقی ہوئی۔ اس زمانہ میں حکومت سے لے کر امرا تک کاتب (میر منشی) رکھتے تھے۔ ان کے لیے انشاء میں مہارت ضروری تھی، بلکہ انشاء ہی ان کا سب سے بڑا وصف و کمال تھا۔ اس لیے اس زمانہ میں انشاء نے مستقل فن کی حیثیت حاصل کر لی اور متعدد نامور کاتب پیدا ہوئے۔ ان میں عبدالملک کے کاتب سالم اور عبدالحمید کے نام زیادہ مشہور ہیں۔ عبدالحمید کے کمال فن پر یہ مقولہ شاہد ہے کہ "کتابت عبدالحمید سے شروع ہوئی، اور ابن العمید (عباسی دور کا ایک نامور کاتب) پر اس کا خاتمہ ہوا۔"

تفسیر

تفسیر قرآن کی ابتدا نزول قرآن کے ساتھ ہو گئی تھی۔ پھر اس میں برابر وسعت ہوتی گئی اور اموی دور میں اس کے بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے، جن کے ذریعہ بڑا تفسیری ذخیرہ جمع ہو گیا۔ اس دور کے مفسرین میں ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید عکرمہ، قتادہ بن دعامہ سدوسی، مجاہد بن جبیر، سعید بن جبیر اور حسن بصری زیادہ نامور تھے۔ تفسیری روایات کا دارومدار زیادہ تر انہی بزرگوں کی روایات پر ہے۔ ان میں سے مجاہد، حسن بصری، سعید بن جبیر، امام باقر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک رفیق ابوحمزہ نے تفسیریں بھی لکھی تھیں۔ [1] آج یہ تفسیریں ناپید ہیں۔ اس لیے ان کی تفسیری حیثیت کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا، لیکن قیاس یہ ہے کہ یہ آج کل کی تفسیروں کی طرح پورے قرآن کی مرتب تفسیریں نہ رہی ہوں گی، بلکہ ان میں متفرق آیات کی تفسیری روایتیں یکجا کر دی گئی ہوں گی۔

قرأت

کلام مجید کی قرأت بھی ایک علم ہے۔ ہر زبان کی طرح کلام مجید کے بعض لفظوں کا تلفظ مختلف طریقوں سے کیا جاتا تھا۔ جس سے معنی پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا۔ بعض الفاظ ایک ہی قبیلہ میں دو طرح بولے جاتے یا مختلف قبیلوں میں ان کا تلفظ جدا تھا۔ جیسے مالک یا ملک، یا استحیت اور استحیت یا مستھزؤن و مستھزیون ان قرأتوں کے واقف کار قراء کہلاتے تھے۔ قرآن مجید کے مشہور قرائے سبعہ یعنی سات قاری بنی امیہ ہی کے دور میں تھے۔

حدیث

سب سے زیادہ ترقی حدیث میں ہوئی۔ اس زمانہ میں اس کا عام ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں درس حدیث کے حلقے قائم تھے۔ شائقین ایک ایک حدیث کے سماع کے لیے دور دراز کا سفر کرتے اور ہر خرمن سے خوشہ چینی کرتے تھے۔ اس کا سب سے بڑا مرکز مدینہ تھا۔ امام ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ احادیث کی تلاش میں مدینہ کی گلی گلی کا چکر لگاتے تھے اور یہاں کے مردوں، عورتوں اور بوڑھوں اور جوانوں ہر فرد سے استفادہ کرتے تھے۔ [2] ابوقلابہ جرمی ایک ایک حدیث کے سننے کے لیے کئی کئی دن تک مدینہ میں مقیم رہتے۔ [3] مکحول نے حدیث کی تلاش میں ساری دنیائے اسلام کی خاک چھانی تھی۔ تابعین میں بکثرت ایسے بزرگ ہیں جنھوں نے دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے

---

[1] ابن ندیم ص ۸۰۔ [2] تہذیب الاسماء نووی ج ۱، ص ۹۱۔ [3] مسند دارمی ص ۷۴۔

محدثین سے استفادہ کیا تھا۔ جس کی تفصیل طبقات و رجال کی کتابوں میں موجود ہے۔ احتیاط یہ تھی کہ پوری تحقیق اور چھان بین کے بغیر حدیث قبول نہ کرتے تھے۔ عامر بن شرحبیل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تھا کہ حدیث اسی سے حاصل کرنا چاہیے' جو عقل و دانش اور دین و تقویٰ دونوں کا جامع ہو۔ دونوں میں سے ایک وصف رکھنے والا علم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ 1 محمد بن سیرین فرماتے تھے کہ علم حدیث دین ہے۔ اس لیے اس کو حاصل کرنے سے پہلے اس شخص کو خوب پرکھ لینا چاہیے جس سے حاصل کرنا ہے۔ 2 ابوالعالیہ ریاحی رحمۃ اللہ علیہ جب تک اصل راوی سے تصدیق نہ کرتے تھے' اس وقت تک اعتماد نہ کرتے تھے' چنانچہ جو حدیثیں وہ بصرہ میں سنتے تھے' مدینہ جا کر خود راوی اول کی زبان سے اس کی تصدیق کرتے تھے۔ 3 اس حزم و احتیاط اور تلاش و جستجو سے ان بزرگوں نے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم الشان ذخیرہ جمع کیا اور اس کو پچھلوں تک پہنچایا' اگر ان کی کوششیں نہ ہوتیں تو حدیث نبوی کا بڑا ذخیرہ برباد ہو جاتا۔ یوں تو ہر تابعی اپنے علم و استعداد کے بقدر علم حدیث میں دخل رکھتا تھا' لیکن اس میں سعید بن جبیر' سعید بن مسیب' سالم بن عبداللہ بن عمر' طاؤس بن کسان' امام شعبی' عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ' عطا بن ابی رباح' عکرمہ' نافع' مولیٰ ابن عمر' علقمہ ابن قیس' قتادہ بن دعامہ' سدوسی' مجاہد بن جبیر' محمد بن سیرین' محمد بن مسلم' زہری' محمد بن منکدر' مکحول شامی بڑے محدث تھے۔ ان کی روایات پر کتب احادیث کا مدار ہے۔ ان بزرگوں نے جس احتیاط سے احادیث کو حاصل کیا۔ اسی احتیاط سے دوسروں تک پہنچایا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایک زمانہ میں اشاعت حدیث کے خیال سے بے تکلف روایت کرتے تھے' لیکن پھر زمانہ کا رنگ دیکھ کر کہنا پڑا کہ گذشتہ صلحا کثرت روایت کو برا سمجھتے تھے' جو حقیقت مجھ پر بعد میں کھلی' اگر پہلے منکشف ہوئی ہوتی تو میں صرف متفقہ حدیثیں بیان کرتا۔ 4 عبداللہ بن عدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرنے سے اس قدر گھبراتے تھے کہ اس کے خوف سے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا۔ 5 ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب نسبت نہ کرتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا' کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں پہنچی ہے' جواب دیا کیوں نہیں' لیکن عمر' عبداللہ' علقمہ اور اسود رضی اللہ عنہم سے روایت کرنا میرے لیے زیادہ آسان ہے۔ 6 مسعر بن کدام جو بڑے پایہ کے محدث تھے۔ روایت حدیث کی ذمہ داری سے گھبرا کر کہا کرتے تھے۔ ''کاش حدیثیں میرے سر پر شیشہ کا بار ہوتیں کہ گر کر چور ہو جاتیں' یعنی حافظہ سے محو ہو جاتیں۔ 7 علقمہ رحمۃ اللہ علیہ آخری زمانہ میں روایت کرنے میں اتنے محتاط ہو گئے تھے کہ ایک شخص نے آپ سے سنت کی

1 تذکرۃ الحفاظ ج ۱' ص ۷۳۔ 2 ابن سعد ج ۷' ق ۱' ص ۱۱۴۔ 3 ابن سعد ج ۷' ق ۱' ص ۸۳۔
4 تذکرۃ الحفاظ ج ۱' ص ۷۲۔ 5 ابن سعد ج ۷' ق ۲' ص ۲۵۔ 6 ابن سعد ج ۶' ص ۱۹۰۔
7 تذکرۃ الحفاظ ج ص ۱۷۰۔

تعلیم کی خواہش کی تو آپ نے جواب دیا کہ تم چاہتے ہو کہ میری پیٹھ روندی جائے۔ ❶ لیکن اگر اس احتیاط کی بنا پر روایت اور تعلیم حدیث کا دروازہ بالکل بند کر دیا جاتا' تو احادیث نبوی ﷺ جن پر دین کا مدار ہے اور جن کی تبلیغ کا حکم ہے' ضائع ہو جاتیں۔ اس لیے تابعین نے پوری حزم و احتیاط کے ساتھ ان کی حفاظت و اشاعت کا بھی انتظام کیا۔ درس و تعلیم کے ذریعہ اس کو پھیلایا۔ بعضوں نے درس و روایت کے ساتھ انہیں قلمبند بھی کیا اور اس کے مجموعے مرتب کیے' جن کا ذکر جابجا حدیث و رجال کی کتابوں میں ملتا ہے۔ بعض جامعین حدیث کے نام یہ ہیں۔ خالد بن معدان' ان کے پاس حدیثوں کا ایک صحیفہ تھا۔ ❷ عطاء بن ابی رباح نے تمام مسموعہ حدیثیں قلمبند کی تھیں۔ ❸ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے عبدالرحمٰن کے پاس ان کی احادیث کا صحیفہ تھا۔ ❹ سلیمان بن قیس یشکری نے حضرت جابر صحابی رضی اللہ عنہ کا صحیفہ نقل کیا تھا۔ ❺ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کے پاس حدیثوں کا ایک مجموعہ تھا۔ ❻ وہب بن منبہ کے پاس حدیث کی بیاضیں تھیں۔ ❼ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا۔ ❽ ان کے علاوہ اور بہت سے محدثین نے حدیثوں کے مجموعے مرتب کیے تھے' جن کا ذکر رجال کی کتابوں میں ہے۔

حدیث کی تدوین اور اشاعت میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ آپ نے علما سے حدیثوں کے مجموعے مرتب کرائے اور ان کی نقلیں تمام ممالک محروسہ میں شائع کیں۔ ❾ اس طرح اس زمانہ میں حدیثوں کی تدوین کا آغاز ہوا۔ گو یہ تمام مجموعے دنیا سے ناپید ہو گئے' لیکن اس حیثیت سے ان کا افادہ باقی رہا کہ ان کی احادیث بعد کے مجموعوں میں شامل ہو گئیں۔ حدیث کے حلقہ ہائے درس کا ذکر آئندہ آئے گا۔

فقہ

اس زمانہ میں بیشتر ایک ہی ذات مختلف علوم کی جامع ہوتی تھی۔ مثلاً اکثر فضلائے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین بہ یک وقت مفسر بھی تھے' محدث بھی اور فقیہ بھی۔ یہی انداز تابعین کے زمانہ میں تھا۔ اس لیے عموماً جو بزرگ محدث تھے اور جنہوں نے حدیث کی خدمت انجام دی وہی فقیہ بھی تھے اور

---

❶ ابن سعد ج ۶ ص ۶۰۔ ❷ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸۱۔ ❸ تہذیب التہذیب ج ۳' ص ۳۲۹۔
❹ تہذیب التہذیب ج ۶' ص ۲۱۳۔ ❺ تہذیب التہذیب ج ۴' ص ۲۱۵۔
❻ تہذیب التہذیب ج ۴' ص ۲۱۵۔ ❼ تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۶۶۔
❽ تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۷۔ ❾ جامع بیان العلم وفضلہ ص ۳۸۔

انہی کے ذریعہ فقہ کی خدمت انجام پائی۔ تاہم ان میں سے جو لوگ حدیث کے مقابلہ میں فقہ کا زیادہ ذوق رکھتے۔ یا ان میں ان کا زیادہ ملکہ ہوتا وہ فقیہ کہلاتے تھے۔ مثلاً عبید اللہ بن عبد اللہ بن مسعود' عروہ بن زبیر بن عوام' قاسم بن محمد بن ابی بکر' سعید بن مسیب' سلیمان بن یسار' ابو بکر بن عبد الرحمٰن اور خارجہ بن زید' گو ان بزرگوں کو حدیث میں درک تھا' لیکن فقہ کی استعداد اور اس کا ملکہ زیادہ رکھتے تھے اور فقہ میں ان کی ذات مرجع تھی۔ اسی سے وہ فقہائے سبعہ کے لقب سے مشہور تھے اور زیادہ تر انہی بزرگوں کے ذریعہ فقہ کی اشاعت ہوئی۔ [1] ان کے علاوہ ربیعہ بن فروخ رائی' ابراہیم نخعی' امام شعبی' امام جعفر صادق' عبد الرحمٰن بن ابی سلمیٰ اور قاضی شریح وغیرہ بھی اس دور کے نامور فقیہ تھے۔ جن سے فقہ کا سلسلہ پھیلا۔ ان میں سے بعض نے فقہ پر کتابیں بھی لکھیں' چنانچہ عروہ بن زبیر نے کئی کتابیں لکھی تھیں۔ پھر احتیاط کی بنا پر جلا ڈالیں۔ جن کا ان کو ہمیشہ افسوس رہا۔ [2] مکحول نے دو کتابیں کتاب السنن اور کتاب المسائل لکھی تھیں۔ [3] نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اول الذکر غالباً حدیث میں تھی اور دوسری فقہ میں۔ امام زہری کے فتاویٰ تین ضخیم جلدوں میں جمع کیے گئے تھے۔ [4]

مغازی وسیرت

اسی دور میں تاریخ کا آغاز ہوا اور اس کی ابتدا مغازی اور سیرت سے ہوئی۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ انہی دونوں سے عبارت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین دونوں میں ان کے علما تھے۔ تابعین میں عروہ بن زبیر' شرحبیل بن سعد' وہب بن منبہ' عکرمہ مولی ابن عباس' عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری' امام زہری' موسیٰ بن عقبہ' معمر بن راشد اس فن کے ائمہ تھے۔ کتب مغازی کا ماخذ انہی کی روایات ہیں۔ بعضوں نے ان فنون پر کتابیں بھی لکھیں۔ کشف الظنون کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغازی اور سیرت پر سب سے پہلی کتاب عروہ بن زبیر نے لکھی تھی۔ [5] لیکن امام سہیلی کے بیان کے مطابق اس فن پر پہلی تصنیف امام زہری کی ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ جس نے اس فن کو سب سے زیادہ ترقی دی۔ وہ محمد بن اسحاق ہیں۔ انہوں نے اگرچہ بنی عباس کے ابتدائی دور ۱۵۱ھ میں وفات پائی' لیکن ان کا نشو ونما اموی دور میں ہوا۔ خطیب کا بیان ہے کہ انہوں نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ پھر اس پر کوئی اضافہ نہ کر سکا۔ انہوں نے سلاطین اور امرا کی توجہ لایعنی قصوں اور حکایتوں سے ہٹا کر تاریخ کی

---

[1] ابو الفداء جلد اول' ص ۲۰۲۔
[2] ابن سعد ج۔۵' ص۔۱۳۳ و تہذیب التہذیب ج۔۷' ص ۱۸۳۔
[3] فہرست ابن ندیم ص ۳۱۸۔
[4] اعلام الموقعین ج۔۱' ص ۲۶۔
[5] کشف الظنون ج۔۳' ص ۴۷۰۔

جانب پھیر دی۔ اگر اس فضیلت کے علاوہ ابن اسحاق کی کوئی اور فضیلت نہ ہوتی کہ انہوں نے سلاطین کا مذاق بدل دیا اور ان کی توجہ بے نتیجہ کتابوں سے ہٹا کر رسول اللہ ﷺ کے مغازی اور آپ ﷺ کی سیرت اور آغاز عالم کی تاریخ کی جانب پھیر دی' تو تنہا یہی کارنامہ اور اولیت کا یہ فخر ان کی فضیلت کے لیے کافی تھا۔ ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں' لیکن کوئی ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا۔ ❶

انہوں نے تاریخ و سیرت اور مغازی پر کتاب السیرۃ والمبتداء والمغازی اور کتاب الخلفاء لکھیں۔ ❷ لیکن یہ سب کتابیں ناپید ہو گئیں۔ البتہ سیرت میں ابن ہشام کی سیرت کی شکل میں جو زیادہ تر ابن اسحاق ہی کی روایات پر مشتمل ہے اب تک موجود ہے اور چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور سیرت کا نہایت معتبر اور قدیم ماخذ ہے۔ اسی دور کے ایک اور عالم معمر بن راشد المتوفی ۱۵۳ھ نے کتاب المغازی لکھی۔ ❸ وہب بن منبہ المتوفی ۱۱۰ھ نے جو مغازی اور سیرت کے ساتھ' عرب کی تاریخ کے بھی عالم تھے سلاطین حمیر کے حالات میں ایک کتاب لکھی تھی۔ ❹ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو تاریخ سے خاص ذوق تھا۔ وہ روزانہ عرب کی لڑائیوں' ان کی قدیم تاریخ سلاطین عجم کے حالات اور ان کے طرز حکمرانی' ان کی لڑائیوں' رعایا کے ساتھ ان کی سیاست اور مختلف قدیم اقوام کے عروج و زوال کے حالات سنا کرتے تھے۔ ❺ اور اس زمانہ کے ایک مشہور یمنی عالم عبید بن شریہ نے جو ان کو سلاطین عرب و عجم کے حالات' زبانوں کی پیدائش اور مختلف ملکوں میں آبادی کی تاریخ سنایا کرتے تھے، ان کے حکم سے کتاب الامثال اور کتاب الملوک واخبار الماضیین تالیف کیں۔ ❻ اسی دور کے ایک اور مورخ عوانہ بن حکم کلبی المتوفی ۱۴۷ھ نے کتاب التاریخ اور سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ لکھی۔ ❼ ہشام کو علوم و فنون سے دلچسپی تھی۔ اس نے فارسی کی ایک اہم کتاب جو ایرانیوں کے مختلف علوم' ان کے فرمانرواؤں کے حالات و سیاسی واقعات پر مشتمل تھی ترجمہ کرایا تھا۔ یہ کتاب مصور تھی اور مسعودی کی نظر سے گزری تھی۔ تنبیہ والاشراف میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ❽ اسی دور میں ایک اور مشہور شیعی عالم ابومخنف المتوفی ۱۵۷ھ تاریخ کے بڑے حافظ تھے اور انہوں نے تاریخ کی بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان کی روایتیں

---

❶ تاریخ خطیب ج۔۱' ص ۲۱۹۔ ❷ فہرست ابن ندیم ص۔ ۱۳۶۔
❸ فہرست ابن ندیم ص۔ ۱۳۸۔ ❹ شذرات الذہب ج۔۱' ص۔ ۱۵۰۔
❺ مروج الذہب ج۔۲' ص۔ ۴۲۵ بر حاشیہ نفع الطیب۔
❻ فہرست ص ۱۳۲۔ ❼ فہرست ص ۱۴۷۔
❽ کتاب التنبیہ والاشراف ص۔ ۱۰۶۔

طبری نے بھی تاریخ میں نقل کی ہیں، لیکن ان کی بیشتر تصانیف ابتدائی عباسی دور کی ہیں۔

انساب

جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے انساب عربوں کا پرانا علم تھا جو ہر زمانہ میں قائم رہا اور چونکہ بنی امیہ کو عربیت کے تحفظ میں بڑا اہتمام تھا اور ان کی حکومت کے استحکام میں قبائلی عصبیت کو بڑا دخل تھا اس لیے انہوں نے انساب کی جانب خاص توجہ دی۔ ان کے دور میں تین بڑے نساب تھے۔ ابن سیرین، سعید بن میتب اور محمد بن سائب کلبی، خصوصاً کلبی کا علم نہایت وسیع تھا اور آئندہ علم الانساب نے جو ترقی کی اس کا بڑا ماخذ انہی کی روایات تھیں۔

لغت

اگرچہ فن لغت کی بنیاد خلفائے راشدین ہی کے زمانہ میں پڑ چکی تھی، لیکن اس کی علمی تدوین اموی دور میں شروع ہوئی اور اس کا آغاز کلام مجید کی تفسیر کے سلسلہ میں ہوا۔ اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کلام مجید کے الفاظ کی تحقیق میں کلام عرب کی طرف رجوع کیا جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے معلمین قرآن کے لیے عالم لغت ہونا ضروری قرار دیا تھا۔ اس لیے تابعین نے بھی اس کو بڑی اہمیت دی۔ مجاہد کا قول ہے کہ لغات عرب کے علم کے بغیر مسلمان کے لیے کتاب اللہ کے بارے میں گفتگو کرنا جائز نہیں ہے۔ [1] امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جو غیر عالم لغت کے بغیر کتاب اللہ کی تفسیر کرتا ہے اس کو اللہ اس کے لیے وبال جان بنا دیتا ہے۔ [2] اس لیے مفسرین قرآن کی توجہ ابتدا سے لغات کی جانب رہی۔ اس کے علاوہ خود اموی خلفا کو عربی زبان کی تحقیق سے خاص ذوق تھا اور ان کے دربار میں لغوی مباحثے ہوا کرتے تھے۔ عبدالملک کو عربی زبان کی ترقی و اشاعت سے خاص دلچسپی تھی۔ اس نے عربی کو دفتری زبان بنایا تھا۔ اس لیے وہ ادیبوں سے ادبی مباحثہ کرتا تھا اور ان میں خود شریک ہوتا تھا۔ اس کے واقعات ادب و محاضرات کی کتابوں میں ہیں۔ اس لیے اس زمانہ میں عربی زبان کی تحصیل و تحقیق کا عام مذاق پیدا ہو گیا تھا اور زبان و لغت کے جو شائقین عربی میں کمال حاصل کرنا چاہتے تھے وہ اس کی تحصیل و تحقیق کے لیے عرب کی بادیہ پیمائی کرتے تھے۔ اس دور کے دو بڑے امام لغت تھے۔ قتادہ بن دعامہ سدوسی المتوفی ۱۱۷ھ اور ابو عمرو بن العلاء المتوفی ۱۵۴ھ، ابو عمرو نے زبان و لغت کی تحصیل کے لیے برسوں صحرائے عرب کی خاک چھانی تھی اور اس کے متعلق بڑا تحریری ذخیرہ فراہم کیا۔ [3] گو یہ ذخیرہ کتابی شکل

---

[1] اتقان سیوطی [2] اتقان سیوطی۔

[3] تفصیل کے لیے دیکھو ابن خلکان تذکرہ ابو عمرو بن العلاء و معجم الادباء ج ۴، ص ۲۱۷۔

میں موجود نہیں' لیکن وہ عباسی عہد کی تدوین لغت میں کام آیا۔ اشعار و انساب ولغت عرب' تینوں میں قتادہ کا علم نہایت وسیع تھا۔ اموی خلفا ان فنون کی تحقیق میں انہی کی جانب رجوع کرتے تھے۔ ❶

نحو

اوپر گذر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہدایت سے ان کے ایک شاگرد ابوالاسود نے نحو کے چند اصولی قواعد مرتب کیے تھے' لیکن پھر ان کے بعد ان کے تلامذہ یحییٰ بن یعمر' عنبسہ بن معدان اور میمون بن اقران نے جو اموی عہد میں تھے' اس فن کو ترقی دی اور عیسیٰ بن عمرو ثقفی المتوفی ۱۴۷ھ نے اس فن پر کتاب الجامع اور کتاب المکمل لکھی۔ ❷ اسی سلسلہ میں قرآن مجید پر نقطے اور اعراب لگائے گئے۔ عربی خط ابتدا میں معریٰ تھا۔ اس میں نقطے اور اعراب نہ تھے' مگر اہل زبان عرب آسانی کے ساتھ ان کو پڑھ لیتے تھے' لیکن جب عجمی قومیں مسلمان ہوئیں تو پڑھنے میں غلطی کرتی تھیں۔ اس لیے حجاج بن یوسف ثقفی نے کلام مجید پر اعراب اور نقطے لگوائے۔ ❸

عربی اور دینی علوم کے علاوہ غیر قوموں کے علوم کے ترجمے اور ان میں تالیف کا بھی اس عہد میں آغاز ہوا اور اس کی ابتدا شاہی خاندان کے ایک رکن یزید بن معاویہ کے لڑکے خالد نے کی۔ وہ بڑا ذی علم تھا۔ اسے عقلی علوم سے زیادہ دلچسپی تھی اور فلسفہ اور کیمیا کا خاص ذوق رکھتا تھا۔ اس نے کیمیا پر کئی کتابیں لکھی تھیں۔ ان میں سے کتاب الحرارۃ' کتاب الصحیفۃ الکبیر' کتاب الصحیفۃ الصغیرہ خود ابن ندیم کی نگاہ سے گزری تھیں۔ ❹

ہشام بن عبدالملک کے کاتب سالم نے ارسطو کے بعض خطوط کا جو اس نے اسکندر کے نام لکھے تھے' ترجمہ کیا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک اسرائیلی طبیب ماسرجویہ نے اہرن القس کی قراباذین کا عربی میں ترجمہ کیا' لیکن ابن جلجل اندلسی کا بیان ہے کہ اس کا ترجمہ مروان کے زمانہ میں ہوا تھا اور وہ شاہی کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے عام فائدہ کے لیے اس کو شائع کیا۔ ❺

نظام تعلیم

اسلام کی تاریخ میں اگرچہ موجودہ اصطلاحی معنوں میں ایک عرصہ تک مدارس نہیں تھے' اور اس

---

❶ معجم الادباء ج۔ ۶' ص ۲۰۲۔ ❷ فہرست ص ۶۲۔
❸ تفصیل کے لیے دیکھو فہرست ابن ندیم ص۔ ۶۱ و مابعد۔
❹ فہرست ص ۴۴۷۔ ❺ اخبار الحکماء قفطی ص ۱۳۔

کی ابتدا سلجوقیوں کے دور میں ہوئی' لیکن ابتدائی مکاتب اور حلقہ ہائے درس شروع ہی میں قائم ہو گئے تھے۔ مکاتب میں معلمین بچوں کو ابتدائی تعلیم دیتے تھے جن کا تذکرہ جابجا تراجم کی کتابوں میں ملتا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ایک خادم علقمہ ایک مکتب میں عربی زبان کی تعلیم دیتے تھے۔ [1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں قرآن کے مکاتب قائم کیے' جس کی تفصیل اوپر گذر چکی ہے۔ ابن خلکان نے ابو مسلم خراسانی کے حالات میں لکھا ہے کہ جب وہ سن شعور کو پہنچا تو مکتب میں داخل کر دیا گیا۔ [2]

اس زمانہ میں مدارس کے بجائے علما کے بڑے بڑے حلقہ ہائے درس تھے۔ دنیائے اسلام کے جن جن حصوں میں اصحاب علم صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین موجود تھے وہاں ان کے حلقہ ہائے درس قائم تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا جس میں ہر فن کی تعلیم ہوتی تھی۔ ابو صالح تابعی کا بیان ہے کہ اگر سارا قریش ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حلقہ درس پر فخر کرے تو بجا ہے۔ اس میں اتنا اژدہام ہوتا تھا کہ آمد و رفت مشکل ہو جاتی تھی اور اس میں قرآن و حدیث' حلال و حرام' فقہ و فرائض' عربی زبان' شاعری اور ادب و انشاء جملہ علوم کی تعلیم ہوتی تھی اور ان سے متعلق جملہ سوالات کے جوابات دیئے جاتے تھے۔ مستدرک حاکم میں اس کی بڑی طویل تفصیل ہے۔ [3] اور یہ درس و افاضہ کسی ایک فرد کے ساتھ مخصوص نہ تھا' بلکہ ہر صحابی' تابعی کے علم و استعداد کے بقدر اس کے حلقہ درس بھی تھے' اور تمام بڑے بڑے مرکزی شہروں میں ان کا فیض جاری تھا جس میں اس دور کے تمام علوم کی تعلیم ہوتی تھی۔ مدینۃ العلم مدینہ طیبہ میں کئی حلقہ درس تھے۔ ان میں ربیعہ رائی کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا۔ اس میں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا اور مدینہ کے علما اور عمائد و اشراف سب اس میں شریک ہوتے تھے۔ [4] امام مالک اور امام اوزاعی' یحییٰ بن سعید انصاری اور شعبہ وغیرہ جیسے علما اسی حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام اسلم کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ ایک وقت میں چالیس چالیس فقہا اس میں شریک ہوتے تھے۔ [5] ان میں امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ بھی تھے۔ ایک مرتبہ نافع بن جبیر نے ان پر اعتراض کیا۔ آپ اپنی خاندانی مجلس چھوڑ کر ابن خطاب کے غلام کے حلقہ درس میں شریک ہوتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا۔۔۔ انسان وہیں جاتا ہے جہاں اس کو فائدہ پہنچتا ہے۔ [6]

---

[1] معارف ابن قتیبہ ص ۱۵۸۔ [2] ابن خلکان ترجمہ ابو مسلم خراسانی۔

[3] تفصیل کے لیے دیکھو مستدرک حاکم ج ۳' ص ۵۸۳۔

[4] تاریخ خطیب ج ۸ ترجمہ ربیعہ رائی۔ [5] تہذیب التہذیب ج ۳' ص ۳۵۶۔

[6] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۵۶۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بنی ہاشم کا کوئی مستقل حلقہ بھی تھا۔

عبداللہ بن ذکوان کا حلقہ درس اپنی شان و شوکت میں بادشاہوں کے درباروں کو شرماتا تھا۔ اس میں مختلف قسم کے علوم وفنون کے سینکڑوں طلبہ شریک ہوتے تھے۔ عبد بن ربہ کا بیان ہے کہ میں نے ابوالزناد کو اس شان سے مسجد نبوی میں دیکھا ہے کہ ان کے ساتھ اتنا ہجوم تھا کہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں۔ اس میں فرائض، حساب و شعر، حدیث اور مختلف علوم و مشکل مسائل کے طلبہ اور سائلین ہوتے تھے۔ [1] لیث بن سعد کا بیان ہے کہ ابوالزناد کے پیچھے بیک وقت مختلف علوم کے تین تین سو طالب علم ہوتے تھے۔ [2]

محمد بن عجلان کا حلقہ درس مسجد نبوی میں تھا جس میں بڑے بڑے تابعین شریک ہوتے تھے۔ [3] قاسم بن محمد ابی بکر کا الگ ایک حلقہ تھا۔ اس میں وہ طلوع آفتاب کے بعد بیٹھتے تھے۔ [4]

حجاز کے بعد دوسرا مرکز عراق، خصوصاً کوفہ تھا۔ یہاں بڑے بڑے علما اور ان کے متعدد حلقہ درس تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا حلقہ درس نہایت ممتاز تھا۔ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم تک شریک ہوتے تھے اور سماع حدیث کرتے تھے۔ [5] امام شعبی کا حلقہ درس بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں قائم ہو گیا تھا۔ [6] مسعر بن کدام کا بھی حلقہ تھا، جس میں وہ صبح کے معمولات عبادت کے بعد بیٹھتے تھے اور شائقین حلقہ باندھ کر ان سے استفادہ کرتے تھے۔ [7] سرزمین شام میں حمص میں خالد بن معدان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا، لیکن جب وہ بڑھ گیا تو انہوں نے بند کر دیا۔ [8]

یہ چند حلقہ ہائے درس مثالاً لکھے گئے، ورنہ اس قسم کے حلقے دنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں تھے۔ جس سرزمین میں کسی صاحب علم کا قدم پہنچ گیا تھا وہاں اس کا چشمہ فیض جاری ہو گیا تھا جس سے دنیائے اسلام کا کوئی گوشہ خالی نہ تھا۔ طبقات و رجال کی کتابوں اور علمائے محدثین کے تراجم میں جابجا ان کا ذکر موجود ہے۔ اس لیے گو اس زمانہ میں کوئی مرتب نظام تعلیم اور اصلاحی درس گاہیں نہ تھیں، لیکن ہر صاحب علم بجائے خود ایک مستقل درسگاہ تھا جس سے شائقین علم فیض یاب ہوتے تھے۔ اسی طرح تعلیم کا سلسلہ نہایت وسیع ہو گیا تھا اور ساری دنیائے اسلام میں علمی لہر رواں دواں تھیں۔

کتب خانے

---

[1] تہذیب الاسماء ج اق ۲ ص ۲۲۳۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج۔ ۱، ص ۴۔

[3] تذکرۃ الحفاظ ج۔ ۱، ص ۱۴۹۔ [4] ابن سعد ج۔ ۵، ص ۱۴۱۔ [5] تہذیب التہذیب ج۔ ۶، ص ۳۶۰۔

[6] تذکرۃ الحفاظ ج۔ ۱، ص ۷۱۔ [7] ابن سعد ج۔ ۶، ص ۲۵۳۔ [8] تذکرۃ الحفاظ ج۔ ۱، ص ۸۱۔

اسی طریقہ سے اگرچہ بنی امیہ کے زمانہ میں باضابطہ کتب خانے نہ تھے' لیکن کتابوں کے کافی ذخیرے مہیا ہو گئے تھے' چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کتابوں کا ایک ذخیرہ تھا' جس کو انہوں نے اپنی وفات کے وقت آگ میں جلوا دیا تھا۔ [1] ابوقلابہ جرمی کے پاس ایک بار شتر کتابیں تھیں جن کو انہوں نے اپنے مرض الموت میں ایک صاحب علم تابعی ابوایوب سختیانی کو دے دینے کی وصیت کی تھی۔ [2] امام ابن شہاب کے پاس کتابوں کا بڑا ذخیرہ تھا۔ ان کا علمی شغف و انہماک اتنا بڑھا ہوا تھا کہ جب وہ گھر میں بیٹھتے تھے تو ان کے گرد کتابیں ڈھیر رہتی تھیں اور وہ ان کے مطالعہ میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ ان کی بیوی کہا کرتی تھیں کہ ان کتابوں کا جلاپا تین سوتوں سے بڑھ کر ہے۔ [3] بنی امیہ کے شاہی خزانۃ الکتب کا ذکر بھی جا بجا ملتا ہے۔ ہشام بن عبدالملک نے امام زہری سے حدیثوں کا جو مجموعہ مرتب کرایا تھا اس کو اپنے خزانۃ الکتب میں داخل کر دیا تھا۔ اسی طریقہ سے وہ قراباد ین جو عمر بن عبدالعزیز نے شائع کی تھی ایک روایت کے مطابق مروان کے زمانہ سے خزانۃ الکتب میں محفوظ چلی آتی تھی۔ اس تفصیل سے اموی دور کی علمی و تعلیمی حالت کا اجمالی اندازہ ہو گیا ہو گا۔ اس دور کی خصوصیت قابل ذکر ہے کہ اس زمانہ میں تعلیم و علما دونوں حکومت کے اثر سے آزاد رہے۔ یہی وجہ ہے کہ امویوں کے استبداد کے باوجود علما کی حق گوئی اور حق پرستی کی جتنی مثالیں ان کے پاس سے ملتی ہیں' اتنی بعد کے کسی زمانہ میں نہیں ملتی اور گو ہر زمانہ میں کم و بیش علمائے حق موجود تھے' جن کی حق پرستی خلفا و سلاطین کے مقابلہ میں قائم رہی' لیکن بعد کے زمانہ میں جب علم خلفا کی سرپرستی میں آ گیا تو ان کی تعداد کم ہو گئی' چنانچہ عباسی عہد گو علمائے حق سے خالی نہ تھا' لیکن بہت سے علما ان کے مصاحب اور ان کی چشم و ابرو کے اشارے کے پابند تھے' اس کے برعکس اموی عہد میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور یہ نتیجہ تھا حکومت کی سرپرستی سے علم کی آزادی کا۔

---

[1] ابن سعد ج ۷' ق۔ اول' ص ۱۲۷۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج۔ ا' ص ۸۲۔ [3] ابن خلکان جلد اول' ص ۴۵۱۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قصص القرآن
تالیف
مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی
مکتبہ اسلامیہ